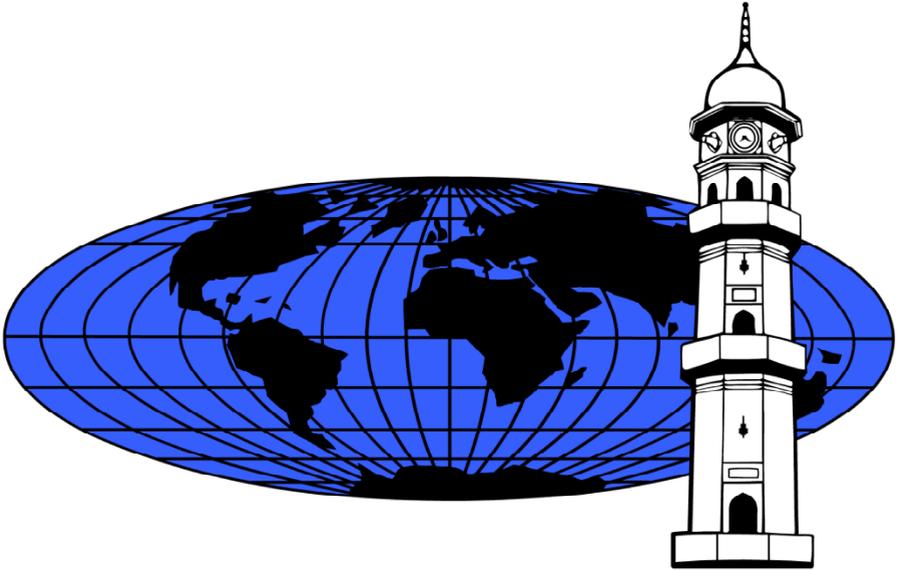


بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلندتر محکم افتاد

# مصالح موعود



عبد الغفار جنبہ

## مناجات

حضرت مہدی مسیح موعود علیہ السلام

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار۔ اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار



کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس۔ وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار



ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے۔ گود میں تیری رہا میں مثل طفل شیرخوار



لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول۔ میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار



کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا۔ مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار



دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے۔ پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار



کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا۔ مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار



صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں۔ اک نشاں کافی ہے گردل میں ہو خوف کردگار

# لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ

دین میں جبر نہیں

(البقرہ-۲۵۷)

## اسیرانِ راہِ مولیٰ

کے نام

جنگے گلے میں مذہب کے

نام پر غلامی کا طوق ڈالا گیا

## ارشاد باری تعالیٰ

”أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ“

(محمد-۱۵) کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے ایک (مضبوط) دلیل پر قائم ہوتا ہے انکی طرح ہو سکتا ہے جن کے برے اعمال انہیں خوبصورت کر کے دکھائے گئے ہوں اور جو اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہوں۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ

أَوْ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ.... (النساء-۱۳۶)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے

خلاف۔

## ارشادات عالیہ

### آنحضرت ﷺ

”وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ ..... أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضَبِي يَغْضِبُهَا.“ (صحیح مسلم جلد ۶ صفحہ ۳۹۵) نافعؓ سے روایت ہے کہا۔۔۔ کیا تجھے علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دجال ایک غصہ کی وجہ سے نکلے گا جو اُس کو ناراض کر دے گا۔ (روایت کیا اسکو مسلم نے)



”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ.“ (متفق علیہ) ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیسے ہو گے تم جب ابن مریم نازل ہو گا تم میں اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔

## ارشادات عالیہ

### حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام

(۱) ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (الصف-۱۰)۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔“ (روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۹۳ حاشیہ در حاشیہ)

(۲) ”گو میں اس بات کو تو مانتا ہوں کہ ممکن ہے کہ میرے بعد کوئی اور مسیح ابن مریم بھی آوے اور بعض احادیث کی رو سے وہ موعود بھی ہو۔ اور کوئی ایسا دجال بھی آوے جو مسلمانوں میں فتنہ ڈالے“ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶۲)

(۳) ”اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔“ (تذکرہ صفحہ ۵۱۷۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)

## مصلح موعود کی علمی تصویر

”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزندِ دلہند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ“ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲ بحوالہ اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء)

## مصلح موعود کی جسمانی تصویر

”خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اُسکے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ سو اُن دنوں کے منتظر رہو اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔“ (الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶ حاشیہ)



حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام

(۱۸۳۵-۱۹۰۸)

”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا

لیکن خدا سے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور

حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔“

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۵۱ تا ۶۲)

## فہرست مضامین

پیش لفظ

میری پکار

- (۱) تحریف کیوں؟ --- ۱۲
- (۲) اسیران راہِ مولا کون؟ --- ۲۳
- (۳) قدرت ثانیہ سے کیا مراد ہے؟ --- ۲۸
- (۴) ہر احمدی سے ایک سوال؟ --- ۳۲
- (۵) افادۂ عام کیلئے --- ۳۵
- (۶) آب آبد، تیمم برخواست --- ۴۴
- (۷) موعود لڑکا اور موعود غلام --- ۵۴
- (۸) مصلح موعود یعنی مثیل مبارک احمد --- ۶۴
- (۹) حضرت مسیح ناصری اور مصلح موعود کے مابین مماثلت --- ۷۲
- (۱۰) خروج دجال اور نزول مسیح ابن مریم --- ۹۱
- (۱۱) مصلح موعود کی الہامی تصویر --- ۱۰۸
- (۱۲) آیت استخلاف کی حقیقت --- ۱۲۵
- (۱۳) نبی اور اجتہادی غلطی --- ۱۳۶
- (۱۴) ختم نبوت کے بعد مجددیت بھی ختم؟؟؟ --- ۱۴۲
- ایک ضروری گزارش --- ۲۰۱

## پیش لفظ

نزول مسیح ابن مریم کے متعلق ۱۸۸۴ء تک حضرت مرزا غلام احمدؒ کا بھی وہی عقیدہ تھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔ وہ یہ کہ حضرت مسیح ناصریؑ زندہ بحکمِ عنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور اب آخری زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی احادیث کے مطابق وہ آسمان سے نازل ہونگے اور اسلام کو غالب کریں گے۔ ۱۸۹۰ء کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحبؒ کو الہامی طور پر بتایا کہ مسیح ابن مریمؑ باقی انبیاء کی طرح فوت ہو گئے ہیں اور آئیوالا مسیح ابن مریم اُمت محمدیہ میں سے ہی ایک اُمتی فرد ہوگا جو حضرت مسیح ناصریؑ کی خوبو کے مطابق آئے گا۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے اپنے الہامات کی روشنی میں قرآن پاک کا از سر نو مطالعہ کیا۔ قرآن پاک نے بھی وفات مسیح ابن مریمؑ کی تصدیق کر دی۔ بالکل ایسے ہی اس عاجز کیسا تھا بھی ہوا۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ اللہ تعالیٰ کے حضور سرسجدہ ہونے سے پہلے میرا عقیدہ دربارہ پیشگوئی مصلح موعود بھی وہی تھا جو خلافت سے وابستہ عام احمدیوں کا ہے۔ سجدہ سے اٹھنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے بار بار میرے دل میں ڈالا کہ موعودؑ کی غلام کا فضل تجھے بخشا جاتا ہے تو پھر میں نے اس خبر کی تصدیق کرنے کیلئے حضرت مہدیؑ و مسیح موعودؑ کے الہام اور کلام کے علاوہ از سر نو قرآن پاک کی طرف توجہ کی۔ حضورؑ کے الہام اور کلام کے علاوہ قرآن پاک سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوگئی کہ حضورؑ کی زینہ اولاد (بشمول خلیفہ المسیح الثانیؑ) پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ میں نہیں آتی۔ علاوہ اسکے اللہ تعالیٰ نے تیزی کے ساتھ مصلح موعود کی الہامی تصویر یعنی سلطان مبین اس عاجز کے وجود میں پوری کرنی شروع کر دی۔

آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر صدی کے سرپر دین کی تجدید اور اصلاح کیلئے کوئی شخص کھڑا ہوتا رہا۔ حضرت مہدیؑ مجدد اعظم تھے اور آپ تیرہویں صدی ہجری کے سرپر کھڑے ہوئے۔ آپؑ کو جس موعود مصلح کی الہامی طور پر خبر دی گئی تھی اس نے بھی تو گذشتہ صدیوں کی طرح کم از کم حضرت مہدیؑ کے بعد چودھویں صدی ہجری کے سرپر یا پندرہویں صدی کے آغاز میں ظاہر ہونا تھا۔ برخلاف اسکے خلیفہ المسیح الثانیؑ چودھویں

صدی میں پیدا ہوئے اور اس صدی کے اختتام سے بہت پہلے ہی فوت ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق خلیفہ ثانی کو کس صدی کا مصلح کہا جائے کیونکہ چودھویں صدی کے مصلح تو امام مہدیؑ تھے؟ کیا یہاں الٹی گڑگا تو نہیں بہادی گئی؟

**ثانیاً**۔ اپنے دعویٰ کے بعد کیا خلیفہ المسیح الثانیؑ نے احباب جماعت کو یہ حق دیا کہ وہ آپ کے دعویٰ مصلح موعود کا آپ سے الہامی ثبوت پوچھیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

**ثالثاً**۔ قوموں نے تو مصلح موعود سے برکت پائی تھی ۱۹۱۴ء سے لے کر اب تک کی انتہائی جدوجہد کے باوجود کیا کوئی احمدی کسی ایک قوم کا نام بھی بتا سکتا ہے جس نے خلیفہ ثانیؑ سے برکت پائی ہو؟ اگر کسی قوم نے برکت پائی ہوتی تو آج ہمارا بھی کوئی ملک ہوتا اور ہم یہودی طرح در بدر کی ٹھوکریں نہ کھا رہے ہوتے۔ اور اگر نہیں تو کیا یہ آپ سب کیلئے لمحہ فکریہ نہیں؟ آج یہ عاجز اپنے دعویٰ مصلح موعود میں حق پر ہے کیونکہ میرے پاس نہ صرف خالی دعویٰ ہے بلکہ میں اس کا الہامی ثبوت بھی رکھتا ہوں۔ اگر کوئی احمدی سمجھتا ہے کہ میرا دعویٰ غلط ہے تو وہ اٹھے اور میرے دعویٰ کے اس الہامی ثبوت کو غلط ثابت کرے۔ کیا آپ میں سے کوئی ہے؟ مجھے امید ہے آپ سب عقائد اور روایت پرست بننے کی بجائے حق پرست بننا پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے۔ آمین۔ میں اپنی بات حضورؐ کے ان اشعار پر ختم کرتا ہوں۔

انی لقد احييت من احيائه - واهالاعجاز فما احياني

يارب صل على نبيك دائما - في هذه الدنيا وبعث ثان

بے شک میں آپ ﷺ کے زندہ کرنے سے ہی زندہ ہوا ہوں۔ سبحان اللہ! کیا اعجاز ہے اور مجھے کیا خوب زندہ کیا ہے! اے میرے رب! اپنے نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتا رہ۔ اس دنیا میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی۔

خاکسار۔۔۔ عبدالغفار جنبہ

۲ جولائی ۲۰۰۴ء

## میری پکار

اے میرے اللہ اب تو میری پکار سن لے  
 بخشش کا میں ہوں طالب، میرے غفار سن لے  
 میں گنہگار بندہ در پہ ہوں تیرے آیا  
 شرمندگی کے آنسو، اپنے ہوں ساتھ لایا  
 گلیوں میں رو رہا ہوں، آنسو بہا رہا ہوں  
 درد کی ٹھوکریں، اے مالک میں کھا رہا ہوں  
 تو پاک مجھ کو کر دے، اور نیک بھی بنا دے  
 اسلام کی محبت، دل میں میرے بٹھا دے  
 ہر آن رکھوں دیں کو، دنیا پہ میں مقدم  
 اسلام کی فتح کا، ہو فکر مجھ کو ہر دم  
 اسلام کی صداقت، دنیا میں، میں پھیلاؤں  
 شمع ہدایت، ہر گھر میں، میں جلاؤں  
 اسلام پر جیوں میں، اسلام پر، مروں میں  
 ہر قطرہ اپنے خوں کا، اس کی نظر کروں میں  
 برائی سے بچوں، اور زباں پہ ہو صداقت  
 تیرے چمن کا گل ہوں گل کی تو کر حفاظت  
 عبدالغفار جنبہ



اس الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد کو ایک لڑکے اور ایک غلام کی خوشخبریاں دیں تھیں۔ الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے لڑکے کے متعلق تو وضاحت فرمادی کہ ”وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا“، لیکن غلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نہ اس پیشگوئی میں اور نہ ہی حضورؐ کی وفات تک کسی اور مبشر الہام میں کوئی وضاحت فرمائی کہ وہ کون ہوگا۔؟ یعنی وہ زکی غلام حضورؐ کا کوئی جسمانی لڑکا ہوگا یا حضورؐ کے جسمانی تخم میں سے کوئی اور وجود ہوگا یا آپکی جماعت یعنی روحانی ذریت میں سے آپکا کوئی روحانی فرزند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے زکی غلام کی حقیقت کو مکمل طور پر راز میں رکھا اور اس کا مہم پر انکشاف نہ فرمایا۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا انگریزی ترجمہ شدہ ”تذکرہ“ (وجی مقدس و رویا و کشف حضرت مہدی و مسیح موعودؑ) ۱۹۷۶ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔ اس انگریزی ترجمہ شدہ تذکرہ کے صفحہ ۸۵ پر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی درج ہے۔ اس ترجمہ میں لڑکے کی بجائے ”زکی غلام“ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ وہ یعنی زکی غلام تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی معنوی تحریف کیوں۔؟ ثنائیاً۔ الہامی عبارت میں لفظ ”زکی“ حرف ”ز“ کیساتھ الہام کیا گیا ہے جس کے معنی پاک اور نیک کے ہیں۔ لیکن انگریزی ترجمہ میں الہامی لفظ ”زکی“ کا ترجمہ تابندہ یعنی تابناک (Bright) کیا گیا ہے۔ ایسا کیوں کیا گیا۔؟ متذکرہ بالا الہامی عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"Rejoice, therefore, that a handsome and pure boy will be bestowed on thee, **thou wilt receive a bright youth who will be of thy seed and will be of thy progeny.**" (Tadhkirah-p,85-The London Mosque 1976)

مجھے یقین ہے حضرت چوہدری صاحب نے ترجمہ دیانتداری کیساتھ لفظ بلفظ کیا ہوگا۔ لیکن چونکہ اس نظام میں کوئی بھی آزاد نہیں خواہ وہ چوہدری محمد ظفر اللہ ہی کیوں نہ ہو لہذا جن ارباب و اختیار کی سرپرستی میں یہ انگریزی ترجمہ شائع ہوا وہی اس معنوی تحریف کے ذمہ دار ہیں۔ واضح ہو کہ جس زکی غلام کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ نے

مہم (حضرت مہدی و مسیح موعودؑ) کو بھی لاعلم رکھا اُس زکی غلام کو بڑی دیدہ دلیری کیساتھ حضرت بانٹے جماعت کے ختم اور ذریت سے قرار دینا کیا نعوذ باللہ تعالیٰ کو پڑھانے والی بات نہیں ہے۔؟

(۲) دوسری مثال (عبارت میں کمی بیشی)۔ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام اپنے رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں۔

”اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں تو حید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔“  
(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶)

اس پیرا گراف میں حضورؑ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد اور میرے نام پر لوگوں سے بیعت لینا اور جماعت کی عمومی نگرانی کرنا۔ حضورؑ نے اپنے کلام کے اس پیرا گراف کے آخری فقرہ میں اپنا مدعا اور خلاصہ کلام بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ جماعت کی عمومی نگرانی اس وقت تک کرنا جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہیں ہوتا۔ اب نظام جماعت کے تحت ایک کتاب بعنوان ”ایک مرد خدا“ ۱۹۹۶ء میں برطانیہ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۸ پر حضورؑ کے اس پیرا گراف کے آخری فقرہ کے اس حصہ کو کہ ”اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو“ حذف کر دیا گیا ہے۔ دراصل اس فقرہ میں حضورؑ نے اپنے موعود کی غلام کی بعثت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ رُوح القدس پا کر کھڑا ہوگا۔ حضور علیہ السلام کی عبارت کے آخری فقرہ کے آخری حصہ کو جس میں آپؑ نے پیرا گراف کا خلاصہ بیان کیا ہے، کو حذف کر دینا کیا سنگین جرم نہیں ہے؟ ۔ کیوں نہیں لوگوں تمہیں حق کا خیال ۔ دل میں اٹھتا ہے مرے سوسو اُبال

(۳) تیسری مثال (عبارت میں کمی بیشی)۔ حضور علیہ السلام اپنی کتاب ”ھقیقۃ الوحی“ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ اسی کتاب مواہب الرحمن کے صفحہ ۱۳۹ میں یہ پیشگوئی لکھی تھی۔ و بشرنی بخامس فی حین من الاحیان یعنی پانچواں لڑکا جو چار سے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا اور اسکے بارہ میں ایک اور الہام بھی ہوا کہ جو اخبار البدر الحکم میں مدت ہوئی کہ شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسا نبشرك بغلامٍ نافلةً لك نافلةً من عندی۔ یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا۔ یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے چنانچہ قریباً تین ماہ کا عرصہ گزرا ہے کہ میرے لڑکے محمود احمد کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نصیر احمد رکھا گیا۔ سو یہ پیشگوئی ساڑھے چار برس کے بعد پوری ہوئی۔“ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۸)

اس اقتباس میں حضورؐ نے نافلہ غلام کو اپنا پوتا قیاس کیا اور اس طرح اس پیشگوئی کو اپنے پوتے یعنی مرزا محمود احمد کے لڑکے نصیر احمد پر چسپاں کیا۔ لیکن آپ کا یہ پوتا خرد سالی میں وفات پا گیا۔ اب نظام جماعت کے تحت ایک کتاب بعنوان ”حیات ناصر“ شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کی جلد اول کے صفحہ ۱۰ پر حضورؐ کی کتاب کا تذکرہ بالا اقتباس نقل کیا گیا ہے اور اقتباس کی قریباً آخری تین سطور ”چنانچہ قریباً تین ماہ کا عرصہ گزرا ہے کہ میرے لڑکے محمود احمد کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نصیر احمد رکھا گیا۔ سو یہ پیشگوئی ساڑھے چار سال کے بعد پوری ہوئی۔“ حذف کر دی گئی ہیں۔ دراصل حضورؐ کا لفظ نافلہ کے متعلق اپنا یہ اجتہاد تھا۔ لیکن نصیر احمد کی وفات نے ثابت کر دیا کہ یہ آپؐ کی اجتہادی غلطی تھی۔ لفظ نافلہ ذم معنی ہے اور پوتا کی بجائے بمعنی ”زائد انعام“ نازل ہوا اور یہ وہی ”موعود غلام مسیح الزماں“ ہے جس کی بشارت ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں دی گئی تھی۔

(۴) چوتھی مثال (حدیث کی معنوی تحریف کی)

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام سے ثابت ہے کہ آپ کے بعد بھی آپ کی غلامی میں ایک شخص رُوح القدس پا کر کھڑا ہوگا اور وہ مسیحائی نفس ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مثیل مسیح کا رتبہ رکھتا ہوگا۔ مزید برآں یہ بھی فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امت محمدیہ میں مثیل مسیح ایک سے زیادہ انسان ہیں۔ ایک مسیح تو حضرت مہدیؑ تھے اور دوسرا مسیح درج ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔“ (صحیح مسلم باب نزول عیسیٰ کا بیان صفحہ ۲۲۲ صحیح بخاری باب نزول عیسیٰ ابن مریم صفحہ ۳۵۴) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیسے ہو گے تم جب ابن مریم نازل ہوگا تم میں اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کا ترجمہ میرے جیسا عربی سے معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی جانتا ہے۔ اب جماعتی علماء کی چالاکی دیکھیں۔ حدیقتہ الصالحین جماعت کی ایک مشہور احادیث کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۸۹۸ پر آنحضرت ﷺ کی یہی حدیث درج کی گئی ہے اور اس حدیث کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہاری حالت کیسی نازک ہوگی جب ابن مریم یعنی مثیل مسیح مبعوث ہوگا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہوگا۔“ اس حدیث کے ترجمہ میں ”و“ کا ترجمہ ”جو“ کر کے امامت کو نازل ہونے والے کی طرف پھیر کر حدیث کی معنوی تحریف کر دی گئی ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں کہ ابن مریم کے نزول کے وقت امت محمدیہ میں امام زمین پر موجود ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث کی معنوی تحریف کرنا کیا جرم نہیں ہے؟

ایک اور جماعتی کتاب بعنوان ”ابن مریم“ مؤلف ہادی علی چوہدری اپنی کتاب کے صفحہ ۳ پر یہی حدیث درج کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ ”رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا۔ تم کس قدر خوش قسمت ہو گے جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا۔ اور وہ تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔“ اب اس کتاب میں بھی ”و“ کا معنی ”اور وہ“ کر کے امامت کو نازل ہونے والے کی طرف پھیر دیا گیا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ

کے ارشاد کے مطابق ابن مریم کے نزول کے وقت کوئی امام زمین پر موجود ہوگا۔ (نوٹ۔ امام کے ہوتے ہوئے کسی غلام کی کیا ضرورت تھی تو اس سوال کا جواب میری کتاب ”غلام مسیح الزماں“ کے صفحہ نمبر ۱۵۸ پر موجود ہے) میں پھر عرض کرتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے کلام کی معنوی تحریف کرنا کیا یہود یا نہ فعل نہیں ہے؟

### (۵) پانچویں مثال (حدیث کی معنوی تحریف کی)

حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ سے مجددین سے متعلق ایک حدیث مشکوٰۃ شریف میں روایت کی ہے۔ یہ حدیث اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِيمَا أَعْلَمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا۔ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو میں جانتا ہوں رسول ﷺ سے کہ فرمایا اللہ عز وجل اس امت کیلئے ہر سو برس بعد ایک آدمی بھیجتا ہے جو اس کیلئے اس کا دین تازہ کرتا ہے۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے۔“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۱۷۱۔ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

حضرت مہدی و مسیح موعود اسی حدیث کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:- ”قال رسول الله ﷺ ان الله يعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها۔ رواه ابو داؤد۔ یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کیلئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کیلئے دین کو تازہ کرے گا۔“ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۰)

اب مجددین سے متعلق اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے جماعت کے ایک حافظ قرآن مولوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:- ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِيمَا أَعْلَمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا۔“ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ كِتَابَ الْمَلَا حِمِ بَابِ مَا يَذْ كُرْفِي قَرْنَ الْمِئَةِ) ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ کھڑے کرتا رہے گا جو اس امت کی تجدید کرتے رہیں گے۔“ (مسیح اور مہدی)

حضرت محمد رسول اللہ کی نظر میں صفحہ ۴۵۔ مصنف حافظ مظفر احمد۔ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ)

اب رسول ﷺ کی اس حدیث کا جو ترجمہ حضرت مہدی مسیح موعودؑ نے کیا ہے وہی ترجمہ غیر از جماعت علماء بھی کر رہے ہیں جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کے درج بالا ترجمہ سے ظاہر ہے۔

اور ان دونوں ترجموں میں صیغہ واحد استعمال ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ ”ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ ایک آدمی یا ایک شخص تجدید دین کیلئے کھڑا کرے گا“۔ لیکن جماعتی تنخواہ دار مولویوں نے اس حدیث کے ترجمہ میں معنوی تحریف کرتے ہوئے اس کا ترجمہ صیغہ واحد کی بجائے صیغہ جمع میں کیا ہے۔ یعنی یہ کہ ”اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ کھڑے کرتا رہے گا جو اس امت کی تجدید کرتے رہیں گے۔“ اب سوال یہ ہے کہ احمدی انتخابی خلفاء نے نظام جماعت کے مولویوں سے جو ترجمہ اس حدیث کا کروایا ہے وہ ٹھیک ہے یا کہ حضرت مہدی مسیح موعودؑ کا ترجمہ ٹھیک ہے۔ میرا ہر احمدی سے یہ سوال ہے کہ کیا اب جماعتی خلفاء نے اپنے تنخواہ دار مولویوں سے حضرت مہدی مسیح موعودؑ کے ترجمہ کی نعوذ باللہ تصحیح کروائی ہے یا کہ اپنی نام نہاد خلافت کو سہارا دینے اور اسے پختہ کرنے اور اسے اہم بنانے کیلئے حدیث کی معنوی تحریف کروائی ہے؟ احباب جماعت خود فیصلہ کریں۔

## (۶) چھٹی مثال (حوالے میں کمی بیشی)

صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:-

”خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑے گا اور فتنہ انداز اور ہوا و ہوس کے بندے جدا ہو جائیں گے۔ پھر خدا تعالیٰ اس تفرقہ کو مٹا دے گا۔ باقی جو کٹنے کے لائق اور راستی سے تعلق نہیں رکھتے اور فتنہ پرداز ہیں، وہ کٹ جائیں گے۔ اور دنیا میں ایک حشر برپا ہوگا۔ وہ اول الحشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی۔ اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی۔ ایک عالمگیر تباہی آوے گی۔ اور اس تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہو

گا۔ صاحبزادہ صاحب! اس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اس کیساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی۔ اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہونگے۔ تم اس موعود کو پہچان لینا۔“ (تذکرہ صفحہ ۶۷۹ بحوالہ تذکرۃ المہدی صفحہ ۲۷۷)

اب نظام جماعت کے تحت ایک سابق مبلغ فضل الہی صاحب انوری نے ایک کتابچہ بعنوان ”عالمی تغیرات“ قادیان سے شائع کروایا ہے۔ اس کتابچہ کے صفحہ ۳۹ پر آپ لکھتے ہیں۔

”یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ تیسری جنگ کی ایک اور بہت بڑی علامت حضرت بانئی سلسلہؑ نے یہ بیان فرمائی کہ اس کا مرکز ملک شام ہوگا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ۔۔۔۔۔ دنیا میں ایک حشر برپا ہوگا۔ وہ اوّل الحشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی۔ اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی۔ ایک عالمگیر تباہی آوے گی۔ اور اس تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا“

اب یہ صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب کی کتاب ”تذکرۃ المہدی“ کا وہی حوالہ ہے جس کا اندراج درج بالا سطور میں ہو چکا ہے اور جس کے آخر میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے فرمان کا جلوب لباب تھا یعنی ”صاحبزادہ صاحب! اس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اس کیساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی۔ اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہونگے۔ تم اس موعود کو پہچان لینا۔“ اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے حذف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بزور طاقت بننے والا جماعتی مصلح موعود تو ۱۹۶۵ء میں وفات پا کر اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے اور اُسکے ۵۲ سالہ دور اقتدار میں نہ تو کوئی ایسی عالمی جنگ ہوئی جس کا مرکز ملک شام ہو اور نہ ہی کوئی بادشاہ اس سلسلہ میں داخل ہوا۔ لہذا حضرت مہدی و مسیح موعود کے اس پیمانہ کے مطابق بھی خلیفہ ثانی مصلح موعود نہیں تھے۔ اب ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ تیسری عالمی جنگ شروع ہو جائے اور اس کا مرکز بھی ملک شام بن جائے۔ اس طرح اس وقت جو بھی مصلح موعود کا دعویدار

ہوگا وہی حضورؐ کا فرزند قرار پائے گا۔ تاریخی عبارات میں کمی بیشی کرنا کیا یہ یہودیانہ افعال نہیں ہیں؟ اور ان جرائم اور مظالم کا سلسلہ جماعت احمدیہ میں ہنوز جاری ہے۔ فَتَدَبَّرُوا إِلَيْهَا الْعَاقِلُونَ۔

متذکرہ بالا چھ امثال میں جہاں بھی گڑبڑ کی گئی ہے، خواہ یہ لفظی گڑبڑ ہے یا معنوی تحریف کی شکل میں، ان جگہوں پر حضورؐ کے ”موعود کی غلام“ کا ہی ذکر ملتا ہے۔ جماعتی خلفاء اور علماء نے ایسی کوششیں، کیا موعود کی غلام کا نام و نشان مٹانے کیلئے نہیں کی ہیں؟ حالانکہ جس کو خدا تعالیٰ زندہ رکھے اُسے بھلا کون مٹا سکتا ہے؟ دو ہزار سال قبل موسوی مریم کے بیٹے کیساتھ بھی یہودیوں نے یہی کچھ کیا تھا اور آج محمدی مریم کے روحانی فرزند کیساتھ بھی اہل نظام وہی سلوک کر رہے ہیں۔ سیاست میں دھاندلیاں ہوتی رہتی ہیں اور یہ کوئی بڑی بات نہیں لیکن مذہب میں دھاندلی کرنا تو اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے۔ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۷۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔

”وانت تعلم ان حقيقة الظلم وضع الشيء في غير موضعه عمدا وبالارادة لينتقب وجه المهجة ويسد طريق الاستفادة ويلتبس الامر على السالكين۔ فالظالم هو الذي يحل محل المحرفين ويبدل العبارات كالحائنين ويحترء على الزيادة في موضع التقليل والتقليل في موضع الزيادة كيفوا كما وينقل الكلمات من معنى الى معنى ظلماً وزوراً من غير وجود قرينة صارفة اليه ثم ياخذيد عو الناس الى مفترياته كالحادعين۔ ومامعنى الدجل والدجالة الا هذا فليفكر من كان من المفكرين۔ اور تجھے معلوم ہو کہ ظلم کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شے اپنے موقع سے اٹھا کر عمداً غیر محل پر رکھی جائے۔ تا راہ چھپ جاوے۔ اور استفادہ کا طریق بند ہو جاوے۔ اور چلنے والوں پر بات ملتبس ہو جاوے۔ پس ظالم اُسکو کہیں گے جو محرفوں کا کام کرے اور خیانت پیشہ لوگوں کی طرح عبارتوں کو بدلا دے اور جرات کر کے کم کی جگہ زیادہ کرے اور زیادہ کی جگہ کم کر دیوے۔ کیا کیفیت کی رو سے اور کیا کمیت کی رو سے اور محض ظلم اور جھوٹ کی راہ سے کلموں کو ایک معنی سے دوسرے معنوں کی طرف لے جاوے۔ حالانکہ اُسکے فعل کے لیے کوئی قرینہ مددگار نہ ہو۔ اور پھر اس بناء پر دھوکہ دینے والوں کی طرح لوگوں کو اپنی مفتریات کی

طرف بلانا شروع کرے اور دَجا لیت کے معنی بجز اسکے کچھ نہیں۔ پس جو شخص فکر کر سکتا ہے اس میں فکر کرے۔

“ (نور الحق حصہ اول (عربی) اشاعت فروری ۱۸۹۴ء۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۷۹)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”پھر وہ ان سے تمثیلوں میں باتیں کرنے لگا کہ ایک شخص نے تاجکستان لگایا اور اسکی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا۔ پھر پھل کے موسم میں اس نے ایک نوکر کو باغبانوں کے پاس بھیجا تاکہ باغبانوں سے تاجکستان کے پھلوں کا حصہ لے لے لیکن انہوں نے اسے پکڑ کر پیٹا اور خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ اس نے پھر ایک اور نوکر کو انکے پاس بھیجا مگر انہوں نے اسکا سر پھوڑ دیا اور بے عزت کیا۔ پھر اس نے ایک اور کو بھیجا۔ انہوں نے اسے قتل کیا۔ پھر اور بہتروں کو بھیجا۔ انہوں نے ان میں سے بعض کو پیٹا اور بعض کو قتل کیا۔ اب ایک باقی تھا جو اسکا پیارا بیٹا تھا اس نے آخر اسے انکے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے لیکن ان باغبانوں نے آپس میں کہا یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر ڈالیں۔ میراث ہماری ہو جائیگی۔ پس انہوں نے اسے پکڑ کر قتل کیا اور تاجکستان کے باہر پھینک دیا۔ اب تاجکستان کا مالک کیا کرے گا؟ وہ آریگا اور ان باغبانوں کو ہلاک کر کے تاجکستان اوروں کو دیدیگا“ (مرقس باب ۱۲ آیات ۱۰ تا ۱۲)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے یہ تمثیل بیان کی تھی۔ بعد ازاں سخت دل یہودیوں نے اس غریب اور معصوم انسان کو مارا پیٹا اور صلیب دلوانے کی کوشش کی اور اس طرح اس تمثیل کا مضمون آپکی ذات کیساتھ پورا ہوا۔ اور آج اس تمثیل کا مضمون حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے موعود کی غلام کے ساتھ بھی پورا ہو رہا ہے کیونکہ آج نظام جماعت بھی موعود غلام کیلئے وہی بہانے تیار کر چکا ہے اور وہی کچھ کرنے کیلئے تیار ہے۔ آج جماعتی علماء بھی محرفوں کا کام کرتے ہیں۔ یعنی الہامی الفاظ کے معنی بدلتے، بعض الہامات کو چھپاتے اور بعض کو ظاہر کرتے، کم کی جگہ زیادہ کرتے اور زیادہ کی جگہ کم کرتے ہیں۔ کیا یہ سب ظالمانہ افعال نہیں ہیں۔۔۔ مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

۲۲

عبدالغفار جنبه

مورخه ۱۵ دسمبر ۲۰۰۳ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهٖ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## اسیرانِ راہِ مولا کون ہیں؟

لَهُ مُعَقَّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُوْنَهُ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوءَ أَفْآلٍ مَّرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهِ مِنْ وَّآلٍ-

(الرعد-۱۲)

اُسکے پہرے دارِ انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو حکمِ اللہ اُسکی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کبھی کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی اندرونی حالت کو نہ بدلے اور جب اللہ کسی قوم کے متعلق عذاب کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کو ہٹانے والا کوئی نہیں ہوتا اور بجز اُس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔

انسانی تاریخ کے ایک بہت طویل دور میں علم حاصل کرنے پر معاشرہ کے ایک مخصوص طبقہ کی اجارہ داری تھی۔ اور یہ طبقہ مذہبی رہنماؤں کا وہ گروہ تھا جسے پادری، پنڈت یا کاہن کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ اپنے مریدوں کو طرح طرح کی سزاؤں اور عذابِ اُخروی سے ڈرا کر علم حاصل کرنے سے روکتے تھے تاکہ غریب اور جاہل لوگوں پر ان کا اقتدار سلامت رہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ حضرت موسیٰؑ کی اُمت میں کچھ لوگ اُسکے پیروکاروں کو سزاؤں (اخراج-مقاطعہ-زبان بندی اور کفر کے خطاب وغیرہ) کا خوف دلا کر مذہب کے نام پر اُنہیں غلام بنا لیں گے۔ اور پھر ان قیدیوں اور کچلے ہوئے انسانوں کی رہائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے موسوی سلسلہ میں ایک نجات دہندہ کی خبر بھی دی ہوئی تھی۔ جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم ناصریؑ فرماتے ہیں۔

”خداوند کا رُوح مجھ پر ہے۔ اس لیے کہ اُس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لیے مسیح کیا۔ اُس نے مجھے

بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سناؤں۔ کچلے ہوؤں کو آزاد کروں۔“ (لوقا۔ باب ۴۔ آیت۔ ۱۸)

اپنے وقت مقررہ پر یہودیوں کا یہ نجات دہندہ آیا۔ اُس نے نہ صرف سچائی کی تخم ریزی کی بلکہ یہودی نظام اور اُن کے فقہوں اور ریبوں کی فریب کاریوں کو بھی نشت از بام کیا۔ بعد ازاں بد بخت یہودیوں کے غیض و غضب کا شکار ہو کر اُس معصوم اور غریب انسان کو نہ صرف اپنے سر پر کانٹوں کا تاج پہننا پڑا بلکہ کاٹھ کی صلیب پر چڑھ کر وہ اپنے رب ذوالجلال کو اس طرح پکارتا رہا کہ! ایلی۔ ایلی۔ لما شبتنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ (متی باب ۲۷ آیت نمبر ۴۷)۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے کو صلیب کی لعنتی موت سے بچا کر اُسکے صدق کو ظاہر فرما دیا اور اُسکی حفاظت فرماتے ہوئے اُسے کسی نامعلوم محفوظ مقام کی طرف لے گیا۔

اب سے چودہ سو سال پہلے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے دل پر ایک عظیم الشان کتاب قرآن مجید نازل ہوئی تھی۔ قرآن پاک نے اعلان کیا کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مالک اور خالق اور اُس کی خلق کردہ کائنات کو جانے اور پہچانے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (ال عمران۔ ۱۹۱-۱۹۲)

یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کیلئے نشان ہیں۔ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے رہتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب تو نے اس (عالم) کو بے فائدہ نہیں بنایا تو پاک ہے۔ پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ دوسری جگہ پر فرماتا ہے۔ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ

يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (عنکبوت-۲۱)

تو کہہ دے کہ زمین میں سیر کرو پھر غور کرو کہ کیسے اُس نے تخلیق کا آغاز کیا۔ پھر اللہ اُسے نشاۃِ آخرت کی صورت میں اُٹھائے گا۔ اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔

لیکن عجیب بات ہے کہ جس دین کی ابتداء ہی اقرءاء سے ہوئی تھی آج اُسکے علمبرداروں نے بھی عام انسانوں کو مختلف سزاؤں سے ڈرا کر حصولِ علم پر پہرے بٹھا رکھے ہیں۔ موسوی سلسلہ کی طرح محمدی سلسلہ میں بھی حضرت بائے سلسلہ احمدیہ یعنی محمدی مریم کو ایک مسیحی نفس زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی تاکہ وہ مذہب کے نام پر اسیروں کو آزاد کروائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے۔

”جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مَسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔“ (تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

ظاہر ہوئیوالے اس نجات دہندہ کا راستہ روکنے کیلئے کچھ لوگوں نے حضرت مہدی مسیح موعودؑ کی جماعت کو ایک نظام کے ساتھ ہائی جیک کر لیا اور پھر اس نظام میں افراد جماعت کو مختلف طبقات اور گروہوں میں تقسیم کر کے اُنکی کڑی نگرانی شروع کر دی۔ ہر احمدی سے آزادی ضمیر کا حق چھین کر اُس کو پیدائش سے لے کر موت تک یرغمال بنا لیا گیا اور اس طرح وہ بیچارہ اپنی جماعت میں ہی اسیروں کے ساتھ رہ گیا۔ لیکن ہر وہ نظام جس کی تعلیم قرآن مجید کی تعلیم کے برعکس ہو اگر ایسے نظام کے کرتادھرتا قدم قدم پر آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا نام بھی لیتے رہیں تب بھی ایسے نظام کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ وہ کوئی روحانی نظام نہیں بلکہ ایک مذہبی مافیا (mafia) ہے جس نے مذہب کے لبادے میں اپنے پیر و کاروں سے آزادی ضمیر چھین کر انہیں بے زبان کر دیا ہے۔ اور اس طرح افراد جماعت نہ صرف بے زبان بلکہ بلیک میل بھی ہو چکے ہیں۔ اور یہ سب دوڑ دھوپ اسیروں کو رُستگاری دلانے والے کا راستہ روکنے کیلئے کی گئی ہے تاکہ وہ ظاہر ہو کر کہیں کچھ لوگوں کے

رنگ میں بھنگ نہ ڈال دے۔

اگرچہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اختلاف اُمّتی رحمة“، یعنی میری اُمت میں اختلاف باعثِ رحمت ہوگا لیکن اس کے باوجود ہمارے جماعتی سیٹ اپ میں ہر نئی سوچ اور ہر نئی فکر پر سخت قدغن لگا دی گئی ہے۔ جن لوگوں نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو قبول فرمایا ان کو کیا معلوم تھا کہ انکی سوچوں پر جبر کے تالے لگا دیئے جائیں گے اور وہ جسمانی طور پر آزاد ہوتے ہوئے بھی ذہنی طور پر غلام بن جائیں گے۔ ہمارے ارباب اختیار کا یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ اُس کے نبی ﷺ اور اُسکے مہدی و مسیح موعودؑ کی تعلیم کی عین ضد ہے۔ آنحضرت ﷺ جو دین لائے تھے یعنی اسلام اور آپکی نیابت میں حضرت مہدی نے جس جماعت کی داغ بیل ڈالی اس کا مقصد اسلام کے غلبے کے علاوہ بنی نوع انسان کو جسمانی اور ذہنی غلامیوں سے رہائی بخشنا بھی تھا۔ لیکن ہمارے ہاں تو اسکے بالکل برعکس ہوا۔ آزاد انسانوں کو مذہب کی آڑ میں ذہنی غلامی کے شکنجوں میں جکڑ دیا گیا۔ اگر ہمارے سسٹم میں کوئی شخص نئی سوچ یا نئی فکر کا اظہار کرے تو جھٹ یہ کہہ کر اُس کا منہ بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ شخص فتنہ پھیلا رہا ہے اور اسکی خوب تشہیر کی جاتی ہے۔ ایسے شخص کیساتھ اُسکے ماں باپ اور اُسکے بہن بھائیوں کا تعلق منقطع کر دیا جاتا ہے اور اگر اُسکے باوجود بھی ایسا شخص آزادی ضمیر کا مطالبہ کرے تو اُس کو جماعت سے ہی خارج کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ وہی پرانا حربہ ہے جس کا استعمال عہد تارکیک (dark ages) (چوتھی صدی عیسوی سے چودھویں صدی عیسوی تک) کے عیسائی پوپوں نے اپنے ماننے والوں پر کیا تھا۔ ہمارے قول و فعل میں کتنا تضاد ہے؟ اور اکیسویں صدی یعنی دور جدید میں معصوم احمدیوں پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ تو اپنے کلام میں مومنوں کو بار بار ارشاد فرماتے ہیں کہ تم غور و فکر کرو لیکن ہمارے مذہبی ارباب اختیار نے خدا ہی کے نام پر غور و فکر کی سب راہیں بند کر رکھی ہیں۔ واضح رہے کہ مذہب کی دنیا میں لفظ فتنہ (mischief or faction) کا استعمال پہلے بھی بہت غلط ہوا اور اب بھی ہوتا ہے۔ ہم نے بھی اپنے بے بنیاد اور جھوٹے عقائد کو سہارا دینے کیلئے لفظ فتنہ کا بہت غلط استعمال کیا اور آج تک کر رہے ہیں؟ دنیا نے

مذہب یا علم میں اگر کسی کی سوچ، فکر یا دعویٰ بے دلیل ہو تو اُسے تو فتنہ کہا جاسکتا ہے لیکن ایسی سوچ یا فکر یا دعویٰ جو دلیل کیساتھ ہو اُسے فتنہ کہنے کا کیا مطلب؟ اگر ہمارے سیٹ اپ میں ارباب اختیار کے نزدیک ہر نئی سوچ، فکر یا دعویٰ فتنہ ہے تو پھر وہ سب لوگ جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کیلئے وقتاً فوقتاً دنیا میں بھیجے یا وہ لوگ جنہوں نے نئی نئی دریا فتنیں کر کے انسانی علم میں اضافے کیے وہ سب فتنہ پرور ٹھہرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سب فتنہ پرور نہیں بلکہ علم پرور تھے کیونکہ انہوں نے انسانوں کو گمراہی کی ضلالتوں اور لاعلمی کی جہالتوں سے نکال کر ہدایت اور علم کے چراغ روشن کیے۔ میں اپنے مذہبی ارباب اختیار سے پوچھتا ہوں کہ یہ ماضی کے لوگ آپ کی نظر میں کیا فتنہ پرور تھے؟ اور اگر نہیں تو پھر آج آپ نے افکار تازہ پر پابندی کیوں لگا رکھی ہے؟ آج آپ ہر مدلل سوچ، فکر یا دعویٰ کو فتنہ کیوں کہتے ہو؟ اور اس جرم کا آپ کے پاس کیا جواز ہے؟ اگر آپ ان گزرے ہوئے مقدس انسانوں کے وقت میں ہوتے تو تم ضرور انکی بھی تکفیر کرتے۔

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں افرادِ جماعت کو انکی اسیری کی واضح خبر دی گئی تھی۔ خلیفہ ثانی صاحب نے افرادِ جماعت کو اسیر بنا کر الہامی پیشگوئی کی سچائی پر مہر لگا دی ہے۔ اب اگر اسیر ہونے کی بات پوری ہو چکی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اسیروں کی رستگاری کا واقعہ بھی ضرور رونما ہونے والا ہے۔ افرادِ جماعت سے گزارش ہے کہ آج حضرت بائے جماعت کا موعود کی غلام تم میں موجود ہے اور وہ تمہاری رہائی کیلئے جدو جہد میں پیہم مصروف ہے۔ وہ تمہیں پکار رہا ہے۔ آپ نے اسیر ہونے کیلئے کافی قربانیاں دے دی ہیں۔ اب اٹھو اور اپنی رہائی کیلئے بھی قربانیاں پیش کرو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بالکل سچ ہے کہ وہ کسی قوم کی حالت کو اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔ میری آپ سب کیلئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو فہم و فراست بھی عطا فرمائے اور آپ کو جلد از جلد اسیری سے نجات بھی بخشے۔ آمین

خاکسار۔۔۔ عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی



تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔“

(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحات ۳۰۴ تا ۳۰۵)

اب سوال یہ ہے کہ حضور کی قدرت ثانیہ سے کیا مراد تھی؟ حضرت مسیح موعود کے الہام اور اپنے کلام کے مطابق قدرت ثانیہ سے اولین مراد غلام مسیح الزماں تھا۔ آپ نے اسے مصلح موعود کا نام بھی دیا ہے۔ اسکے بعد آپ کی قدرت ثانیہ سے مراد وہ لوگ تھے جو آپ کی وفات کے بعد کم از کم چالیس یا زیادہ مومنوں کے اتفاق رائے سے منتخب ہونے تھے۔ مزید وضاحت کیلئے اسی رسالہ سے حضور کا ایک اور اقتباس نقل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

”اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔  
**ث**۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔“ (ایضاً صفحات ۳۰۶ تا ۳۰۷)

”**ث**۔ ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس (۴۰) مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کیلئے نمونہ بناوے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اسکے ذریعہ سے

حق ترقی کریگا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ سوان دنوں کے منتظر رہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔“

حضورؐ نے ان الفاظ میں وضاحت فرمادی ہے کہ میرے بعد بعض لوگ منتخب ہوں گے اور یہ لوگ نگران یعنی (Care taker) ہونگے اور انتظامی امور چلائیں گے اس وقت تک جب تک کوئی روح القدس پا کر کھڑا نہیں ہوتا۔ اور جب کوئی روح القدس پا کر کھڑا ہو گیا تو جماعت کو اُسکی پیروی کرنا ہوگی۔ اس سے ایک سال قبل یعنی نومبر ۱۹۰۴ء میں حضورؐ نے ایک لیکچر موسومہ بہ اسلام تحریر فرمایا۔ اس لیکچر سیا لکوٹ میں بھی آپؐ نے ایک لحاظ سے قدرت ثانیہ کا ہی ذکر فرمایا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

”اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لیے ضرور تھا کہ امام آخر الزماں اسکے سر پر پیدا ہو۔ اور اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لیے بطور ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔ اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ

مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔“ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۸)

اس اقتباس میں بھی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد میری ظلیت میں امام بھی ہونگے اور مسیح بھی۔ ائمہ یا خلفاء سے مراد تو وہ وجود ہیں جن کا حضورؐ کے بعد لوگ انتخاب کریں گے لیکن مسیح کا انتخاب نہیں ہوگا۔ وہ رُوح القدس سے کھڑا ہوگا۔ اور یہ وہی مسیح ہے جس کا الہامی نام غلام مسیح الزماں ہے۔ ایک لمبے عرصے سے افراد جماعت کی اس طرح ذہنی تربیت کی جا رہی ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا خلیفہ خدا بناتا ہے یا کہ وہ منتخب کیا جاتا ہے؟ اگر منتخب ہونے والے خلیفہ کو خدا بناتا ہے تو پھر حضورؐ کے بقول ”اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو“ سے کیا مراد ہے؟

امرو واقعہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ میں امام یا خلیفہ منتخب کیا جاتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے بعد صرف ایک شخص ہے جسے خدا خلیفہ بنائے گا اور وہ غلام مسیح الزماں ہے۔ ہاں عرف عام یا عمومی رنگ میں جس طرح لوگ اپنا راہنما منتخب کرتے ہیں اور وہ راہنما خدا ہی منتخب کر داتا ہے اسی طرح جماعت احمدیہ میں بھی امام یا خلیفہ کو لوگ منتخب کرتے ہیں اور عمومی رنگ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ انتخاب خدا تعالیٰ کی رضا کیساتھ ہی ہوا۔ اب عرصہ دراز سے نظام جماعت کے تحت تنخواہ دار مولویوں نے ”خلیفہ خدا بناتا ہے“ کی رٹ لگا کر لوگوں کے ذہنوں میں یہ بٹھایا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے حالانکہ درحقیقت وہ منتخب ہوتا ہے، اور وہ جسے خدا نے خلیفہ بنانا تھا یعنی غلام مسیح الزماں اُسے پردہ یا منظر سے غائب کر دیا۔ حق اور سچ بات تو یہ تھی کہ لوگوں کو یہ تعلیم دی جاتی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ائمہ یا خلفاء تو منتخب ہوتے ہیں اور غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود جو روح القدس پا کر کھڑا ہوگا اور اُسے خدا تعالیٰ عَلٰیٰ مِنْهَاجِ النَّبُوَّةِ خَلِيفَةً بَنَايَ كَا۔ اب اس سے بڑا ظلم اور جرم کیا ہو سکتا ہے کہ جس کو تو خدا نے خلیفہ بنانا تھا اُسے تو منظر سے ہی غائب کر دیا گیا اور جنہیں بقول حضرت مسیح موعودؑ لوگوں نے منتخب کرنا تھا اُنکے بارے میں افراد جماعت کے ذہنوں میں یہ بٹھایا گیا کہ انہیں خدا نے خلیفہ بنایا ہے؟

وَمَكْرُؤٌ وَّمَكْرَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (ال عمران - ۵۵)

اور انہوں نے بھی تدبیریں کیں اور اللہ نے بھی تدبیریں کیں اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

مورخہ ۸ دسمبر ۲۰۰۳ء

☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## ہر احمدی سے ایک سوال۔؟

جماعت احمدیہ میں ہر امام یا خلیفہ براہ راست روح القدس پا کر کھڑا نہیں ہوتا بلکہ وہ منتخب کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس انتخاب میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہوتی ہے لہذا خلیفہ وقت جو ارشاد فرماتا ہے اس میں بھی الہی تائید شامل ہونی چاہیے۔ ہمارے چوتھے خلیفہ نے مسند امامت پر بیٹھتے ہی احباب جماعت کو تشریں نعمات سنائے۔ دراصل خلیفہ منتخب ہونے سے چھ سال قبل ۱۹۷۶ء میں آپ نے ایک نعت لکھی۔ اس نعت کے آخری بند میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک التجا کی تھی اور وہ یہ کہ پیارے نبی ﷺ کی قوت قدسیہ کا جلوہ مجھ پر بھی ظاہر فرما۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

اک میں بھی تو ہوں یارب۔ صیدتہ دام اس کا۔ دل گاتا ہے گن اُسکے لب چپتے ہیں نام اُس کا  
آنکھوں کو بھی دکھلا دے۔ آنال بام اس کا۔ کانوں میں بھی رس گھولے ہر گام خرام اُس کا  
خیرات ہو مجھ کو بھی۔ اک جلوہ عام اُس کا۔ پھریوں ہو کہ ہو دل پر۔ الہام کلام اُس کا

اس بام سے نور اترے نعمات میں ڈھل ڈھل کر

نعموں سے اٹھے خوشبو۔ ہو جائے سرود عنبر

میری کتاب ”غلام مسیح الزماں“ کے حصہ اول کے چوتھے باب کا عنوان ہے ”امام وقت کی حیرت انگیز بشارات“ اور یہ باب صفحہ ۲۱۷ سے ۲۳۵ تک لکھا ہوا ہے۔ میری احباب جماعت سے گزارش ہے کہ آپ اس باب میں حضور کے کلام کو بھی پڑھیں اور اسکی جو میں نے تشریح کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی

آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا، رُخ پلٹ جائے گا، رُت بدل جائے گی

وہ کونسا مومن ہے جس کی آہ سے ٹکرا کر طوفان کا رُخ پلٹنے اور رُت بدلنے والی ہے۔؟؟؟

یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اُڑدھا

آج بھی دیکھنا **مردِ حق کی دُعا**، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

یہ ”مردِ حق کی دُعا“ کیا ہے جو سحر کی ناگنوں کو نکلنے والی ہے۔؟؟؟

عصرِ بیمار کا ہے مرضِ لادوا، کوئی چارہ نہیں اب دُعا کے سوا

اے **غلامِ مسیح الزماں** ہاتھ اٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

یہ غلامِ مسیح الزماں جس کے ہاتھ اُٹھنے سے بیمار زمانہ شفاء پانے والا ہے، کون ہے اور کہاں ہے۔؟؟؟

**کلیدِ فتح و ظفرِ تھمائی** تمہیں خدا نے اب آسماں پر

نشانِ فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

یہ موعودِ الہامی کلیدِ فتح و ظفر کون ہے اور کہاں ہے۔؟؟؟

**دیر کے بعد اے دُور کی راہ سے آئیو!** تمہارے قدم کیوں نہ لیں

میری ترسی نگاہیں کہ تمہیں منتظر، اک زمانے سے اس کارواں کیلئے

یہ دیر کے بعد اور دُور کی راہ سے آنے والا کون ہے اور کہاں ہے۔؟؟؟

اُنکی چاہت مراد عابن گیا، میرا پیراُن کی خاطر دُعا بن گیا

بخدا اُن کا ساتھی خدا بن گیا، وہ بنائے گئے آسماں کیلئے

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں یہ خدا نما بننے والا کون ہے اور کہاں ہے۔؟؟؟

گو آ رہی ہے میرے ہی گیتوں کی بازگشت

نغمہ سراہیں دشت و جبل آپ کے لیے

حضور نے جسے اپنے گیتوں کی بازگشت قرار دیا ہے وہ کون ہے اور کہاں ہے۔؟؟؟

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے دور خلافت میں جو گیت گائے اور میں نے جو انکی تشریح کی ہے۔ یہ تشریح میں نے عقل سے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان اشعار کے معنی کا اس عاجز پر انکشاف فرمایا ہے۔ ان اشعار میں خلیفہ رابع صاحب نے جماعت کو ایک ایسے شخص کی خبر دی ہے جس کا حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام وعدہ دیا گیا تھا۔ اب میرا ہر احمدی سے یہ سوال ہے کہ جس شخص کا متذکرہ بالا اشعار میں ذکر کیا گیا ہے، جس شخص کی آمد کی خبر دی گئی تھی وہ کون ہے اور کہاں ہے۔۔۔؟ اگر خاکسارانِ شعار کا مصداق نہیں ہے تو جماعت میں ان اشعار کا جو مصداق ہے اُسے میدان میں آنا چاہیے تاکہ میرا موقوف (اگر غلط ہے) غلط ثابت ہو جائے۔ لیکن میں کہتا ہوں جو مصداق تھا وہ آ گیا اور کوئی دوسرا نہیں آئے گا۔ آج سے بیس سال قبل اللہ تعالیٰ نے مجھے اس فضل اور اس موعود غلامی کی خبر بخشی تھی اور پھر دھیرے دھیرے اس موعود غلامی کا الہامی، علمی اور قطعی ثبوت بھی مجھے بخشا گیا۔ دس سال (۱۹۹۳ء سے ۲۰۰۳ء) سے میرا یہ موقوف چوتھے خلیفہ صاحب کے آگے تھا۔ انہیں چاہیے تھا کہ میرے مقدمہ کا فیصلہ اپنی زندگی میں سنا کر جاتے۔ لیکن مجھے افسوس ہے انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اب میں اپنا یہ موقوف افرادِ جماعت اور تمام دنیا کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو میرے اس موقوف اور اس کے مدلل ثبوت کو بذریعہ دلیل جھٹلا سکے۔؟؟؟ ہرگز نہیں۔ خاکسار وہی موعود زکی غلام ہے جس کی ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں بشارت آچکے پاس موجود ہے۔

والسلام علی من اتبع الهدی

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

مورخہ ۲۴۔ دسمبر ۲۰۰۳ء

☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## آفادہ عام کیلئے

”قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ رَّبِّكَ لِاَهَبَ لَكَ غُلَمًا زَكِيًّا ☆ قَالَتْ اَنْتَى يَكُوْنُ لى عَلْمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنى بَشَرٌ وَّلَمْ اَكْ بَغِيًّا ☆ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰى هَمِيْنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ☆“ (مریم۔ ۲۲ تا ۲۰)

اُس (فرشتہ) نے کہا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں تجھے ایک زکی غلام دینے آیا ہوں۔ کہنے لگیں بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ نہیں لگا اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ اُس نے کہا ایسا ہی ہے لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ یہ مجھ پر بہت آسان ہے، ہم تو اُسے لوگوں کیلئے ایک نشان بنا دیں گے اور اپنی جناب سے رحمت، یہ تو ایک طے شدہ بات ہے۔

This is a letter from Mirza Imran Ahsan from Sydney Australia:

Mr. Abdul Ghaffar Junba, Asslam o alaikum I am surprised to read your views in your book and the letters you wrote to Hazrat Khalifatul Masih IV published in your www.alghulam.com. Unfortunately I also consider your dreams and messages as WASAAWIS as Hazoor did. You are terribly mistaken. You should better read The Holy Quran carefully. Read Sura-e-Aal-e-Imran verse 39-40. There is no doubt that the word GHULAM is used for a son nothing other than that. It is Sunat-Allah that He promises His prophets with SALEH pious progeny (AULAAD). So did He promised Hazrat Masih Maud AS. Ghulam is nothing but son of Hazrat Masih Maud AS. There is no IJTEHAADI GHALATI, if there is then verse 40 of Aal-e-Imran is also Allah's Ijtheaadi

Ghalati, Naauzobillah. Hazrat Masih Maud AS based his views and philosophies and understanding of his ILH AMAAT all on The Holy Quran, so was this prophecy about Musleh Maud. I will be more inclined to believe the dreams, KASHOOF and ILHAAMAT of Hazrat Khalifa II (Musleh Maud) who claimed later in 1940s that he is Musleh Maud as promised to Hazrat Masih Maud than yours.

His pious life is in front of me as historical evidence and I see repeated signs of God's will and support for him. Otherwise believing in you means that I have doubts about the verses of Quran. Naauzobillah, Allah did a mistake in equating "Ghulam" to "son" in verse 40 of Sura-e-Aal-e-Imran. You better reconsider all your philosophy and join Jamaat Ahmadiyya in its real spirit. Although Ghulam can be anyone. But a promised Ghulam was Hazrat Mirza Bashiruddin Mahmood Ahmad Al-Musleh Maud RA.

If you consider Khalifatul Masih as "Yaa Syed" then you should better remain in the fold of ATAA'AT (obedience). If you have some doubts about Ghulam or Musleh Maud, then keep them with yourself. Because I consider you seriously confused in this matter.

I hope and pray that Allah may give you sense and understanding to stop any more of such discussions. Also pray yourself and also request the Khalifatul Masih for prayers.

You did not tell anything that what Services you did as being Musleh and Ghulam ? Did you do any single service in the way Islam. If you did, let me know about that. Better join as a humble servant and work for Ahmadiyyat, the true Islam, and save the humanity from suffering and chaos rather than creating **FITNA** within the fold of Ahmadiyyat.

Wassalam,

MIRZA IMRAN AHSAN

مرزا عمران احسان صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سب سے پہلے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کی پوسٹ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے میری کتاب کو پورے طور پر نہیں پڑھا۔ اگر آپ میری کتاب کا بغور و فکر مطالعہ کرتے تو آپ نے جو سوال اٹھائے ہیں وہ نہ اٹھاتے۔ کیونکہ آپ کے سوال میری کتاب پڑھنے کے بعد پیدا ہی نہیں ہوتے۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ جلدی نہ کرو اور جوش نہ دکھاؤ بلکہ ہوش کیساتھ اور تحمل اور بردباری کیساتھ میری کتاب کا بغور مطالعہ کرو۔ دوسرے میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میری کتاب کے حصہ اول ’الہامی پیشگوئی کا تجزیہ‘ میں میری اپنی باتیں بہت کم ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ زیادہ تر قرآن مجید، احادیث صحیحہ، وہ کلام الہی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا اور خود حضرت مسیح موعود کے اپنے کلام پر مشتمل ہے۔ میں نے ان ذرائع سے دلائل کیساتھ یہ بات محکم رنگ میں ثابت کی ہے کہ غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود نہ تو حضرت مسیح موعود کا جسمانی بیٹا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی ابھی وہ مبعوث ہوا ہے۔ اس حصہ میں میری باتیں بہت کم ہیں اور میں نے صرف نتیجہ نکالا ہے۔ میرا آپ سے اور علمائے جماعت سے یہ سوال ہے کہ کیا قرآن مجید، احادیث صحیحہ، وہ کلام الہی جو حضرت مرزا صاحب پر نازل ہوا اور خود آپ کا اپنا کلام، کیا یہ سب نعوذ باللہ نفسانی وساوس ہیں؟ اگر یہ سب نعوذ باللہ نفسانی وساوس ہیں تو جیسا کہ آپ نے چوتھے خلیفہ کے حوالہ سے بات کی ہے تو پھر میری کتاب کو بھی آپ ضرور نفسانی وساوس ہی سمجھ لیں اور میں بھی اسے ایسا ہی سمجھ لوں گا۔ لیکن اگر نعوذ باللہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ، وہ کلام جو حضرت مرزا صاحب پر نازل ہوا اور خود آپ کا اپنا کلام نفسانی وساوس نہیں تھے تو پھر آپ میری کتاب کو نفسانی وساوس کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ مرزا عمران احسان صاحب۔ خلیفہ ثانی ایک خوفناک غلطی کر بیٹھے ہیں اور بذریعہ نظام آج تک اس خوفناک غلطی کو سچ بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اب ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مہدی و مسیح موعود کی جماعت پر رحم فرماتے ہوئے اس سنگین غلطی کی اصلاح فرماتا۔ آپ کی پوسٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے



۱۷۶ سے ۱۸۷ تک بغور مطالعہ فرمائیں۔ لیکن آفادہ عام کیلئے میں یہاں پر بھی مختصر طور پر عرض کرتا ہوں کہ آپ کی متذکرہ بالا سورۃ ال عمران کی آیات ۳۹ اور ۴۰ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پاک اولاد کیلئے دعا مانگی اور اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بذریعہ ملائکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت سے نوازا۔ اب اس سے اگلی آیت ۴۱ میں ذکر ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس بشارت کے ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے۔ پھر میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا؟ حضرت یحییٰ کی بشارت کے بعد حضرت زکریا کے یہ الفاظ کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا؟ بتا رہے ہیں کہ بشارت کے وقت حضرت یحییٰ موجود نہیں تھے بلکہ بشارت کے بعد پیدا ہوئے اور جوان ہوئے اور نبی بنے وغیرہ۔

مرزا عمران احسان صاحب! آپ نے قرآن پاک کی جن آیات کا حوالہ دیا ہے انہی آیات سے ملتا جلتا ایک الہام حضرت مہدی مسیح موعودؑ کو ۶۔ نومبر ۱۹۰۷ء کو ہوا تھا۔ جو درج ذیل ہے۔ ”سَأَهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔ رَبُّ هَبْ لِي ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيٰى۔“ میں تجھے ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔ اے میرے خدا! پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔

(تذکرہ ۶۲۶ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، مورخہ ۱۰۔ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

جب یہ الہام ہوا تو اس وقت قرآن پاک کی سنت کے مطابق وہ زکی غلام اور وہ غلام جسے اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کا نام دیا ہے، موجود نہیں تھا بلکہ اُس نے الہی سنت کے مطابق اپنی بشارت کے بعد پیدا ہونا تھا۔ عمران احسان صاحب آپ سے اور افراد جماعت سے میرا یہ سادہ سا سوال ہے کہ اگر الہام کے مطابق یہ زکی غلام جسے اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کا نام بھی دیا ہے حضرت مرزا صاحب کا کوئی اپنا جسمانی فرزند تھا تو وہ کونسا جسمانی فرزند تھا جو اس بشارت کے بعد حضورؑ کے گھر میں پیدا ہوا؟ اور پھر کیا اُس فرزند نے بڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اپنا موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا؟ حضرت خلیفۃ الرابع صاحب تو میرے اس سوال کا جواب نہیں دے سکے۔ اگر ہو سکے تو آپ برائے مہربانی اس جسمانی بیٹے کا نام بتا کر میری معلومات میں اضافہ کیجئے۔ میرے علم کے

مطابق صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی پیدائش یعنی چودہ (۱۴) جون ۱۸۹۹ء کے بعد حضورؐ کے ہاں کوئی جسمانی بیٹا پیدا نہیں ہوا تھا۔ اب متذکرہ بالا ۶۔۷ نومبر ۱۹۰۷ء کے الہام کی روشنی میں دو صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

**پہلی صورت**۔ یہ کہ حضرت مہدی مسیح موعودؑ سچے ہیں اور آپ کا متذکرہ بالا الہام بھی سچا ہے اور اس الہام میں جس زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی جسے یحییٰ کا نام بھی دیا گیا ہے، وہ حضورؐ کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں تھا بلکہ وہ آپ کا کوئی روحانی فرزند تھا جس نے جماعت احمدیہ میں بشارت کے بعد کسی وقت پیدا ہونا اور ظاہر ہونا تھا۔

**دوسری صورت**۔ یہ کہ نعوذ باللہ متذکرہ بالا ۶۔۷ نومبر ۱۹۰۷ء کا الہام جھوٹا تھا کیونکہ اس الہامی بشارت کے بعد حضرت مہدی مسیح موعودؑ کے ہاں کوئی جسمانی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور ایسی صورت میں تو نعوذ باللہ حضورؐ کا دعویٰ ہی جھوٹا ہو جاتا ہے۔

اب عمران صاحب۔ آپ کو اور افراد جماعت کو کونسی صورت منظور ہے پہلی صورت یا کہ دوسری۔ مجھے امید ہے عمران صاحب اور افراد جماعت دوسری صورت کو کسی صورت میں بھی قبول نہیں کریں گے اور خاکسار بھی دوسری صورت کو رد کرتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود و مہدی موعودؑ یقیناً سچے تھے اور آپ کا یہ الہام بھی سچا ہے اور ہمیں ہر حال میں پہلی صورت کو قبول کرنا ہے۔ وہ یہ کہ اس متذکرہ بالا ۶۔۷ نومبر ۱۹۰۷ء کے الہام میں کسی جسمانی لڑکے کی بشارت نہیں تھی بلکہ کسی روحانی فرزند کی بشارت تھی۔ جس نے اپنی بشارت کے بعد کسی وقت جماعت احمدیہ میں پیدا ہونا ہے۔ وہ زکی غلام اور یحییٰ ایسے ہی حضرت بانئے جماعت کا روحانی فرزند ہوگا جیسے بذات خود آپؑ آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند تھے۔ اور یہ زکی غلام وہی روحانی فرزند ہے جس کی بشارت ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی مفصل الہامی پیشگوئی میں دی گئی تھی۔ اور یہی موعود غلام مسیح الزماں مصلح موعود ہے جس نے ۶۔۷ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد کسی وقت پیدا ہونا ہے۔ فَتَدْبَرُوا إِلَيْهَا الْعَاقِلُونَ۔

میں عمران احسان صاحب اور افراد جماعت سے عرض کرتا ہوں کہ خلیفہ مسیح الثانی موعود زکی غلام کی بجائے موعود لڑکا تو ہو سکتے ہیں۔ آپ خدا کیلئے انہیں جو وہ تھے وہی رہنے دیں اور جو وہ نہیں تھے وہ انہیں نہ

بنائیں۔ تاریخ مذہب میں پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے کہ غلطی سے کسی شخص کے رتبہ کو بڑھا دیا گیا اور اب آپ بھی ایسا ہی کر رہے ہیں۔ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں۔ حضرت مسیح ابن مریم نامی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور رسول تھے لیکن واقعہ صلیب کے بعد آہستہ آہستہ آپ کے ماننے والوں نے غلطی سے یادیدہ و دانستہ آپ کو نعوذ باللہ ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا بنا دیا۔ میں افراد جماعت سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کی نظر میں حضرت مسیح ابن مریم ایک نبی یا رسول تھے یا کہ نعوذ باللہ ابن اللہ تھے؟ آپ تسلیم کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور رسول تھے جو کہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اسی طرح میں آپ سے کہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات کی روشنی میں خلیفۃ المسیح<sup>۱</sup> الثانی بھی موعود لڑکا تو ثابت ہو سکتے ہیں لیکن موعود غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود ہرگز نہیں۔

عمران صاحب! آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ تقویٰ سے کام لیں اور ضد نہ کریں۔ ایک جھوٹا دعویٰ کر کے اور پھر جبری نظام کیساتھ اسے منوا کر افراد جماعت کو ایک ابتلاء میں ڈال دیا گیا ہے۔ آپ انہیں اس سنگین ابتلاء سے نکالنے کی کوشش کریں نہ کہ ضد کر کے انہیں مزید ابتلاؤں میں ڈالیں۔ افراد جماعت اب تھک چکے ہیں اور جماعت میں ڈر کے مارے اپنی زبان نہیں کھولتے۔ میں افراد جماعت سے بھی کہوں گا کہ آپ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈریں نہ کہ نظام جماعت کے عہدیداروں سے۔ صرف حق اور سچ کو قبول کرو۔ عمران احسان صاحب! خاکسار مذہب کے حوالے سے امی تھا۔ اب میں جو کچھ کہتا ہوں اس علم کی روشنی میں کہتا ہوں جو کہ رب کریم نے مجھے بخشا ہے۔ میں ہمیشہ ہی اطاعت گزار رہا ہوں اور اب تک اطاعت کرتا رہا ہوں۔ لیکن یاد رکھیں اطاعت صرف سچ کی ہونی چاہے نہ کہ جھوٹ کی۔ مجھے اطاعت کا سبق دینے کی بجائے اپنے حال پر رحم کرو۔ بقول غالب۔ جانتا ہوں ثواب طاعت وزہد۔ پر طبیعت ادھر نہیں آتی

احمدیوں کی مخصوص برین واشنگ (brain washing) کر کے ان بچاروں کو حیوانوں ایسا بنا دیا گیا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے عقائد کا قرآن مجید کی روشنی میں جائزہ لیں۔ انہیں ہر اُس عقیدہ کو جھٹلا دینا چاہیے جسے قرآن کریم جھٹلائے۔ مزید برآں جب کسی انسان کو کسی حقیقت کا علم ہو جائے تو اُس پر فرض ہے کہ وہ

دوسرے لوگوں کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کرے۔ جناب عمران احسان صاحب! میری کتاب (غلام مسیح الزماں) کے پیش لفظ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطبہ جمعہ ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کا اقتباس بھی آپ پڑھ لینا۔ آپ مجھے نصائح کرنے کی بجائے اپنے حال پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی مسیح موعودؑ کی غلامی اور برکت سے مجھے کیا بخشا ہے آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ مجھے امید ہے وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی اور افراد جماعت کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ مجھے نصائح کرنے کی بجائے آپ سردست میری کتاب کو مکمل طور پر تقویٰ کیساتھ پڑھیں۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح۔ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا آپ نے پوچھا ہے کہ بحیثیت غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود آپ کوئی خدمت کرنا چاہتے ہیں؟ جناب عمران صاحب۔ افراد جماعت کو ایک سنگین غلطی سے نکالنے اور انہیں ایک جبری نظام سے رستگاری دلانے سے بڑھ کر اور کیا خدمت ہو سکتی ہے؟ میری کتاب میں پیش لفظ سے پہلے ایک نظم بعنوان ”میری پکار“ درج ہے۔ میری سادگی اور لاعلمی کا تو یہ حال تھا کہ مجھے تو مانگنے کا بھی پتہ نہیں تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سکھایا کہ میں اُس سے کیا مانگوں؟ میں کوئی شاعر نہیں ہوں اور یہ دعائیں اشعار اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھائے ہیں۔ یہ ایک مقبول دعا ہے اس پر غور کرنا اور دیکھنا کہ میں نے اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگا ہے؟ اس مقبول دعا کا پس منظر میری کتاب کے مقدمہ میں خط نمبر ۲ میں درج ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس نظم میں خاکسار نے اللہ تعالیٰ کے حضور جو ”پکار“ کی ہے وہ قبولیت پا چکی ہے اور مجھے اس کا یقین محکم ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے خدمت اسلام کی توفیق ضرور بخشے گا آمین۔ مجھے اس ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔ آخر میں آپ سے اور افراد جماعت سے میری درخواست ہے کہ اگر آپ سب ٹھنڈے دل اور ہوش و حواس سے میری کتاب (غلام مسیح الزماں) کا بغور و فکر مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو یقیناً حقیقت سے آگاہی ہو جائے گی۔ جہاں تک فتنے کا تعلق ہے تو ہر اُس احمدی جس نے اس جبری نظام کے آگے سر نہ جھکا یا اور جھوٹ کی بیروی نہ کی تو اُسے ہمیشہ اور ہر دور میں فتنہ باز کہا گیا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کسی کے کہنے سے کوئی فتنہ باز نہیں بن جایا

کرتا۔ اب تو یہ لفظ ویسے ہی اپنا اثر کھو چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اختلاف امتی رحمة“ کہ میری امت میں اختلاف باعث رحمت ہوگا۔ آپ برائے کرم اس آمرانہ نظام کی آڑ میں اُمت محمدیہ کو اس رحمت سے محروم نہ کریں۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (صف-۹)

وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا خواہ کافر کتنا ہی

نا پسند کریں

خاکسار

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

۲۸۔ دسمبر ۲۰۰۳ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## آب آمد، تیمم برخواست

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِیْنَ وَالْأَقْرَبِیْنَ۔

(النساء-۱۳۶)

اے ایماندارو! تم پوری طرح انصاف پر قائم رہنے والے (اور) اللہ کیلئے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ گو (تمہاری گواہی) تمہارے اپنے (خلاف) یا والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف پڑتی ہو۔

This is a letter from an anonym person:

SALAM, By the way how can we accept you? Should we do a BAAIT? ,, and leave the Khalifa-e-waqt. It is very contradicting claim with the normal reasoning of Ahmadi beliefs. If you are an appointed divine from God than why is someone else heading the Jamaat. The dreams you wrote and your Nazm can possibly be right and from God but in my opinion you misunderstood the message from God. You also wrongly understood some of the poems from Khalifa IV RA. He denied such beliefs in response to your letters. He was not expecting any promised Ghulam and Musleh Maud in present age. You wrote that you took queue/hint from his different ASHAAR, If he denied such representation of ideas in those ASHAAR than I believe you surely are wrong in quoting Promised Messiah and also from Holy Quran. Every other Ahmadi daims that he / she has seen several dreams, day time images and words of

God, thus you are not alone. It is a repeated phenomena in Ahmadi families to see righteous dreams and I believe that God has done the same with you but you misunderstood and continued to misunderstand. You are also against the NIZAAM, System, but as I have the understanding, it is a plant sown by God himself. Khilafat is also sown by God which has become a strong tree now. If you are God's appointed person than what is Khalifa's authority and what is your authority, where is the dividing line? There will be conflict. Should Khalifa consult you on all matters or what? If you are not NABI than there is no Obligation to believe in you. Do you claim to be a NABI? If you are a NABI than lets see what message you brought other than

1. You are Ghulam and Musleh Maud

2. NIZAAM is bad and stopping freedom of speech.

I am failed to get anyother point or divine message than these 2. What message you brought? like other prophets did. Hazrat Masih Maud AS wrote over 70 books and challenged the religious world by showing the beauty of Islam, Are you going to follow him? Anyway all the best with your life. You have started an interesting discussion where unfortunately you have to face ridicule. But for such a tall claim you should have strong reasons. You should also prove yourself. Even if you are right in pointing out some misjudgments to Promised Messiahs prophecies by later KHALIFAS, the burden of proof is on you. How can your truth be judged by mere fact that in your opinion Khalifa II and others misunderstood about Musleh Maud's prophecy. This doesn't mean in any case that you become automatically Musleh Maud. Prove your truth as well.

برادر مگنام صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ نے اپنے خط میں اپنا نام نہیں لکھا۔ اگر آپ اپنا نام لکھتے اور میں آپ کو مخاطب کر کے جواب دیتا تو زیادہ بہتر تھا اور مجھے خوشی ہوتی۔ بہر حال آپ کے خط اور آپ کی نیک تمناؤں کیلئے شکریہ۔ آپ نے بڑی سنجیدگی کیساتھ بڑے سنجیدہ سوالات کیے ہیں۔ ان سوالات کیلئے بھی آپ کا شکر گزار ہوں۔ ان سوالات کے جوابات میں دوسرے لوگوں کو بھی بہت ساری مفید معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ آپ کے خط سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے میرے Message کا حوالہ دیکر یہ سوالات کیے ہیں۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ آپ نے میری کتاب (غلام مسیح الزماں) پڑھی ہے یا کہ نہیں۔ اگر آپ نے کتاب پڑھی ہے تو آپ کو آپ کے بیشتر سوالات کے جوابات اس میں مل جانے چاہیے تھے۔ اگر آپ نے کتاب نہیں پڑھی تو آپ ضرور اپنے سوالات کی روشنی میں اسے پڑھیں اور اس میں سے ہی جوابات ڈھونڈنے کی کوشش کریں۔ بات شروع کرنے سے پہلے عرض کرتا ہوں کہ آپ کی پوسٹ انگریزی میں ہے۔ میں معذرت کیساتھ آپ کے سوالات کے جوابات اردو میں لکھ رہا ہوں۔ اپنے جوابات کیساتھ آپ کا انگریزی خط بھی لگا دوں گا تاکہ دوسرے لوگ بھی آپ کے سوالات اور میرے جوابات اکٹھے پڑھ لیں۔ اپنے خط کے آخر میں آپ یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ یہ کہنے میں سچے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپ کے خلفاء سے آپ کی پیشگوئیوں کے متعلق جو غلط فہمیاں ہوئی ہیں تو اس کا بار ثبوت آپ پر ہے؟ آپ کے یہ کہنے سے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ اور دوسرے لوگوں نے پیشگوئی مصلح موعود کو غلط سمجھا، آپ کی سچائی کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ اس سے آپ کیسے مصلح موعود بن سکتے ہیں؟ آپ اپنی سچائی کا ثبوت دو؟

جواب کے طور پر عرض ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کے خلفاء نے آپ کی پیشگوئیوں کو سمجھنے میں غلطیاں کی ہیں۔ یہ بات ہرگز نہیں۔ میں یہ بات صرف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے متعلق کہتا ہوں۔ اس مفصل پیشگوئی میں ایک لڑکے اور ایک زکی غلام کی بشارتیں موجود ہیں۔ میں

صرف اتنا کہتا ہوں کہ شومی قسمت سے غلام کے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ میں ایک غلط فہمی پیدا ہو چکی ہے۔ جب یہ پیشگوئی نازل ہوئی تھی تو اسکے ساتھ ہی جماعت احمدیہ میں ابتلاء کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ ہنوز چلا آ رہا ہے۔ جس مقدس وجود پر یہ پیشگوئی نازل ہوئی تھی انہوں نے بارہا فرمایا ہے کہ اپنی پیشگوئیوں کو سمجھنے میں بعض اوقات انبیاء سے بھی اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے۔ جب اپنی پیشگوئی کو سمجھنے میں ایک نبی سے بھی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے (جو کہ بعد میں دور کر دی جاتی ہے) تو پھر انبیاء کے خلفاء یعنی جانشین بھی کسی پیشگوئی کو سمجھنے میں یقیناً غلطی کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے آپ کے ذہن میں یہ سوال بھی آئے کہ اگر انبیاء کے بعد ان کے خلفاء پیشگوئی کو سمجھنے میں غلطی کر سکتے ہیں تو پھر آپ (یعنی خاکسار) بھی الہامی پیشگوئی کو سمجھنے میں غلطی کر سکتا ہے۔ میری عرض ہے کہ اگر صرف اور صرف عقل کیساتھ میں کسی الہامی پیشگوئی کو سمجھنے کی کوشش کرونگا تو پھر میں بھی اجتہادی غلطی کر سکتا ہوں۔ لیکن میں نے تو آغاز ہی میں اپنی کتاب کے انتساب میں بڑے واضح الفاظ میں یہ عرض کر دیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے نام جس نے مجھے غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی پیشگوئی کی حقیقت سے آگاہ فرمایا ہے“ اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے۔ آپ پوچھیں گے کہ وہ کیسے؟ اس کی تفصیل کتاب کے مقدمہ کے علاوہ حصہ اول اور حصہ دوم میں موجود ہے۔ ذرا غور و فکر اور توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ حصہ اول کے پہلے تین ابواب پڑھیں تو پھر آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ اس الہامی پیشگوئی کو سمجھنے میں کس طرح غلطی لگی ہے؟

آپ کا یہ سوال کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضورؐ کے بعد خلفاء کو اس پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے اور آپ اسکی نشاندہی کر چکے ہیں تو اس سے آپ (یعنی خاکسار) کا غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ آپکی یہ بات بھی بالکل ٹھیک ہے۔ میں کب کہتا ہوں کہ چونکہ میں نے دلائل کیساتھ یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے سلسلے میں ایک غلط فہمی پیدا ہو چکی ہے لہذا میں غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود ہوں۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ میرا غلام مسیح الزماں ہونے کا ثبوت کتاب کے دوسرے حصہ (یعنی الہامی پیشگوئی کی حقیقت) میں موجود ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ وہ کیسے؟ میں عرض

کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ”نیکی خدا ہے“ کا عظیم ترین تصور ملا ہے جیسے آج سے قریباً اڑھائی ہزار سال پہلے سقراط کو ”نیکی علم ہے“ کا تصور ملا تھا۔ سقراط کا یہ ”تصور علم“ صدیوں انسانوں کیلئے پہلی بنا رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ پہلی ایسا معما ہوتی ہے جو کہ پتہ لگنے سے پہلے مشکل ترین اور پتہ لگنے کے بعد آسان ترین ہو جاتی ہے۔ اپنا مطلب واضح کرنے کیلئے ایک پہلی لکھتا ہوں۔ مثلاً (لال گائے لکڑی کھائے، پانی پیے اور مر جائے) اس پہلی میں آگ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اب جس انسان کو اس پہلی کے مطلب کا پتہ نہیں اس کیلئے تو یہ مشکل ترین معما ہے اور جس کو پتہ لگ جائے اس کیلئے یہ آسان ترین ہے۔ یہی معاملہ سقراط کے مشہور ”تصور علم“ کے بارے میں ہوا۔ اس ”تصور علم“ کے متعلق غور و فکر کے دوران میرے روحانی واقعہ کا آغاز ہو گیا جسکی کچھ تفصیل میری کتاب کے مقدمہ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس سقراطی ”تصور علم“ کے معانی سے خاکسار کو آگاہ فرمایا بلکہ اس تصور سے بھی ایک اعلیٰ ترین تصور یعنی **الہی تصور** مجھے عنایت فرمایا گیا ہے۔ پیشگوئی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں جگہ جگہ ملتی ہے۔ اس الہامی پیشگوئی میں نہ صرف غلام کی بشارت موجود ہے بلکہ اسکی کچھ صفات یا علامات یعنی نشانیاں بھی بتائی گئی ہیں۔ ان نشانیوں میں اسکی مرکزی علامات کچھ اس طرح بیان فرمائی گئی ہیں۔

”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزندِ دلہند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ سَكَانٌ اللَّهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“

آپ کو بھی علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کامل عرفان مجرد عقل کیساتھ ممکن نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔  
 ”وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ“ (۲-۲۵۶) اور نہیں احاطہ کر سکتے اُسکے علم میں سے کسی شے کا مگر جتنا وہ چاہے۔

اب خاکسار کو متذکرہ بالا ”الہی تصور“ غلام مسیح الزماں کی انہی علامات کیساتھ ملا ہے۔ اور اس طرح یہ ”الہی تصور“ ہی میرے غلام مسیح الزماں ہونے کا الہامی، علمی اور قطعی ثبوت ہے۔ کتاب کا حصہ دوم ”الہامی پیشگوئی

کی حقیقت، اسی ثبوت پر مشتمل ہے۔

میں نبی نہیں ہوں بلکہ ایک نبی کا موعود غلام ہوں۔ آپ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو مانتے ہیں اور آپ کے تمام الہامی کلام پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کلام سچا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے الہامی پیشگوئی میں ایک غلام کی بشارت دی کہ وہ تیرے بعد آئے گا اور تیری سچائی کی گواہی دے گا۔ اگر وہ غلام اپنی نشانی کیساتھ آجائے تو کیا افراد جماعت پر یہ فرض نہیں کہ وہ اس موعود غلام کو بھی تسلیم کریں کیونکہ وہ اس الہامی پیشگوئی کو پہلے ہی تسلیم کر چکے ہیں جس میں اُسکی بشارت موجود ہے۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ نبی کو ماننا ضروری ہے اور غیر نبی کو نہیں۔ یہ سب نفس کے دھوکے ہیں اور سچائی سے جان چھڑانے کے بہانے۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے (خاکسار کے) پیغام میں صرف دو باتیں ہیں۔ (۱) (عاجز) غلام اور مصلح موعود ہے (۲) اور یہ کہ نظام غلط ہے۔

دراصل میں نے پوری تفصیل کیساتھ کتاب میں ثابت کیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کا دعویٰ مصلح موعود غلط نہیں پڑتی تھا۔ آپ ایک موعود لڑکا تھے نہ کہ موعود غلام۔ موعود غلامی اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو بخشی ہے اور اس کا ایک ناقابل تردید ثبوت دیا ہے۔ باقی رہی نظام کی بات تو میں نظاموں کا مخالف نہیں بلکہ ہر اس نظام کا مخالف ہوں جس میں انسانوں سے آزادی ضمیر چھین لی جائے اور اُنکی سوچوں پر جبر کے پہرے بٹھا دیئے جائیں۔ ورنہ نظام کے بغیر تو ایک گھر بھی نہیں چل سکتا چہ جائیکہ ایک قوم یا ملک کو چلایا جاسکے۔ نظام ضرور ہونا چاہیے لیکن اُسکی روح قرآن اور اسلام کے مطابق ہو۔ پیش لفظ میں چوتھے خلیفہؒ کے ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کے خطبہ جمعہ کا اقتباس ضرور پڑھنا۔ کیا جماعت احمدیہ میں افراد جماعت کو ایسی آزادی دی گئی ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ جماعت احمدیہ کی بنیاد ضرور اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے لیکن آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ نظام بھی خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ متضاد احکام بھی دیا کرتا ہے؟ ایک طرف تو اعلان کرے کہ دین میں جبر نہیں اور دوسری طرف ایسا نظام بھی قائم کرے جس کی بنیاد ہی جبر پر رکھی گئی ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ستر (۷۰) سے زیادہ کتب تصنیف کی ہیں۔ لیکن آپکی تقریباً ہر کتاب میں حیات مسیح، وفات مسیح اور ختم نبوت کا ہی

ذکر ملتا ہے کیونکہ آپ ان غلط عقائد کی اصلاح کیلئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ آپ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ نہ ملاؤ۔ وہ نبی اللہ تھے اور میں آپ کا موعود غلام ہوں۔ نبی اور غلام نبی کے فرق کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ میں الہامی پیشگوئی کے متعلق جس غلطی کی اصلاح کیلئے کھڑا ہوا ہوں وہ میں نے ایک کتاب کی شکل میں کر دی ہے۔ جہاں تک زیادہ کتابیں لکھنے یا نہ لکھنے کا سوال ہے تو صرف تعداد ہی کو کافی نہ سمجھیں۔ اس ضمن میں یہ عرض ہے کہ اگرچہ سقراط نے اپنی زندگی میں کچھ نہیں لکھا اور وہ صرف زبانی فلسفیانہ گفتگو کیا کرتا تھا۔ لیکن اگر فلسفہ کے ترازو کے ایک پلڑے میں سارے مغربی فلسفہ کو رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں صرف سقراط کا مشہور تصور علم ”نیکی علم ہے“ رکھ دیا جائے تو پھر بھی سقراط کا پلڑا بھاری ہے۔

جہاں تک خلیفہ اور دوسرا شخص جو روح القدس پا کر کھڑا ہو، کے اختیار سے متعلق آپ کے سوالات ہیں ان کا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے رسالہ الوصیت میں بخوبی جواب دے دیا ہے۔ اور میں نے بھی اپنے مضمون ”قدرت ثانیہ سے کیا مراد ہے؟“ میں ایسی وضاحت کر دی ہے۔ میری آپ سے اور افراد جماعت سے گزارش ہے کہ آپ سب حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم اور احکامات کو ترجیح دیں نہ کہ کسی ایسی تعلیم کو جو حضورؑ کی تعلیم سے متصادم ہو۔ **یاد رکھیں ”آب آمد، تیمم برخواست“ ہی رسالہ الوصیت کا خلاصہ ہے۔** جہاں تک بیعت کا تعلق ہے تو اس سے بھی ضروری امر یہ ہے کہ افراد جماعت بڑے فکر اور ذمہ داری سے میرے دعویٰ اور اسکے ثبوت کو دیکھیں۔ اگر میں اپنے دعویٰ میں نعوذ باللہ سچا نہیں ہوں تو پھر میری کوئی حیثیت نہیں اور اگر سچا ہوں تو پھر ساری جماعت کیلئے یہ لمحہ فکر یہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ کے اشعار کی تشریح میں نے اس کلام الہی کی روشنی میں کی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوا تھا۔ اسکے برخلاف کوئی تشریح کر کے دکھاوے۔ جہاں تک یہ سوال ہے کہ چوتھے خلیفہ نے ان اشعار کی میری تشریح کو قبول نہیں کیا تو یہ بات درست نہیں۔ ۱۹۹۳ء میں میرا مقدمہ اڈھورا تھا اور میں نے بالواسطہ اشارے کیساتھ بات کی تھی۔ پھر ۱۹۹۶ء میں اپنے مقدمہ کی زیادہ تشریح کی اور اسکے ساتھ ہی چوتھے خلیفہ کے دوسرے جوابی خط میں اُنکے موقف میں تبدیلی آگئی۔ اور جب میں نے ۱۰۔ جون ۲۰۰۲ء میں اپنا مقدمہ مکمل

اور پورے طور پر کتاب کی شکل میں آپ کے آگے رکھا تو آپ بالکل خاموش اور ساکت ہو گئے۔ اور یہ بات بھی اُنکے تیسرے جوابی خط سے ظاہر ہے۔ اس طرح آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے اپنے اشعار کی میری تشریح کو قبول نہیں کیا؟ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی یہی ذمہ داری تھی کہ آپ اس گم شدہ غلام کی آمد کی خبر اپنے اشعار میں دے دیتے اور یہ ذمہ داری آپ بخوبی پوری کر گئے۔ مزید آپ کے اشعار کو حضرت مسیح موعودؑ کے جانشین کی حیثیت کے ساتھ دیکھا جائے گا۔ آپ نے یہ اشعار ایک عام شاعر کی طرح نہیں باندھے بلکہ کسی مقتدر ہستی نے آپ سے بندھوائے۔ جیسا کہ آپ کی نعت بعنوان ”ظہور خیر الانبیاء ﷺ“ کے آخری بند سے ظاہر ہے۔ آپ بھی اس بند کو نور و فکر کے ساتھ پڑھیں۔ اس بند کے آخری دو اشعار درج ذیل ہیں۔

خیرات ہو مجھ کو بھی۔ اک جلوۂ عام اس کا۔ پھریوں ہو کہ ہودل پر۔ الہام کلام اس کا  
 اُس بام سے نور اترے نعمات میں ڈھل ڈھل کر۔ نغموں سے اُٹھے خوشبو۔ ہو جائے سرودِ عنبر  
 آپ کہتے ہیں کہ خواب دیکھنا جماعت احمدیہ میں معمولی بات ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ ایک سچے خواب کو معمولی نہ سمجھیں۔ سورۃ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے ایک خواب کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ پھر اس خواب کی تعبیر کس طرح ظاہر ہوئی۔ غلام مسیح الزماں کا معاملہ بھی حضرت یوسفؑ کے ساتھ بہت ملتا جلتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں ۔

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا۔ آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار  
 آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے۔ گو کہ ہود یوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار  
 آپ لکھتے ہیں کہ بد قسمتی سے آپ (خاکسار) کو شروع ہی میں ٹھٹھے اور تمسخر کا سامنا کرنا پڑ گیا ہے۔ دنیا میں جتنے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُسکی ہدایت پا کر کھڑے ہوئے تھے تو شروع میں ان سب کو ٹھٹھے اور تمسخر کا سامنا کرنا پڑا۔ آج کل جرمنی میں لوگ میرے خلاف یہ جھوٹی افواہ پھیلا رہے ہیں کہ اس شخص کے پیچھے کوئی مضبوط گروہ یا گینگ Gang ہے۔ حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پیچھے صرف میرا خدا ہے کوئی گروپ نہیں۔ دراصل ہر دور میں یہی واقعہ ہوا ہے کہ جب بھی کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا

ہوتا ہے تو وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری اور جن کے دل سخت ہوتے ہیں وہ اُسکے خلاف جھوٹے الزام لگا کر اُسکی سچائی کو مشتبہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی واقعہ آمنہ کے لال حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہوا اور یہی واقعہ حضرت مرزا صاحبؒ کے ساتھ ہوا۔ پھر آپ کا غلام اس سنت سے باہر کیسے رہ سکتا تھا؟

میری افراد جماعت سے درخواست ہے کہ آپ سب حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے ہیں اور آپ سب ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس پیشگوئی میں جس غلام مسیح الزماں کی خبر ہے وہ خاکسار ہی ہے۔ میں نے اپنا دعویٰ ثبوت کیساتھ آپ سب کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اگر آپ سب لوگ مجھے نعوذ باللہ جھوٹا سمجھتے ہیں تو میرے دعویٰ کے ثبوت کو جھٹلا کر دکھا دو۔ میں نے آپ سب کو ایک بڑے انعام کی بھی پیشکش کی ہے۔ مجھے ٹھٹھ اور تمسخر کرنے کی بجائے میرے ثبوت کو دلیل کے ساتھ جھٹلانے کی فکر کرو۔ اور اگر آپ میرے ثبوت کو دلیل کیساتھ جھٹلا نہیں سکتے تو پھر میرے دعویٰ کو قبول کر لینے میں ہی آپکی بھلائی ہے۔ میں دیگر اہل دنیا سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ آج سے قریباً ایک صدی قبل ایک شخص قادیان میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر مہدی اور مسیح موعودؑ کا دعویٰ کیا تھا۔ اگرچہ وہ سچا تھا لیکن اکثریت نے اُسے جھٹلا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اسے ایک الہامی پیشگوئی سے نوازا۔ اس پیشگوئی میں اُسے ایک زکی غلام کی خبر دی گئی جس نے آپ کے بعد ظاہر ہونا تھا۔ اس پیشگوئی میں زکی غلام کی علامتیں اور نشانیاں بھی بیان فرمائی گئی ہیں۔ آج میں موعود غلام مسیح الزماں کے دعویٰ کیساتھ کھڑا ہوں اور آپ سب کے سامنے اس الہامی پیشگوئی کا الہامی، علمی اور قطعی ثبوت رکھتا ہوں۔ آپ سب اٹھیں اور میرے دعویٰ اور اسکے ثبوت کو الہامی پیشگوئی کی روشنی میں پرکھیں۔ اگر آپ سب اس ثبوت کو جھٹلا سکو تو جھٹلا کر دکھاؤ۔ لیکن اگر جھٹلا نہیں سکتے تو پھر

حضرت مہدیؑ کی سچائی کا ہی یہ نشان ہے۔ میں آپ کی سچائی کی گواہی دینے کیلئے کھڑا ہوا ہوں۔ آپ سب اس معاملہ پر بھی غور و فکر کریں۔ بخدا میں مردہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کی روحانی برکت سے زندہ ہو گیا۔ پھر محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؑ کی دعا مجھے آسمان پر لے گئی۔ اور اب روحانی اسلحہ سے لیس ہو کر دوبارہ زمین پر اتر آ رہی ہوں تاکہ زمین والوں کی راہ سیدھی کر دوں۔ میں سوالات لکھنے والے دوست کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ

آپ پیر پرست بننے کی بجائے خدا پرست بنیں۔ میری کتاب کو تعصب اور جانب داری سے پاک ہو کر تقویٰ کیساتھ پڑھیں تو پھر آپ کو اس میں آپکے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ قرآن پاک سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں لیکن متعصب اور جانب دار لوگ اس کتاب سے بھی فائدہ اور ہدایت نہ پاسکے۔ آخر میں حضورؐ کے اس اقتباس پر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

”مگر میں کہتا ہوں کہ نا انصافی پر ضد کر کے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کی طرف حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق کو چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ اور سچی گواہی دو۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ یعنی بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بت سے کم نہیں۔ جو چیز قبلہء حق سے تمہارا منہ پھیرتی ہے وہی تمہاری راہ میں بت ہے۔ سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو۔ چاہیے کہ کوئی عداوت بھی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔“ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۵۰)

خاکسار

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

۱۲۔ جنوری ۲۰۰۲ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی عِبْدِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

## موعود لڑکا اور موعود غلام

### پیشگوئی غلام مسیح الزماں

۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء۔ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عزا اسمہ) نے اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ!

☆ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تصرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے پایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پادیں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تادین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تاحق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اُس کا نام عنموائیل

اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اُس کیساتھ فضل ہے۔ جو اُسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اُسے کلمۃ تجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے

مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ ☆

(تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

### (۱) دو پیشگوئیاں یاد و نشان

اس پیش گوئی کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو دو نشان عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اور اس طرح یہ تفصیلی پیشگوئی دراصل دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی۔ (۱) ایک موعود لڑکا (۲) اور دوسرا موعود غلام۔ جیسا کہ حضرت مہدی و مسیح موعود فرماتے ہیں۔

”یہ عبارت کہ خوبصورت پاک لڑکا۔۔۔۔۔ جو آسمان سے آتا ہے۔ یہ تمام عبارت چند روزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روزہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جائے۔ اور بعد کا فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے اور اخیر تک اس کی تعریف ہے۔۔۔۔۔ بیس فروری کی پیشگوئی۔۔۔۔۔ دو

پیشگوئیوں پر مشتمل تھی۔ جو غلطی سے ایک سمجھی گئی۔ اور پھر بعد میں۔۔۔ الہام نے اس غلطی کو رفع کر دیا۔“  
(مکتوب ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ، تذکرہ ۱۰۹)

کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی دونشانوں کی بجائے ایک نشان پر مشتمل تھی؟  
ہرگز نہیں۔

## (۲) مبشر وجود کی پیدائش ہمیشہ بشارت کے بعد ہوتی ہے

قرآن کریم سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کو بیٹے کی بشارت دی تو وہ بیٹا اس بشارت کے بعد پیدا ہوا۔ مزید برآں یہ عرض کی جاتی ہے کہ ایسی بشارت قرآن کے مطابق ہمیشہ مبشر وجود کی پیدائش کی ہوا کرتی ہے نہ کہ اُس کے دعویٰ کی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ”غلام“ کا لفظ قرآن پاک میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے ایک جسمانی بیٹا اور دوسرے نوجوان لڑکا اور خادم کے معنوں میں جیسا کہ درج ذیل آیات سے ثابت ہے۔  
(۱) درج ذیل آیات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت موجود ہے اور یہ بشارت آپ کی پیدائش کی تھی۔

”رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ - فَبَشِّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ - فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا آبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ -“ (سورۃ الصافات - (۱۰۱ تا ۱۰۳))

ترجمہ۔ اے میرے رب! مجھے نیکو کار اور لادخش۔ تب ہم نے اس کو ایک حلیم لڑکے کی بشارت دی۔ پھر وہ لڑکا اس کیساتھ تیز چلنے کے قابل ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے تجھے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس تو فیصلہ کر کہ اس میں تیری کیا رائے ہے۔؟ کہا اے میرے باپ! جو کچھ تجھے خدا کہتا ہے وہی کر تو انشاء اللہ مجھے ایمان پر قائم رہنے والا دیکھے گا۔

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ بشارت کے وقت حلیم غلام یعنی حضرت اسماعیلؑ موجود نہیں تھے بلکہ بشارت کے

بعد پیدا ہوئے اور نبی بنے وغیرہ۔

(۲) درج ذیل آیات میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت موجود ہے اور یہ بشارت بھی آپ کی پیدائش کی تھی۔

”قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ۔ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فِيمَ تَبَشِّرُونَ۔ قَالُوا بَشِّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُن مِّنَ الْفَانِطِينَ“ (سورۃ الحج ۵۴-۵۶)

ترجمہ۔ انہوں نے کہا تو خوف نہ کر، ہم تجھے ایک بہت علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ اس نے کہا کیا تم نے میرے بوڑھا ہو جانے کے باوجود مجھے یہ بشارت دی ہے، پس بتاؤ کس بنا پر تم مجھے بشارت دیتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم نے تجھے سچی بشارت دی ہے۔ پس تو ناامید مت ہو۔

ان آیات میں بھی بشارت کے وقت حضرت ابراہیمؑ کا یہ فرمانا کہ میرے بوڑھا ہو جانے کے باوجود آپ مجھے یہ بشارت دیتے ہیں، بتاتا ہے کہ بشارت کے وقت بیٹا موجود نہیں تھا بلکہ یہ بیٹا بشارت کے بعد (یعنی حضرت اسحاقؑ) پیدا ہوا اور نبی بنا وغیرہ۔

(۳) درج ذیل آیات میں حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی بشارتیں موجود ہیں اور یہ انکی پیدائش کی بشارتیں تھیں۔

”وَأَمْرَاتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكْتُ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يُعْقُوبَ۔ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ۔ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ“ (سورۃ ہود ۷۲، ۷۳، ۷۴)

ترجمہ۔ اور اسکی بیوی کھڑی تھی۔ اس پر وہ بھی گھبرائی تب ہم نے اُسکی تسلی کیلئے اُس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب (کی پیدائش) کی بشارت دی۔ اُس نے کہا، ہائے میری ذلت! کیا میں (بچہ) جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بھی بڑھاپے کی حالت میں ہے۔ یہ یقیناً عجیب ہے۔ انہوں نے کہا کیا تو اللہ کی

بات پر تعجب کرتی ہے، اے اس گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اُسکی برکات ہیں۔ وہ یقیناً حمید (اور) مجید ہے۔ ان آیات سے ثابت ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت اسحاق اور حضرت اسحاقؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ کی بشارت دی تو بشارت کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کا یہ کہنا کہ ہائے میری ذلت! کیا میں (بچہ) جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بھی بڑھاپے کی حالت میں ہے۔ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ بشارت کے وقت حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ موجود نہیں تھے بلکہ بشارت کے بعد پیدا ہوئے اور نبی بنے وغیرہ۔

(۴) درج ذیل آیات میں حضرت یحییٰؑ کی بشارت موجود ہے اور یہ انکی پیدائش کی بشارت تھی۔

”يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔ قَالَ رَبِّ انِّي يَكُونُ لِيْ غُلَامٌ وَكَانَتْ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا“ (سورۃ مریم - ۸، ۹، ۱۰)

ترجمہ۔ اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ ہم نے اس سے پہلے کسی کو اس نام سے یاد نہیں کیا۔ کہا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہائی حد کو پہنچ چکا ہوں۔ کہا اسی طرح (ہے) (مگر) تیرا رب کہتا ہے کہ یہ (بات) مجھ پر آسان ہے اور میں تجھے اس سے پہلے پیدا کر چکا ہوں حالانکہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔

ان آیات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بشارت ملنے کے بعد حضرت زکریاؑ کا یہ فرمانا، کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہائی حد کو پہنچ چکا ہوں، اسوقت حضرت یحییٰؑ موجود نہیں تھے بلکہ بشارت کے بعد پیدا ہوئے اور نبی بنے وغیرہ۔

(۵) درج ذیل آیات میں حضرت عیسیٰؑ کی بشارت موجود ہے اور یہ انکی پیدائش کی بشارت تھی۔

”قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لِكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔ قَالَتْ أَنِّي يَكُونُ لِيْ غُلَامٌ وَلَمْ يَمَسِّنِيْ بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا۔ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ امْرَأًا مَّقْضِيًّا“

“ (سورۃ مریم۔ ۲۰، ۲۱، ۲۲) ”

ترجمہ۔ میں تو صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا بیٹا مبر ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاک اور نیک لڑکا دوں۔ (مریم نے) کہا میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا۔ حالانکہ اب تک مجھے کسی مرد نے نہیں چھو ا۔ اور میں کبھی بدکاری میں مبتلا نہیں ہوئی۔ (فرشتہ نے) کہا اسی طرح ہے (مگر) تیرے رب نے یہ کہا ہے کہ یہ (کام) مجھ پر آسان ہے اور تاکہ اسے لوگوں کے لیے ایک نشان بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت اور یہ (امر) ہماری تقدیر میں طے ہو چکا ہے۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ بشارت کے وقت حضرت مریمؑ کا یہ کہنا کہ میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ اب تک مجھے کسی مرد نے نہیں چھو ا اور میں کبھی بدکاری میں مبتلا نہیں ہوئی۔ یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ بشارت کے وقت حضرت عیسیٰؑ موجود نہیں تھے۔ بلکہ بشارت کے بعد پیدا ہوئے اور نبی بنے وغیرہ۔

متذکرہ بالا آیات میں حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارتیں دی گئی تھیں اور بشارت کے وقت ان میں سے کوئی نبی بھی موجود نہیں تھا بلکہ یہ سب مبشر انبیاء بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے اور نبی بنے وغیرہ۔ کیا کوئی انسان قرآن مجید سے یہ بات ثابت کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کو بیٹے کی بشارت بخشی ہو اور اس بشارت کے وقت وہ مبشر بیٹا موجود ہو یا بشارت کے بعد وہ مبشر بیٹا پیدا ہوا ہو اور اُسکی پیدائش کے بعد بھی اُسکی بشارت سے متعلق کلام الہی اس نبی پر نازل ہوتا رہا ہو؟ ہرگز نہیں۔ مندرجہ بالا آیات میں لفظ غلام جسمانی بیٹے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس لفظ ”غلام“ کا استعمال محض غلام یعنی خادم یا نوجوان لڑکا کے معنی میں بھی کیا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے ثابت ہے۔

”وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَذَا غُلَامٌ وَأَسْرُوهُ بِضَاعَةً وَاللَّهُ

عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ“ (سورۃ یوسف۔ ۲۰)

ترجمہ۔ اور ایک قافلہ آیا اور انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا۔ اور اس نے اپنا ڈول ڈالا تو اس نے کہا،

اے (قافلہ والوالو) خوشخبری (سنو!) یہ ایک لڑکا ہے اور انہوں نے اسے تجارتی مال سمجھتے ہوئے چھپا لیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اسے اللہ خوب جانتا تھا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت یوسفؑ ان قافلہ والوں کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں تھے بلکہ محض غلام یعنی خادم یا نوجوان لڑکا ہی تھے۔ سورۃ کہف کی اس درج ذیل آیت میں بھی لفظ ”غلام“ بمعنی نوجوان لڑکا یعنی محض غلام کے استعمال ہوا ہے۔

”فَانظَلَقَا حَتَّىٰ اِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ اَقْتَلْتَنِيْ سَآءَ زَكِيَّۃًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا نُّكْرًا۔“  
(سورۃ کہف۔ ۷۵)

ترجمہ۔ پھر وہ چل پڑے۔ یہاں تک کہ جب وہ ایک نوجوان لڑکے کو ملے تو اس نے اُسے مار ڈالا۔ اس یعنی موسیٰ نے (اس سے) کہا کیا آپ نے ایک پاکباز جان کو بغیر کسی قصاص کے مار ڈالا ہے؟ آپ نے یقیناً بہت برا کام کیا ہے۔

اس آیت میں بھی یہ مقتول غلام حضرت موسیٰؑ اور اسکے ساتھی کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں بلکہ محض غلام بمعنی نوجوان لڑکا ہی تھا۔

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں ایک لڑکے اور ایک غلام کی بشارات دی گئیں تھیں۔ بشارات کے علاوہ اس الہامی پیشگوئی میں ان دونوں وجودوں کی بعض صفات بھی بیان کی گئی ہیں۔ زکی غلام کی علامات میں دیگر علامات کے علاوہ ان تین علامتوں کا بھی ذکر ہے۔ (۱) زکی (۲) حلیم (۳) مَطْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَمَا نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ اس الہامی پیشگوئی کے بعد حضرت مہدی مسیح موعودؑ کے ہاں پانچ بابرکت لڑکے پیدا ہوئے اور آخری لڑکا ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوا۔ کسی لڑکے کی پیدائش کے بعد بھی غلام سے متعلق بشارات کا سلسلہ منقطع نہ ہوا بلکہ یہ سلسلہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں بیان فرمودہ علامات کیساتھ نومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رہتا ہے۔ مثلاً:-

(۲) ۱۸۹۴ء۔ ”اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ“۔ یعنی ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۱۴ بحوالہ

روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۰ حاشیہ)

(۳) ۱۸۹۶ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۔ مَظْهَرِ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“ ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اُترے۔ (تذکرہ صفحہ ۲۳۸ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۲)

(۴) ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۹ء۔ ”اصْبِرْ مَلِيًّا سَاهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔“ یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر میں تجھے ایک زکی غلام عنقریب عطا کروں گا۔ (تذکرہ صفحہ ۲۷۷ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۶)

(۵) ۲۶۔ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةٍ لَكَ۔ نَافِلَةٌ مِنْ عِنْدِي۔“ ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ وہ تیرے لیے نافلہ ہے۔ ہماری طرف سے نافلہ ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۵۰۰ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۹)

(۶) مارچ ۱۹۰۶ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةٍ لَكَ۔“ ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں۔ جو تیرے لیے نافلہ ہوگا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۱۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۰، ۲۴، ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(۷) ۱۹۰۶ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مَظْهَرِ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“ ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو حق اور اعلیٰ کا مظہر ہوگا۔ گویا آسمان سے خدا اُترے گا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۵۴ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۸ تا ۹۹)

(۸) ۱۶۔ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۔“ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۶۱۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷۔ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

(۹) اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ ”(۵) إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (۶) يَنْزِلُ مَنَزِلَ الْمُبَارَكِ۔ (۷) سَاقِيَا مَدَنٍ عِيدٍ مَبَارَكٍ بَادِت۔“ (تذکرہ ۶۲۲ بحوالہ بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴) ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔ اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو۔

(۱۰) ۷، ۶۔ نومبر ۱۹۰۷ء۔ ”سَاهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔ رَبِّ هَبْ لِي ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ

يَحْيَىٰ - اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَل رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ - ..... آمدن عید مبارک بادت۔ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔“ (تذکرہ ۶۲۶ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، ۱۰۔ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳) ترجمہ۔ میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کیساتھ کیا کیا۔

ان متذکرہ بالا الہامات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں جس زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی اس کی بشارات ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رہیں اور اس طرح ثابت ہوا کہ اس زکی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود نے ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونا اور ظاہر ہونا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا کوئی بھی لڑکا بشمول حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ پیشگوئی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود کے دائرہ میں نہیں آتا۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ کا دعویٰ موعود لڑکے تک محدود رہتا تو پھر اس دعویٰ کے سچا ہونے کا امکان ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر آپ کا دعویٰ مصلح موعود یعنی غلام مسیح الزماں ہونے کا ہے تو پھر یہ دعویٰ قطعی طور پر غلط ہے، کیونکہ قرآن مجید اس دعویٰ کو جھٹلاتا ہے۔ اب یا تو لوگ اس غلط دعویٰ مصلح موعود سے دستبردار ہو جائیں یا پھر اس غلط دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کیلئے نعوذ باللہ قرآن پاک کو بدلیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں - ہوئے کس درجہ فقہیان حرم بے توفیق

اگر کوئی یہ کہے کہ کیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ نے مصلح موعود کا دعویٰ کر کے جھوٹ بولا ہے؟ تو میں اسکے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود تھے تو پھر کیا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے زکی غلام کے متعلق وہ تمام مبشر الہامات، جو کہ خلیفہ ثانی کی پیدائش کے بعد آپ پر نازل ہوئے تھے، شائع کر کے نعوذ باللہ جھوٹ بولا تھا؟ اور کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے ان زکی غلام سے متعلق ان مبشر الہامات کو حضور پر نازل فرما کر کیا جھوٹ بولا تھا؟ آپ خود فیصلہ کریں۔ میں ازراہ ہمدی آپ سب کو کہتا ہوں کہ یہ سب الہامات سچے ہیں۔ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ جن پر یہ الہامات نازل ہوئے وہ بھی یقیناً سچے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ جس نے یہ الہامات نازل فرمائے وہ بھی یقیناً سچا خدا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ کے موعود لڑکا

ہونے کے امکانات تو ہو سکتے ہیں لیکن آپ موعود غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود نہیں تھے۔ آپ کا یہ دعویٰ قطعی طور غلط تھا۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اب فرض کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنے اجتہاد سے کسی بچہ پر یہ خیال بھی کر لیں کہ شاید یہ وہی پسر موعود ہے اور ہمارا اجتہاد خطا جائے تو اس میں الہام الہی کا کیا قصور ہوگا۔ کیا نبیوں کے اجتہادات میں اس کا کوئی نمونہ نہیں۔“ (روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۴۱)

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

۲۰۔ جنوری ۲۰۰۴ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عِبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## غلام مسیح الزماں یعنی مثیل مبارک احمد

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تُوَلِّى  
وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا۔ (النساء۔ ۱۱۶)

اور جو شخص ہدایت کے پوری طرح کھل جانے کے بعد رسول سے اختلاف ہی کرتا چلا جائے اور مومنوں کے طریق کے سوا (کسی اور طریق) پر چلے گا ہم اُسے اُسی چیز کے پیچھے لگا دیں گے جس کے پیچھے وہ پڑا ہوا ہے اور اُسے جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں بیان فرمودہ دو نشانوں سے متعلق پیشگوئیاں اپنے اپنے اصل کی بجائے اپنے اپنے مثیلوں میں پوری ہوئی ہیں۔ مثلاً موعود لڑکا سے متعلق الہامی پیشگوئی کے مصداق بشیر احمد اوّل تھے لیکن وہ چھوٹی عمر میں ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ آپکی وفات پر لوگوں کے شور مچانے اور بے جا باتیں کرنے پر جب اللہ تعالیٰ کے نبی کو غم لاحق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت عطا فرمائی کہ وہ یہ لڑکا تجھے واپس دیں گے یعنی اس کا مثیل عطا فرمائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”اِنَّ لِيْ كَانَ اِبْنًا صَغِيْرًا وَّ كَانَ اِسْمُهٗ بَشِيْرًا فَتَوَقَّاهُ اللّٰهُ فِىْ اَيَّامِ الرِّضَاعِ۔ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلدِّيْنِ اَتْرُوْا سَبِيْلَ التَّقْوٰى وَاِلَّا رَتِيَا عِ فَالْهَمْتُ مِنْ رَبِّيْ۔ اِنَّا نَرُدُّهٗ اِلَيْكَ تَفْضَلًا عَلَيْكَ۔“ (تذکرہ صفحہ ۱۳۰۔

روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۸۱ بحوالہ سہر الخلفانہ صفحہ ۵۳ مطبوعہ ۱۸۹۴ء) ترجمہ۔ میرا ایک لڑکا جس کا نام بشیر احمد تھا شیر خوارگی کے ایام میں فوت ہو گیا۔ اور حق یہ ہے کہ جن لوگوں نے تقویٰ اور خشیت الہی کے طریق کو اختیار

کر لیا ہو انکی نظر اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتی ہے۔ اس وقت مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم محض اپنے فضل اور احسان سے وہ تجھے واپس دیں گے (یعنی اُس کا مثیل عطا ہوگا۔ سوا اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا بیٹا عطا کیا)۔

مزید آپؐ فرماتے ہیں۔

(الف) ”خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یَخْلُقُ مَا يَشَاءُ۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۷۹ احاشیہ۔ تذکرہ صفحہ ۱۳۱)

(ب) ”ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بھی بشیر رکھا۔ چنانچہ فرمایا کہ۔

ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا

یہ وہی بشیر ہے جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ جس کی نسبت فرمایا۔ کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ یَخْلُقُ مَا يَشَاءُ۔“ (تذکرہ صفحہ ۱۳۱ بحوالہ مکتوب ۴۔ دسمبر ۱۸۸۸ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ) چنانچہ اسی بشارت کے مطابق پھر مثیل بشیر احمد اول یعنی مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہوئے اور اس طرح ”وجیہہ اور پاک لڑکا“ سے متعلق الہامی پیشگوئی کے مصداق بنے۔ میں یہاں پر اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۸۹۴ء تک اپنے کسی لڑکے کے متعلق قطعی طور پر یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ لڑکا مصلح موعود ہے۔ جیسا کہ آپؐ فرماتے ہیں۔

”باقی اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ لڑکے کی پیشگوئی کی نسبت خدا تعالیٰ نے دو لڑکے عطا کیے جن میں سے ایک قریباً سات برس کا ہے لیکن اگر ہم نے کوئی الہام سنایا تھا کہ پہلی دفعہ ضرور لڑکا ہی پیدا ہوگا تو وہ الہام پیش کرنا چاہیے ورنہ لعنت اللہ علیہ الکا ذین۔ یہ سچ ہے کہ ۸۔ اپریل ۱۸۹۴ء ہم نے اطلاع دی تھی کہ ایک لڑکا ہونے والا ہے سو پیدا ہو گیا ہم نے اس لڑکے کا نام مولود موعود نہیں رکھا تھا صرف لڑکے کے بارہ میں پیشگوئی

تھی اور اگر ہم نے کسی الہام میں اس کا نام مولود موعود رکھا تھا تو تم پر کھانا حرام ہے جب تک وہ الہام پیش نہ کرو ورنہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔“ (روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۰)

جہاں تک دوسرے نشان یعنی ”زکی غلام“ کا تعلق ہے تو اس سے متعلق ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے اُسکی ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی تھی کہ ”اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا“ حضورؐ نے غلام مسیح الزماں کی اس علامت سے متعلق فرمایا کہ ”اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے“، لیکن ۱۸۸۳ء میں حضورؐ کو اس علامت سے ملتا جلتا الہام ہوا تھا۔ جیسا کہ آپ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۷ پر فرماتے ہیں۔

”تین کو چار کرنے والا مبارک“

حضورؐ نے اس الہام کی یہ تشریح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دوسری بیوی یعنی اُم المؤمنین حضرت نصرت جہاں بیگمؓ سے مجھے چار لڑکے دے گا اور چوتھے کا نام مبارک ہوگا۔ پھر جب چوتھا لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام بطور تقاؤل مبارک احمد رکھا بھی تھا۔ مبارک احمد کی پیدائش پر حضرت مسیح موعودؑ مزید فرماتے ہیں۔

(۱) ”اور میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے۔ اسکی نسبت پیشگوئی اکتوبر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی۔“ (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۲۱)

(۲) ”دیکھو ایک وہ زمانہ تھا جو ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۵ میں یہ عبارت لکھی گئی تھی۔ ایک اور الہام ہے جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔ اس وقت ان تینوں لڑکوں کا جواب موجود ہیں نام و نشان نہ تھا۔ اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہونگے۔ اور پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کر دے گا۔ سوا ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا۔ یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کیے جو تینوں موجود ہیں۔ صرف ایک کی انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا ہوگا، اب دیکھو یہ کس قدر بزرگ نشان ہے؟“ (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۳)

(۳) ”سوا جو وہ دن آ گیا اور وہ چوتھا لڑکا جس کا ان کتابوں میں چار مرتبہ وعدہ دیا گیا تھا۔ صفر ۱۳۱ھ کی

چوتھی تاریخ میں بروز چار شنبہ پیدا ہو گیا۔ عجیب بات ہے کہ اس لڑکے کیساتھ چار کے عدد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔ اسکی نسبت چار پیشگوئیاں ہوئیں۔ یہ چار صفر کے ۱۳۱ھ کو پیدا ہوا۔ اسکی پیدائش کا دن ہفتہ کا چوتھا دن تھا یعنی بدھ۔ یہ دو پہر کے بعد چوتھے گھنٹہ میں پیدا ہوا۔ یہ خود چوتھا تھا۔“ (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۲۳)

ان حوالہ جات سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود کی الہامی پیشگوئی (۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) کو بڑے واضح طور پر اپنے چوتھے لڑکے مبارک احمد پر چسپاں کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چھوٹی عمر میں ہی مبارک احمد کو اپنے پاس بلا لیا اور اسکی وفات کے بعد حضورؑ کو اسکے مثیل کی بشارت دے دی جیسا کہ درج ذیل اکتوبر ۱۹۰۷ء کے الہام سے ظاہر ہے۔

اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ ”(۵) اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (۶) يَنْزِلُ مَنَزِلَ الْمُبَارَكِ (تذکرہ صفحہ ۶۲۲ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱) ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔ اے ساتی عمید کا آنا تجھے مبارک ہو۔

اس طرح ”غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود“ سے متعلق الہامی پیشگوئی مبارک احمد سے آگے اُسکے مثیل کی طرف منتقل ہوگئی۔ اور اس کا مزید ثبوت حضورؑ کی ایک روایا بھی ہے۔

ستمبر ۱۹۰۷ء۔ ”خواب میں دیکھا کہ ایک پانی کا گڑھا ہے۔ مبارک احمد اس میں داخل ہوا اور غرق ہو گیا۔ بہت تلاش کیا گیا مگر کچھ پتہ نہیں ملا۔ پھر آگے چلے گئے تو اس کی بجائے ایک اور لڑکا بیٹھا ہے۔“ (بدر جلد ۶ نمبر ۳۸ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵، بحوالہ تذکرہ ۶۱۸)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مہدی مسیح موعودؑ کو مبارک احمد کے بدلے ایک اور فرزند دیا گیا جو کہ دراصل آپ کا پکارو حانی فرزند ہے اور غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) سے متعلق الہامی پیشگوئی کا وہی مصداق ہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے اس الہامی پیشگوئی کا مجھ پر انکشاف فرمایا ہے اور حضورؑ کی موعود غلامی کی نوید بخشی ہے۔ اور صرف خالی نوید ہی نہیں بلکہ اس کا قطعی ثبوت بھی بخشتا ہے۔ اب لوگوں کو چاہیے کہ خلیفۃ المسیح الثانی کے غلط فہمی پر مبنی دعویٰ کو سچا بنانے کیلئے حضرت مہدی مسیح موعودؑ کے سچے دعویٰ کو نہ جھٹلائیں۔ اب حضرت بانئے جماعت کا

موعود روحانی فرزند جو کہ اپنی علامتوں کیساتھ آپ کے سامنے آ گیا ہے اُس کو قبول کر لینے میں ہی آپ سب کی بھلائی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روشنی اور اندھیرا اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ ان کا یہ مطلب ہے کہ اگر خلیفۃ المسیح الثانی سچے تھے (یعنی موعود لڑکا تھے) تو پھر وہ جھوٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟ لیکن میری عرض ہے کہ روشنی اور اندھیرے کی یہ منطق کسی پیشگوئی کے سلسلے میں نہیں چل سکتی۔ کیونکہ پیشگوئیوں میں بعض اوقات روشنی اور اندھیرا دونوں اکٹھے کر دیئے جاتے ہیں۔ پہلے بھی میں نے اسکی مثال دی ہے۔ اب دوبارہ دیتا ہوں۔ حضرت مسیح ناصری اللہ تعالیٰ کے سچے نبی تھے اور یہ روشنی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کیلئے استعارہ کے طور پر ”باپ“ کا لفظ استعمال کیا۔ اور اس طرح آپ کے بعد آپ کے متعلق آہستہ آہستہ نعوذ باللہ ابن اللہ کا جھوٹا عقیدہ بن گیا جو کہ اندھیرا تھا۔ مسلمانوں میں بھی آہستہ آہستہ یہ غلط عقیدہ پیدا ہو گیا کہ آپ زندہ بحکم عضری آسمان پر اٹھالیے گئے ہیں۔ اگرچہ آپ سچے نبی تھے لیکن اسکے باوجود یہاں پر روشنی اور اندھیرا اکٹھے ہو گئے۔ لیکن اس اندھیرے کے ذمہ دار حضرت مسیح ناصری نہیں تھے کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں قطعاً یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ حقیقی طور پر ابن اللہ ہیں۔ بلکہ یہ مغالطہ بعد کے لوگوں کا پیدا کردہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے وقت میں یہ ثابت کیا کہ وہ ابن اللہ نہیں تھے اور یہ بھی کہ وہ زندہ بحکم عضری آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ اس طرح حضرت مرزا صاحبؒ نے ان اندھیروں (ابن اللہ ہونا اور زندہ بحکم عضری آسمان پر اٹھایا جانا) کو ان کے پاک وجود سے دور کر دیا اور پیچھے خالص روشنی یعنی آپکی نبوت رہ گئی۔

جناب خلیفۃ المسیح الثانی کے دعویٰ مصلح موعود کیساتھ بھی یہی ہوا کہ روشنی اور اندھیرا دونوں اکٹھے ہو گئے یا کیے گئے لیکن ایک فرق کیساتھ۔ فرق یہ کہ حضرت مسیح ناصری کے سلسلہ میں روشنی کے ساتھ اندھیرا اکٹھا ہونے میں آپ ذمہ دار نہیں تھے۔ آپ کے بعد آپ کے پیروکاروں کا یہ کارنامہ تھا۔ لیکن خلیفۃ المسیح الثانی کے معاملہ میں روشنی کیساتھ اندھیرا اکٹھا کرنے میں آپ خود ذمہ دار ہیں۔ آپ نے بذات خود یہ کارنامہ خود سرانجام دیا کیونکہ آپ نے قسم کھا کر مصلح موعود (غلام مسیح الزماں) ہونے کا دعویٰ کیا جو کہ غلط تھا۔ آپکی ذات میں موعود لڑکا ہونے کا امکان تھا اور یہ روشنی تھی۔ آپ غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود نہیں تھے اور یہ اندھیرا ہے جسے آپ

سے دور کرنا ضروری تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ میں محمدی مریم کے زکی غلام کو ظاہر فرما کر اس اندھیرے کو دور فرما دیا ہے اور اب باقی صرف (موعود لڑکے کا امکان) یعنی روشنی رہ گئی۔ واضح ہو کہ بعض اوقات غلط عقائد بت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت مسیح ناصرؑ کے بارے میں بعض غلط عقائد (یعنی آپؑ کا ابن اللہ ہونا اور آپؑ کا زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھایا جانا) بت کی شکل اختیار کر گئے اور ایک صدی قبل حضرت مرزا غلام احمدؑ نے ان بتوں کو توڑا۔ جماعت احمدیہ میں خلیفۃ المسیح الثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کو بھی ایک بت بنایا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ اس بت کو بھی پاش پاش کرتا۔ اب یہ بت ٹوٹ چکا ہے اور آپ اب تک اس ٹوٹے ہوئے بت کو اٹھائے پھر رہے ہیں۔

میری کیل کے احباب سے درخواست ہے کہ میں نے اپنی زندگی کے سترہ (۱۷) سال آپ کے ساتھ گزارے ہیں۔ سترہ سال ایک لمبا عرصہ ہے۔ آپ میرے کردار اور گفتار سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں عادی جھوٹا ہوں یا سچ بولنے والا ہوں۔ آج جب میں نے اپنے موعود غلام مسیح الزماں ہونے کا اعلان کیا ہے تو آپ غنیض و غضب سے بھر گئے۔ میں نے اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت واضح اور صاف ہے۔ میں نے کسی اجنبی زبان میں بات نہیں کی بلکہ آپکی اور میری زبان ایک ہی ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر دلیل کیساتھ لکھا ہے۔ کتاب کا دوسرا حصہ اسی الہامی، علمی اور قطعی دلیل پر مشتمل ہے۔ کتاب کا یہ حصہ انگریزی میں تھا۔ میں نے آپ لوگوں کیلئے اس کا اردو ترجمہ کیا تاکہ آپکو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ اب ”آفتاب آمد دلیل آفتاب“ کی طرح آپکو اس معاملہ میں کیا شک ہے؟ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ معاملہ غفار اور نظام جماعت کا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ جو شخص بھی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر ایمان لایا تو وہ اس الہامی پیشگوئی پر بھی ایمان لایا۔ یہ الہامی پیشگوئی دراصل ان لوگوں کا امتحان ہے جو حضرت بائے جماعت پر ایمان لائے ہیں کہ آیا وہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں یا کہ جھوٹے۔ آج اگر کوئی احمدی اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اور الہامی پیشگوئی کی موعود نشانیوں کیساتھ آپ سب لوگوں کے سامنے کھڑا ہے تو آپ اس کا انکار کر کے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر اپنے دعویٰ ایمان میں سچے کیسے ثابت ہو سکتے ہیں؟ آپ کو یا تو دعویٰ غلام مسیح

الزماں کی دلیل کو دلیل کیساتھ جھٹلانا ہوگا یا پھر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی خاطر آپ کے غلام کو بھی قبول کرنا ہوگا جس طرح حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا انکار آنحضرت ﷺ کا انکار تھا ویسے ہی آج غلام مسیح الزماں کا انکار بھی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا انکار ہے۔ اگر ایک پیشگوئی کے ایک سے زیادہ مدعی ہوں تو ہر احمدی کا حق ہے کہ وہ ان دعاوی کو پرکھے۔ جو دعویٰ دلیل کے ساتھ ہو اس کو قبول کر لے اور جس دعویٰ کی دلیل نہ ہو یا جس دعویٰ کی دلیل محض عقیدت ہو اسے رد کر دیا جائے (مثلاً۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کا حضرت مسیح ابن مریم کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ وہ زندہ جسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں۔ اس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ کسی نے نہ انہیں آسمان پر چڑھتے نہیں دیکھا ہے اور نہ اس عقیدہ کیلئے کوئی عقلی اور نقلی دلیل ہے۔ حیات مسیح ابن ناصری کے باطل عقیدے کی بنیاد محض عقیدت پر ہے۔ اس مظلوم اور معصوم انسان کیساتھ جو ظلم یہودیوں نے کیا تھا۔ اس ظلم کی وجہ سے ان کیساتھ لوگوں کو محبت اور عقیدت پیدا ہوگئی اور پھر اسی عقیدت اور محبت کے جوش میں انہیں نعوذ باللہ ابن اللہ بھی بنایا گیا اور ماڈی جسم کیساتھ انہیں زندہ آسمان پر بھی چڑھا دیا گیا)۔

یہ بھی یاد رہے کہ دلیل سے مراد وہ ثبوت یا نشانی ہے جس کا الہامی پیشگوئی میں ذکر ہے نہ کہ اپنے خود ساختہ دلائل۔ اگر میں آپ کے خیال میں کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں تو آپ مجھے اس غلط فہمی سے نکال لیں۔ کسی بھٹکے ہوئے کو سیدھی راہ دکھانا بڑے ثواب کا کام ہے۔ اگر آج بھی کوئی انسان مجھے سمجھانا چاہے تو میرے گھر کا دروازہ اس کیلئے ہر وقت کھلا ہے۔ لیکن حیرت اس بات کی ہے کہ میں عجیب غلطی خوردہ ہوں، جس کو کوئی سمجھانے والا ہی نہیں۔ اللہ آ پکو خوش رکھے اور میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت مرزا صاحبؒ کو نہ صرف اکفر کا خطاب دیا گیا بلکہ دائرہ اسلام سے بھی خارج کیا گیا۔ جماعتوں سے خارج کرنا، سماجی بائیکاٹ کرنا اور مقاطعہ وغیرہ کرنا یہ سب کفار کے حربے ہیں۔ اللہ کے بندوں کو ایسے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ دلائل سے مسلح ہوتے ہیں۔ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام رقم طراز ہیں۔

”یوں تو ظاہر ہے کہ آجکل باعث ایک تعصبی آگ کے بھڑکنے کے جو آریوں کو پیروں سے لے کر دماغ تک جلا رہی ہے ایسی اس قوم کی ایک دفعہ حالت بدل گئی ہے کہ اگر کسی قدر شریف آدمی بھی ان میں ہیں تو وہ بھی

کھڑپنپوں کے شور و غوغا کے خوف سے دبے بیٹھے ہیں کیونکہ ایرانی قوت تو رکھتے ہی نہیں کہ تا ان بک بک کرنے والوں کی لعن طعن کی کچھ پروا نہ رکھیں بلکہ ایک ہی دھمکی سے مثلاً اسی قدر کہنے سے کہ برادری سے نکالے جاؤ گے لڑکے لڑکیاں بیاہی نہیں جائیں گی۔ رشتے ناطے سب چھوٹ جائیں گے۔ لالہ صاحبوں کے رنگ زرد اور بدن پر لرزہ شروع ہو جاتا ہے۔“ (شخصہ حق۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)

وہ جماعت جس کی بنیاد حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے رکھی تھی کیا آج وہ ہمرنگ آریہ سماج نہیں بنا دی گئی؟ افراد جماعت احمدیہ کی اکثریت کیا آج ہمرنگ آریہ نہیں ہو گئی؟ یاد رکھیں! انبیاء اور اُنکے پیروکاروں کا طرز عمل اور اُنکے مخالفین کا طرز عمل ہمیشہ ہر دور میں ایک جیسا رہا ہے۔ خواہ یہ زمانہ حضرت ابراہیمؑ کا تھا، خواہ حضرت موسیٰؑ کا۔ خواہ حضرت عیسیٰؑ کا تھا، خواہ حضرت محمد ﷺ کا۔ خواہ حضرت مسیح موعودؑ کا تھا، خواہ آپ کے غلام کا ہے۔ ہر دور میں صادقوں نے ہمیشہ صبر دکھایا، دلائل کیساتھ بات کی اور امن و آشتی کا پیغام دیا۔ لیکن اُنکے مخالفین نے ہمیشہ اُنکا سماجی مقاطعہ کیا اور ان کو اپنے سماج، جماعت اور عبادت گاہوں سے خارج کیا۔ اللہ تعالیٰ کے بندے لوگوں کا سماجی مقاطعہ نہیں کیا کرتے بلکہ خود ان کا سماجی مقاطعہ ہوا کرتا ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ کس نے کس کیساتھ کیا سلوک کیا؟ شعب ابی طالب میں کس نے کس کو تین سال تک محصور کیے رکھا؟ کس نے کس کا سماجی مقاطعہ کیا؟ آج سماجی مقاطعہ کا یزیدی حربہ استعمال کر کے آپ بھی کیل کو دوسرا کر بلا بنا رہے ہیں۔ یقیناً قیامت کے دن آپ سے بھی باز پرس ہوگی۔ آپ کیا جواب دیں گے؟

**قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد**

خاکسار

عبد الغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

۲۳۔ جنوری ۲۰۰۲ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## حضرت مسیح ناصری اور غلام مسیح الزماں کے مابین مماثلت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمَنَّا طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ۔ (الصف۔ ۱۵)

اے مومنوں! تم اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے جب حواریوں سے کہا کہ خدا کے کاموں میں میرا کون مددگار ہے۔ تو وہ بولے کہ ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔ پس بنی اسرائیل کا ایک گروہ تو ایمان لے آیا، اور ایک گروہ نے انکار کر دیا۔ جس پر ہم نے مومنوں کی اُنکے دشمنوں کے خلاف مدد کی اور مومن غالب آ گئے۔

محترمہ حنہ زوجہ عمران نے اللہ تعالیٰ کے حضور بچے کیلئے دعا مانگی اور منت مانی کہ جو بچہ میرے ہاں پیدا ہوگا، میں اس کو ہیکل کی عبادت کیلئے وقف کر دوں گی۔ لیکن لڑکے کی بجائے حنہ کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مریم رکھا گیا۔ محترمہ حنہ لڑکی کی پیدائش پر غمگین تھی لیکن اسے کیا خبر تھی کہ یہ لڑکی کتنی عظیم بننے والی ہے۔؟ بعد ازاں حضرت مریم کی نگہداشت، پرورش اور تعلیم و تربیت حضرت زکریا کے سپرد ہوئی۔ آپ نہایت نیک اور پرہیزگار تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ بغیر کسی ظاہری سامان کے آپ کو ایک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام نامی مسیح عیسیٰ ابن مریم تھا۔ یہ بیٹا بلاشبہ ایک رحمت کا نشان اور ایک قدرت کا نشان تھا۔ ولادت مسیح ابن مریم کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱) ”قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۝“ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝“ قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّبٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝“ (مریم: ۲۰، ۲۱، ۲۲) ترجمہ۔ کہا میں تو صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا بیغا مبر ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاک اور نیک لڑکا دوں۔ کہا میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ اب تک مجھے کسی مرد نے نہیں چھوا۔ اور میں کبھی بدکاری میں مبتلا نہیں ہوئی۔ کہا اسی طرح ہے تیرے رب نے یہ کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ اسے لوگوں کیلئے ایک نشان بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت اور یہ (بات) ہماری تقدیر میں طے ہو چکی ہے۔

(۲) ”فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَنَسِيتُ نَسِيًّا مَنَسِيًّا ۝“ (مریم: ۲۳) ترجمہ۔ پس اسے درد زہہ مجبور کر کے ایک کھجور کے تنے کی طرف لی گئی، کہا۔ اے کاش! میں اس سے پہلے مرجاتی۔ اور میری یاد مٹا دی جاتی۔

(۳) ”وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَلِّطُ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا ۝“ (مریم: ۲۶) ترجمہ۔ اور کھجور کی ٹہنی کو پکڑ کر اپنی طرف ہلا وہ تجھ پر تازہ بتازہ پھل پھینکے گی۔

(۴) ”فَاتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهَا قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۝“ يَا خُتَّ هَرُونَ مَا كَانَ أَبُوكَ أَمْرًا سَوِيًّا ۝ وَمَا كَانَتْ أُمُّكَ بَغِيًّا ۝“ (مریم: ۲۸، ۲۹) ترجمہ۔ اس کے بعد وہ اس کو لے کر اپنی قوم کے پاس سوار کر کے لائی۔ جنھوں نے کہا اے مریم! تو نے بہت برا کام کیا ہے ۝ اے ہارون کی بہن! تیرا باپ تو برا آدمی نہیں تھا، اور تیری ماں بھی بدکار نہیں تھی۔

(۵) ”ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝“ (مریم: ۳۵) ترجمہ۔ یہ عیسیٰ ابن مریم ہے اور یہ (اس کا) سچا واقعہ ہے جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔

یہ موسوی سلسلہ کے مسیح ابن مریم تھے جن کے ٹھیک حالات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں۔ بالکل اسی طرح محمدی سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک فرامت حضرت مرزا غلام احمد کو مریمی روحانی مقام بخشا۔ پھر اس میں اپنی طرف سے سچائی کی روح پھونکی اور اُسے ایک زکی غلام کی بشارت بخشی۔

ایک صدی قبل یہ سارا واقعہ بالکل اسی طرح ہوا جس طرح پہلے موسوی سلسلہ میں حضرت مریمؑ کیساتھ ہوا تھا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات سے ظاہر ہے۔

(۱) ”يَا اَدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ - يَا مَرْيَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ - يَا اَحْمَدُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ - نَفَخْتُ فِيكَ مِنْ لَدُنِّي رُوْحَ الصِّدْقِ -“ اے آدم۔ اے مریم۔ اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنی طرف سے سچائی کی روح تجھ میں پھونک دی ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۱ ص ۵۹۰ تا ۵۹۱ و تذکرہ صفحہ ۵۵)

(۲) خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عز اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ:-

”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تصرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے پاپیہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدانے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پادیں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی ختم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل

اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رحس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اسکے ساتھ فضل ہے۔ جو اُسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۃ تجید سے بھیجا ہے۔ **وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔** (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) **دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دل بند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَمَا أَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔** جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مسح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اُسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَ كَانَ أَمْرًا مَّفْضِيًّا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

(۳) ۱۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء۔

”إِصْبِرْ مَلِيًّا سَاهَبُ لَكَ غَلَامًا زَكِيًّا۔“ یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کریں تجھے ایک زکی غلام عنقریب عطا کرونگا (تذکرہ صفحہ ۲۷، ۲۸ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۶)

(۴) ۷ نومبر ۱۹۰۷ء۔

”سَاهَبُ لَكَ غَلَامًا زَكِيًّا۔ رَبِّ هَبْ لِي ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔ اَنَا نَبِيٌّ زَكِيٌّ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ۔“ (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، ۴۱ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ بحوالہ تذکرہ ۶۲۶)۔ ترجمہ۔ میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کیساتھ کیا کیا۔

(۵) ۱۸۸۳ء

”اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ - وَ لَنْ جَعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا - قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيْهِ تَمْتَرُوْنَ“ کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں۔ اور ہم اسکو لوگوں کے لیے ایک نشان بنا دیں گے اور اپنی طرف سے رحمت اور یہ بات ابتداء سے مقدر تھی۔ اور ایسا ہی ہونا تھا۔ یہی قول حق ہے جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۱)

(۶) ۱۶ دسمبر ۱۹۰۵ء

”قَالَ رَبُّكَ اِنَّهٗ نَازِلٌ مِّنَ السَّمَآءِ مَا يُرْضِيْكَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا - قَرَّبَ مَا تُوْعَدُوْنَ - (۲) اَمْرٌ نَّافِذًا - (۱) تیرا رب کہتا ہے کہ ایک امر آسمان سے اترے گا جس سے تو خوش ہو جائے گا۔ یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور یہ فیصلہ شدہ بات ہے جو ابتداء سے مقدر تھی۔ وہ وقت قریب آ گیا جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا۔ (۲) میں نے یہ حکم نافذ کر دیا ہے۔ یعنی اٹل ہے۔“ (الحکم جلد ۹ نمبر ۴۴ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ و تذکرہ صفحہ ۹۶)

(۷) (۸۳-۱۸۸۱ء)

”فَاجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلَى جِدْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَلِيْتَنِيْ مِثُّ قَبَلِ هَذَا وَ كُنْتُ نَسِيًّا مِّنْسِيًّا - هُزِّي اِلَيْكَ بِجِدْعِ النَّخْلَةِ تُسَلِّقُ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا - پس اسے درد زہ مجبور کر کے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے گئی۔ کہا اے کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور میری یاد مٹا دی جاتی۔ کھجور کی ٹہنی کو پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ وہ تجھ پر تازہ بتازہ پھل پھینکے گی۔“ (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۱، جلد ۲۵ صفحہ ۲۵)

(۸) ۱۸۸۳ء

”لَقَدْ جِئْتِ شَيْعًا فَرِيًّا مَا كَانَ اَبُوْكَ اَمْرًا سَوِيًّا وَ مَا كَانَتْ اُمُّكَ بَعِيًّا -“ (اے مریم) تو نے بہت برا کام کیا ہے۔ تیرا باپ تو برا آدمی نہیں تھا اور تیری ماں بھی بدکار نہیں تھی۔ (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۱)

(۹) (مکتوب پیر سراج الحق صاحب نعمانی صفحہ ۶، تذکرہ ص ۶۸۴)

زرد گاہ خدا مردے بصد اعزازی آید۔ مبارک باد اے مریم کہ عیسیٰ بازمی آید

ترجمہ۔ خدا کی درگاہ سے ایک مرد بڑے اعزاز کیساتھ آتا ہے۔ اے مریم تجھے مبارک ہو کہ عیسیٰ دوبارہ آتا ہے مندرجہ بالا الہامات سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح کی وحی موسوی مریم (حضرت مریمؑ) پر نازل ہوئی بالکل اسی طرح کے الہامات محمدی مریم (حضرت مسیح موعودؑ) کو بھی ہوئے۔ (۱) حضرت مریمؑ کو ایک زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی ایک زکی غلام کی بشارت آپکی وفات تک ہوتی رہی۔

(۲) جس طرح حضرت مریمؑ کو یہ الہام کیا گیا کہ ہم اس لڑکے کو ایک نشان بنائیں گے اور اپنی طرف سے رحمت اور یہ (بات) ہماری تقدیر میں طے ہو چکی ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کو بھی یہی الہام ہوا کہ ہم اس زکی غلام کو لوگوں کیلئے ایک نشان بنائیں گے اور اپنی طرف سے رحمت اور یہ (بات) ہماری تقدیر میں طے ہو چکی ہے۔ یہی قول حق ہے جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔

سورۃ تحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ عَلَيْهَا إِتْقَانٌ ۝“ (تحریم: ۱۲، ۱۳)

ترجمہ۔ اور مومنوں کی حالت اللہ فرعون کی بیوی کی مانند بیان کرتا ہے جبکہ اس نے اپنے رب سے کہا، کہ اے خدا! تو اپنے پاس ایک گھر جنت میں میرے لیے بھی بنا دے اور مجھ کو فرعون اور اسکی بد اعمالیوں سے بچا اور اسی طرح (اسکی) ظالم قوم سے نجات دے۔ اور پھر اللہ مومنوں کی حالت مریم کی طرح بیان کرتا ہے جو عمران کی بیٹی تھی جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی اور ہم نے اس میں اپنا کلام ڈال دیا تھا اور اس نے اس کلام کی جو اسکے رب نے اس پر نازل کیا تھا تصدیق کر دی تھی اور اس (خدا) کی کتابوں پر بھی ایمان لائی تھی اور (ہوتے ہوتے ایسی حالت پکڑ لی تھی) اس نے فرمانبرداروں کا مقام حاصل کر لیا تھا۔

”سورۃ تحریم میں اشارہ کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کے ابن مریم کہلائیں گے کیونکہ اول مریم سے انکو تشبیہ دیکر پھر مریم کی طرح نفع روح ان میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اول وہ مریمی

وجود لیکر اور اس سے ترقی کر کے پھر ابن مریم بن جائیں گے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں اول میرا نام مریم رکھا اور فرمایا۔ یا مریم اسکن انت و ذوجک الحنة۔ یعنی اے مریم تو اور تیرا دوست بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ اور پھر فرمایا۔ یا مریم نفخت فیک من روح الصدق۔ یعنی اے مریم میں نے صدق کی روح تجھ میں پھونک دی (گویا استعارہ کے رنگ میں مریم صدق سے حاملہ ہوگی) اور پھر آخر میں فرمایا۔ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ پس اس جگہ مریمی مقام سے مجھے منتقل کر کے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس طرح پر ابن مریم مجھے ٹھہرایا گیا تا وہ وعدہ جو سورۃ تحریم میں کیا گیا تھا پورا ہو۔“ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۸۶ تا ۱۸۷)

سورۃ تحریم کی جو تشریح حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ کو مریمی روحانی مقام بخشنے میں دو اغراض پوشیدہ تھیں۔ اولاً۔ یہ کہ اس مریمی روحانی مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپؑ میں صدق کی روح پھونکی اور اس طرح آپؑ مریمی روحانی مقام سے عیسوی روحانی مقام کی طرف منتقل ہو گئے۔ ثانیاً۔ یہ کہ آپؑ کو مریمی روحانی مقام عطا کیے جانے میں یہ حکمت الہی بھی پوشیدہ تھی کہ آپؑ کے بعد آپکی کامل اتباع اور پیروی اور آپکی غلامی اور آپکی دعا اور روحانی توجہ کے نتیجے کے طور پر آپؑ کے کسی غلام کو ابن مریم کا روحانی مقام عطا فرمانا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے محمدی سلسلہ کو موسوی سلسلہ کیسا تھ کامل تشبیہ دینی تھی۔ لہذا اس کامل تشبیہ کیلئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ پہلے محمدی سلسلہ میں کسی امتی فرد کو مریم کا روحانی مقام عطا فرماتا تاکہ بعد ازاں اُسکی غلامی اور اُسکی روحانی توجہ اور دعا کے نتیجے میں اُسکے کسی غلام کو ابن مریم کا روحانی مقام عطا فرمائے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

☆ اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے ☆ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۱۸)

آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے آخر میں جس مسیح کی خبر دی ہے وہ غلام مسیح الزماں ہی تو ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

”عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَشِرُوا وَأَبَشِرُوا إِنَّمِثْلُ أُمَّتِي مِثْلُ الْغَيْثِ لَا يَدْرِي إِخْرَهُ خَيْرٌ أَمْ أَوْلُهُ أَوْ كَحَدِيقَةٍ أُطْعِمَ مِنْهَا فَوْجٌ عَامًّا ثُمَّ أُطْعِمَ فَوْجٌ عَامًّا لَعَلَّ إِخْرَهَا فَوْجًا أَنْ يَكُونُ أَعْرَضَهَا عَرَضًا وَأَعَمَّقَهَا عُمُقًا وَأَحْسَنَهَا حُسْنًا كَيْفَ تَهْلِكُ أُمَّةٌ أَنَا أَوْلُهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسَطُهَا وَالْمَسِيحُ إِخْرُهَا وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ فَيْجٌ أَعْوَجٌ لَيْسُوا مِنِّي وَلَا أَنَا مِنْهُمْ۔“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

ترجمہ۔ جعفرؓ اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا (حضرت امام حسینؓ۔ ناقل) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم خوش ہوؤ اور خوش ہوؤ۔ میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے یہ نہیں جانا جاتا اس کا اول بہتر ہے یا آخر یا اس کی مثال باغ کی مانند ہے۔ اس سے ایک سال تک ایک فوج کھلائی گئی پھر ایک فوج ایک دوسرے سال کھلائی گئی شاید کہ جب دوسری فوج کھائے وہ بہت چوڑا اور بہت گہرا اور بہت اچھا بن جائے۔ وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کے اول میں، میں ہوں، مہدی اسکے وسط میں اور مسیح اسکے آخر میں ہے۔ لیکن اسکے درمیان ایک کجرو جماعت ہوگی انکا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور میرا انکے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا قَالَ لَنْ تَهْلِكَ أُمَّةٌ أَنَا فِيْ أَوْ لَهَا وَعَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فِيْ إِخْرِهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسَطُهَا۔“ (کنز العمال ۷/صفحہ ۱۸۔ جامع الصغیر ۲/۱۰۴ بحوالہ حدیقتہ الصالحین صفحہ ۴۰۲) ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وہ امت ہرگز ہلاک نہیں ہو سکتی جسکے شروع میں، میں اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور درمیان میں مہدی ہوں گے۔

ان احادیث میں آنحضرت ﷺ نے مہدی کو درمیان میں فرمایا ہے اور مسیح کو آخر پر۔ آپ ﷺ کی اس آخری مسیح سے مراد یقیناً غلام مسیح الزماں ہے۔ مزید برآں جب اس آخری مسیح ابن مریم یا غلام مسیح الزماں نے نازل ہونا ہے تو اس وقت حضرت مہدیؑ کی نمائندہ جماعت کی حالت کیا ہوگی؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب محمدی مریم کا روحانی فرزند نازل ہوگا تو اس وقت حضرت مہدیؑ کی جماعت میں ایک انتخابی امام ہوگا۔ جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔



میں مہدویت اور مسیحیت کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے اور آپ کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد بعض لوگوں نے اپنا راستہ صاف کرنے اور اپنے نفسانی مفادات کے تحفظ کیلئے یہ غلط عقیدہ گھڑا اور اسکے ثبوت کیلئے ابن ماجہ کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے ولا المہدی الا عیسیٰ بن مریم اور نہیں مہدی مگر عیسیٰ ابن مریم۔ اس حدیث کا صرف اتنا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس مہدی کی خبر دی تھی وہ مہدی ہونے کے علاوہ عیسیٰ ابن مریم بھی ہونگے۔ اگر کوئی اس حدیث کا یہ مطلب نکالتا ہے کہ اب حضرت مرزا صاحبؑ کے بعد کوئی مسیح یا مجدد نہیں آئے گا تو یہ معانی بالکل غلط ہیں۔ اسکی دو جوہات ہیں۔ اولاً۔ یہ کہ متذکرہ بالا احادیث نبی ﷺ اس غلط خیال کو رد کرتی ہیں۔ ثانیاً۔ حضرت مرزا صاحبؑ پرزکی غلام سے متعلق نازل ہونے والا کلام الہی اس خیال کی تردید کرتا ہے۔

اب آئیں حضرت مسیح ناصرؑ اور غلام مسیح الزماں کے درمیان مماثلت کی دیگر جوہات کا تجزیہ کرتے ہیں۔

(۱) **پیدائش**۔ موسوی سلسلے میں مسیح ابن مریم کی پیدائش کیلئے کوئی ظاہری سبب نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے محض اپنی قدرت کے ساتھ بن باپ پیدا کیا۔ بالکل اسی طرح محمدی سلسلہ میں بھی کسی کمزور انسان کیلئے محمدی مریم کا روحانی فرزند بنانا ناممکن تھا اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور احسان اور اپنی قدرت کا ملکہ کیساتھ اسے محمدی مریم کا روحانی فرزند ہونے کا اعزاز بخشا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دونوں کو قدرت کا نشان بنایا اول کو جسمانی پیدائش کے لحاظ سے اور ثانی کو روحانی پیدائش کے لحاظ سے۔

(۲) **نام**۔ نام کے لحاظ سے بھی دونوں مشترک ہیں۔ حضرت مریم صدیقہؑ کو ایک زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی۔ بالکل اسی طرح محمدی مریم (حضرت مرزا صاحبؑ) کو بھی ایک زکی غلام کی بشارت دی گئی۔

(۳) **نشانِ رحمت**۔ حضرت مسیح ناصرؑ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت کا نشان بنایا تھا اور قرآن پاک اس کی خبر دیتا ہے۔ اسی طرح غلام مسیح الزماں کو بھی اللہ تعالیٰ نے رحمت کا نشان بنایا ہے اور یہ بات اس کلام الہی سے ثابت ہے جو اس سے متعلق محمدی مریمؑ پر نازل ہوا۔

(۴) **موعود**۔ موعود ہونے میں بھی دونوں مشترک ہیں۔ حضرت مسیح ناصرئ موسوی سلسلہ میں موعود تھے جیسا کہ یسعیاہ نے فرمایا۔ ”لیکن خداوند خدا آپ تم کو ایک نشان بخشے گا۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا۔“ (یسعیاہ: ۷-۱۴) اسی طرح غلام مسیح الزماں بھی موعود ہے۔ آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کے علاوہ وہ تمام مبشر کلام الہی جو غلام مسیح الزماں سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ پر ۱۸۸۱ء سے لیکر نومبر ۱۹۰۷ء تک نازل ہوتا رہا اُسکے موعود ہونے کی خبر دیتا ہے۔

(۵) **معمولی انسان**۔ حضرت مسیح ناصرئ کو اللہ تعالیٰ نے خواص کی بجائے عوام میں سے کھڑا کیا۔ آپ نے جب اپنا دعویٰ اہل یہود کے سامنے پیش کیا تو آپ ایک معمولی انسان تھے۔ اسی لیے یہود نے آپ کا انکار کیا۔ اسی طرح آج غلام مسیح الزماں بھی ایک معمولی انسان کی حیثیت میں کھڑا ہے۔ اور لوگوں کو اس کا حضرت مسیح ناصرئ کی طرح معمولی ہونا ہی قابل اعتراض نظر آ رہا ہے۔

(۶) **فتنہ پرداز اور مفسد**۔ حضرت مسیح ناصرئ کو یہودیوں نے فتنہ پرداز اور مفسد کے القاب دیئے جیسا کہ اعمال میں درج ہے۔ ”کیونکہ ہم نے اس شخص کو مفسد اور دنیا کے سب یہودیوں میں فتنہ انگیز اور ناصرئوں میں بدعتی فرقہ کا سرگروہ پایا۔“ (اعمال: ۲۴-۵) اسی طرح آج غلام مسیح الزماں کو بھی اُسکے اخراج کے خط میں اُسے مفسد اور فتنہ پرداز ہونے کا خطاب دیا گیا ہے۔

(۷) **دیوانہ**۔ حضرت مسیح ناصرئ کو یہودیوں نے دیوانہ اور پاگل قرار دیا۔ ”ان میں سے بہتیرے تو کہنے لگے کہ اس میں بدروح ہے اور وہ دیوانہ ہے۔ تم اسکی کیوں سنتے ہو؟“ (یوحنا: ۱۰-۲۰) اسی طرح غلام مسیح الزماں کو بھی دیوانہ کہا گیا اور اس کے متعلق کہا گیا کہ ”جرمنی میں بھی ایک شخص ہے جو کہ بیچارہ دماغی فتور میں مبتلا ہے۔ وہ بھی اپنے آپکو زمانے کا مصلح سمجھتا ہے وغیرہ۔“ (اگست ۲۰۰۱ء خطاب جلسہ سالانہ جرمنی خلیفہ الرابعؒ)۔

(۸) **عبادت خانہ سے اخراج**۔ حضرت مسیح ناصرئ کی مخالفت میں سب یہودی متفق ہو گئے تھے اور انہوں نے نہ صرف اُسکی تکفیر کی بلکہ اسکے ماننے والوں کو بھی کافر قرار دیا۔ ”یہودی ایکا کر چکے تھے کہ اگر کوئی اُسکے مسیح

ہونے کا اقرار کرے تو عبادت خانہ سے خارج کیا جائے۔“ (یوحنا: ۹-۲۲) اسی طرح غلام مسیح الزماں کے خلاف بھی اہل نظام متفق ہو گئے اور انہوں نے متفقہ طور پر اس کا اور اسکے اہل و عیال اور اس سے تعلق رکھنے والوں کا جماعت سے اخراج کر دیا۔

(۹) **رشتہ دار**۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے بہن بھائی اور اُسکے رشتہ دار دل میں اس پر ایمان رکھتے تھے لیکن یہودیوں کے ڈر سے وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو جماعت سے خارج کیے جائیں گے۔ آج یہی معاملہ غلام مسیح الزماں کو بھی پیش آیا ہے اور اسکے رشتہ دار بھی نظام جماعت کے ڈر سے دبکے بیٹھے ہیں۔

(۱۰) **منظم اور طاقتور جماعتیں**۔ جب حضرت مسیح ناصریؑ نے اپنا دعویٰ مسیحیت یہودیوں کے سامنے پیش کیا تو اس وقت وہ بہت منظم اور طاقتور تھے۔ اگرچہ انکی حکومت نہیں تھی لیکن رومی اہل کار ان کی بات سنتے تھے۔ یہی صورت حال آج غلام مسیح الزماں کے سامنے بھی ہے۔ آج حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب ہونے والی جماعت بھی بہت منظم اور ہر لحاظ سے طاقتور ہے۔ اگرچہ آج کل اس جماعت کی حکومت نہیں لیکن پھر بھی حکومتیں اسکے زیر اثر ہیں۔

(۱۱) **حلیم اور دل کا فروتن**۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح ناصریؑ کو حلیم اور دل کا فروتن بنایا۔ وہ دل کا بہت غریب اور عاجز انسان تھا۔ وہ فرماتے ہیں ”میرا بچا اپنے اوپر اٹھا لو اور مجھ سے سیکھو۔ کیونکہ میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن۔ تو تمہاری جانیں آرام پائیگی۔“ (متی: ۱۱-۲۹) اسی طرح جو کلام الہی غلام مسیح الزماں سے متعلق محمدی مریمؑ پر نازل ہوا اس میں اسے دل کا حلیم قرار دیا گیا ہے۔

(۱۲) **آرہا ص**۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے ارہا ص حضرت یحییٰؑ تھے جو ایلیاہن کر حضرت مسیح ناصریؑ کی آمد کی راہ صاف کرنے کیلئے مبعوث ہوئے تھے ”جو لوگ منتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یوحنا (یحییٰ) کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں؟ تو یوحنا نے ان سب سے جواب میں کہا میں تو تمہیں پانی سے پتسمہ دیتا

ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ آئیوا لے۔ میں اسکی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں۔ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بہتسمہ دیگا۔“ (لوقا ۳: ۱۵، ۱۶) اسی طرح غلام مسیح الزماں کے ارباص حضرت خلیفہ الرابع تھے اور انہوں نے اپنے خطبات اور منظوم کلام میں آئیوا لے کی لاشعوری طور پر راہ ہمواری کی۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا

اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھاموت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت خلیفہ المسیح الرابع غلام مسیح الزماں کے ارباص تھے تو انہوں نے اعلانیہ طور پر اسکی سچائی کا اعلان کیوں نہیں کیا۔ لیکن لوگوں کا یہ اعتراض بالکل غلط ہے کیونکہ اگر وہ میری سچائی کا اعلان کر جاتے تو پھر جماعت کا ہر فرد مجھے فوراً قبول کر لیتا اور درمیان سے ابتلاء یا آزمائش ختم ہو جاتی۔ لیکن پیشگوئیوں کے سلسلے میں ایسا نہیں ہوا کرتا

”یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنی پیشگوئیوں اور نشانوں کو اس طور سے ظہور میں لاتا ہے کہ وہ ایک خاص طائفہ کیلئے مفید ہوں جو اسکے کاموں میں تذبذب کرنے والے اور سوچنے والے اور اسکی حکمتوں اور مصالحوں کی تہہ تک پہنچنے والے اور عقل مند اور پاکیزہ طبع اور لطیف الفہم اور زیرک اور متقی اور اپنی فطرت سے سعید اور شریف اور نجیب ہوں اور اس طائفہ کو وہ باہر رکھتا ہے جو سفلہ مزاج اور جلد باز اور سطحی خیالات والے اور حق شناسی سے عاجز اور سوئے ظن کی طرف جلد جھکنے والے اور فطرتی شکاوت کا اپنے پردا غ رکھتے ہیں۔ وہ نافرمانوں کے دلوں پر جس ڈال دیتا ہے یعنی کچھ پردہ رکھ دیتا ہے تب انکو نور ایک تاریکی دکھائی دیتا ہے اور اپنی آرزوں کی پیروی کرتے ہیں اور انکو چاہتے ہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے۔ اور خدا تعالیٰ کی اس فعل سے غرض یہ ہوتی ہے کہ خبیث کو طیب کیساتھ شامل نہ ہونے دے اور اپنے نشانوں پر ایسے پردے ڈال دے جو ناپاک طبع کو پاکوں کیساتھ شامل ہونے سے روک دیں اور پاک طبع لوگوں کا ایمان زیادہ کریں اور علم زیادہ کریں اور معرفت زیادہ کریں۔ اور صدق و ثبات میں ترقی دیں اور انکی زیرکی اور حقائق شناسی دنیا پر ظاہر کریں اور انکو اس

کسرشان اور بے عزتی سے محفوظ رکھیں جو اس حالت میں متصور ہے۔ کہ جب ایک کج طبع اور سفلہ خیال اور نفس پرست اور نادان انکی جماعت میں شامل ہو جائے اور ان کے ہم پہلو جگہ لے لے اور چونکہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے جو اسکی جماعت کے آب زلال کیساتھ کوئی پلید مادہ نہ مل جائے۔ اس لیے وہ ایسی خصوصیت کیساتھ اپنے نشانوں کو ظاہر کرتا ہے کہ جس خصوصیت سے غبی اور ناپاک طبع لوگ حصہ نہیں لے سکتے۔ اور صرف اس رفیع الشان نشان کو رفیع الشان لوگ دریافت کرتے ہیں۔ اور اپنے ایمان کو اس سے زیادہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ قادر تھا کہ کوئی ایسا نشان دکھاتا کہ تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت انسان جو صدمہ انسانی زنجیروں میں مبتلا ہیں بدبہی طور پر اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق اس کو مشاہدہ کر لیتے۔ مگر درحقیقت نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہوتا اور ہر ایک کج فطرت اپنی خواہشوں کے مطابق نشان دیکھ کر تسلی پالیتے تو گو خدا تعالیٰ تو ایسا نشان دکھلانے پر قادر تھا اور اس بات پر قدرت رکھتا تھا کہ تمام گردنیں اس نشان کی طرف جھک جائیں اور ہر ایک نوع فطرت اس کو دیکھ کر سجدہ کرے مگر اس دنیا میں جو ایمان بالغیب پر اپنی بنا رکھتی ہے اور تمام مدارجات پانے کا ایمان بالغیب پر ہے وہ نشان حامی ایمان نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ ربانی وجود کا سارا پردہ کھول کر ایمانی انتظام کو بالکل برباد کر دیتا اور کسی کو اس لائق نہ رکھتا کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاکر ثواب پانے کا مستحق رہے کیونکہ بدیہیات کا ماننا ثواب کا موجب نہیں ہو سکتا۔“ (روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۱۲۰)

دوسرے یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر ارباب اپنے بعد آئیوالے کی شعوری طور پر راہ صاف کرے۔ حضرت مہدی موعودؑ کے ارباب حضرت سید احمد شہیدؒ تھے جو آپکی آمد کی راہ ہموار کرنے کیلئے مامور ہوئے تھے۔ اس بارہ میں آپ فرماتے ہیں۔

”کیا تعجب ہے کہ سید احمد بریلوی اس مسیح موعود کیلئے الیاس کے رنگ میں آیا ہو۔ کیونکہ اسکے خون نے ایک ظالم سلطنت کا استیصال کر کے مسیح موعود کیلئے جو یہ راقم ہے راہ کو صاف کیا۔ اسی کے خون کا اثر معلوم ہوتا ہے جس نے انگریزوں کو پنجاب میں بلایا اور اس قدر سخت مذہبی روکوں کو جو ایک آہنی تنور کی طرح تھیں دور کر کے ایک آزاد سلطنت کے حوالہ پنجاب کو کر دیا اور تبلیغ اسلام کی بنیاد ڈال دی۔“ (روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۹۶ حاشیہ)

اگرچہ حضرت سید احمد شہیدؒ نے حضرت مہدیؑ کے ظہور کی کوئی خبر نہیں دی تھی بلکہ صرف لاشعوری طور پر وہ کارنامے سرانجام دیئے جن سے حضرت مہدیؑ کے ظاہر ہونے کیلئے راہ ہموار ہوگئی اور اس طرح آپؑ حضرت مہدیؑ کے ارہاص بن گئے۔ تو پھر خلیفہ رابع غلام مسیح الزماں کے ارہاص کیوں نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے بھی تو لاشعوری طور پر وہی کام کیا ہے۔؟

(۱۳) **علم لدنی**۔ حضرت مسیح ناصرؑ نے اللہ تعالیٰ سے براہ راست روح القدس کے ذریعہ علم پایا جیسا کہ لکھا گیا ہے۔ ”پس یہودیوں نے تعجب کر کے کہا کہ اسکو بغیر پڑھے کیونکر علم آ گیا۔؟ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ میری تعلیم میری نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے۔“ (یوحنا: ۷-۱۵، ۱۶) بالکل یہی حالت غلام مسیح الزماں کی ہے۔ وہ مذہبی علم کے لحاظ سے اُمی تھا اور مذہبی علم حاصل کرنے کیلئے کسی مذہبی درسگاہ میں نہیں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی روح القدس کے ذریعہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا ہے۔

(۱۴) **انکار**۔ اگرچہ بنی اسرائیل سمجھتے تھے کہ مریم کا بیٹا سچا ہے لیکن وہ اپنے نظام سے خائف تھے کیونکہ یہ نظام ان کو جو حضرت مسیح ناصرؑ پر ایمان لاتے تھے عبادتخانہ یا جماعت سے خارج کر دیتا تھا اور اسی ڈر کی وجہ سے چند حواریوں کے سوا باقی سب نے اس کا مجبوراً انکار کر دیا۔ اور آج یہی معاملہ غلام مسیح الزماں کیساتھ ہو رہا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جماعت کی اکثریت میرے دعویٰ اور دلیل کو سچا جانتی ہے لیکن وہ نظام جماعت سے ڈرتے ہیں اور ان میں اخلاقی جرأت نہیں۔ لہذا آج بھی سوائے چند کے باقی سارے ڈر کے مارے خاموش ہیں۔

(۱۵) **اسیروں کی رستگاری**۔ حضرت مسیح ناصرؑ کی بعثت کی اغراض کثیرہ میں سے ایک غرض یہ بھی تھی کہ وہ غرباء کو خوشخبری اور قیدیوں کو رہائی دلائے۔ ”خداوند کا روح مجھ پر ہے۔ اس لیے کہ اس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کیلئے مسح کیا۔ اس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سناؤں۔ کچلے ہوؤں کو آزاد کروں۔“ (لوقا: ۴-۱۸)۔ اسی طرح غلام مسیح الزماں کے کاموں میں سے بھی اس کا ایک اہم

کام اسیروں کو رستگاری دلانا ہے۔ جیسا کہ میں نے دلائل کیساتھ ثابت کیا ہے کہ غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود دراصل حضرت مسیح ناصریٰ کا مثیل ہے اور جو حالات و واقعات اُسے پیش آئے، ضرور تھا کہ ویسے ہی حالات و واقعات غلام مسیح الزماں کو بھی پیش آتے۔ اور یہ عاجز آج ویسے ہی حالات و واقعات کا سامنا کر رہا ہے۔ **حضرت مسیح ناصریٰ کے حالات و واقعات سے حصہ لیے بغیر کوئی مسیحائی نفس ہو ہی نہیں سکتا۔** خلیفہ المسیح الثانی حضرت مہدیؑ کے بیٹے تھے اور اس طرح آپ لوگوں کی آنکھ کا تارا تھے۔ خلیفہ المسیح اولؑ کے دور میں آپ مشیر اعلیٰ تھے اور بعد ازاں وفات تک خلافت کی مسند پر بیٹھے رہے۔ **وہ لوگ جو خلیفہ المسیح الثانی کو مصلح موعود سمجھتے ہیں میرا اُن سے سوال ہے کہ کیا خلیفہ ثانی نے بھی متذکرہ بالا مماثلتوں میں سے کوئی حصہ پایا ہے؟ ہرگز نہیں۔** آجکل نظام جماعت کے اہلکار اور مربیان عجیب طرح لوگوں کی برین واشنگ کر رہے ہیں۔ جگہ جگہ وہ لوگوں کو بتاتے پھر رہے ہیں کہ یہ کوئی نیا مصلح موعود کا دعویٰ نہیں بلکہ پہلے بھی کئی ایسے دعویٰ (بغیر نام کے) ہو چکے ہیں۔ دراصل ان تقاریر سے وہ لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جیسے پہلے بے بنیاد دعویٰ ناکام ہو چکے ہیں اسی طرح یہ دعویٰ (نعوذ باللہ) بھی ناکام ہو جائیگا۔ میں ایسے سب لوگوں سے (جو یہ خدمت بجالا رہے ہیں) کہتا ہوں کہ خدا کیلئے اب حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت پر رحم کرو اور لوگوں کو مزید گمراہی میں نہ دھکیلو۔ ایک غلط فہمی پر مبنی دعویٰ مصلح موعود کیساتھ آپ پہلے ہی لوگوں کو گمراہ کر چکے ہو۔ اور اس گمراہی سے جماعت کو نکالنے کیلئے بھی آئیو اے کو بہت تگ و دو کی ضرورت ہے۔ خدا کیلئے حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے والوں کو اتنی بڑی سزا نہ دو۔ جہاں تک آپکا یہ فرمانا ہے کہ پہلے بھی کئی ناکام دعویٰ ہو چکے ہیں تو اس سلسلہ میں میں آپ سب کو حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مہدویت کی مثال دیتا ہوں۔ آپ نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ قریباً ۱۸۹۰/۹۱ء میں کیا۔ آپ سے پہلے بھی کافی لوگ (پچاس کے قریب) امام مہدی ہونے کے دعویٰ کر چکے تھے۔ میں مربیان سے پوچھتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مہدویت اور آپ سے پہلے مدعیان مہدویت کے دعویٰ میں کیا بنیادی فرق تھا؟ آپ لوگوں کو گمراہ تو کر رہے ہو لیکن یہ بنیادی فرق نہیں بتاتے۔ اور یہی وہ بنیادی فرق ہے جو میرے مصلح موعود اور مجھ سے پہلے مدعیان مصلح موعود

بشمول خلیفہ ثانی کے دعویٰ میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ سے پہلے جتنے بھی مہدویت کے دعویٰ گزارے ہیں انکے دعویٰ کیساتھ وہ ثبوت یا نشانی نہیں تھی جس کا آنحضرت ﷺ نے اپنے مہدی کے ذکر میں فرمایا یعنی کسوف و خسوف کا۔ یہ نشانی یا ثبوت صرف اور صرف حضرت مرزا صاحبؒ کے دعویٰ کے بعد آسمان پر ظاہر ہوا۔ اور اسلئے باوجودیکہ آپؐ سے پہلے کافی مدعیان مہدویت گزر چکے تھے آپؐ کا دعویٰ مہدویت ہی سچا تھا کیونکہ اس کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ نشانی تھی۔ اسی طرح خاکسار کے دعویٰ غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود سے پہلے جتنے مدعیان مصلح موعود بشمول خلیفہ ثانی گزر چکے ہیں ان کے دعویٰ کے ساتھ وہ نشانی یا ثبوت نہیں تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے الہامی پیشگوئی میں کیا تھا۔ خاکسار سے پہلے کے دعویٰ خالی دعویٰ تھے بغیر ثبوت کے لیکن الحمد للہ میرے دعویٰ کیساتھ وہ قطعی، الہامی اور علمی ثبوت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے الہامی پیشگوئی میں فرمایا ہے۔

**اے مر بیان تم پر افسوس!** تم نے ہر دور میں اپنے پیٹ اور خوف کے بدلے اپنا ایمان بیچا ہے۔ تم تو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں فرعونؒ کی ساحروں جیسے بھی نہ نکلے۔ انہوں نے فرعون کا ڈر دل سے نکال کر حضرت موسیٰؑ کے سچے رب کو قبول کر لیا تھا۔ پوچھنے پر ان ساحروں نے فرعون کو صاف کہہ دیا تھا کہ تو بے شک ہمیں قتل کر دے لیکن ہم سچائی کو نہیں چھوڑ سکتے۔

**اے مولو یو تم پر افسوس!** کہ خوشامند اور چالپوسی تم پر ختم ہے۔ تم نے ہر دور کے جابروں اور غاصبوں کا ساتھ دیا۔ معصوم اور برگزیدہ انسانوں پر کفر کے فتوے لگا کر انہیں کوڑے لگوائے اور انہیں پابند سلاسل کروایا۔ اور آج تم انہیں امام کہتے نہیں تھکتے۔ تم جہالت سے محبت اور علم سے عداوت رکھتے ہو۔ افکار تازہ دیکھ کر تم اپنی آنکھیں کیوں بند کرتے ہو۔؟ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ پھر اسکے بعد الہام کیا گیا کہ ”ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں اُنکے چولھے ہیں میری پرستش کی جگہ میں اُنکے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں“ (ٹھوٹھیاں وہ چھوٹی بیالیاں ہیں

جنکو ہندوستان میں سکوریاں کہتے ہیں۔ عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے مولویوں کے دل ہیں جو دنیا سے بھرے ہوئے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ حاشیہ)

اس الہام میں ان علمائے اسلام کے علاوہ جنہوں نے حضورؐ کی مخالفت کی تھی، نظام جماعت کے ان تنخواہ دار مولویوں کا بھی ذکر ہے جنہوں نے اپنے مفادات کی خاطر ایک غلط دعویٰ مصلح موعود کی نہ صرف بنیاد ڈالی تھی بلکہ اس جھوٹ کا دفاع بھی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اے تنخواہ دار مولویو! کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ حضورؐ کی زرینہ اولاد (یعنی تینوں بیٹے) پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں آتی ہے۔؟ اور کیا تم پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق میرے الہامی، علمی اور قطعی ثبوت کو جھٹلا سکتے ہو۔؟ اگر نہیں تو پھر ثابت ہو گیا کہ آپ وہی علماء ہیں جنہوں نے حضورؐ کے روحانی گھر کو بدل ڈالا۔ آپ وہی علماء ہیں جنکے چولھے حضورؐ کی عبادت گاہ میں ہیں اور جنہوں نے حضورؐ کی پرستش کی جگہ اپنے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ ہی وہ علماء ہیں جو بوقت ضرورت آنحضرت ﷺ کی حدیثوں کو کترتے رہتے ہو۔ یاد رکھو ”وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (البقرہ: ۴۳) ترجمہ: اور جانتے بوجھتے ہوئے حق کو باطل کیساتھ نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپاؤ۔“ (البقرہ: ۴۳)

**اے امیر وتم پر بھی افسوس!** کہ تم نے ایمان اور انصاف کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اپنی مصنوعی نمود و نمائش کے عوض اپنے ایمان اور اپنی دلاوری کو بیچ دیا۔ ذرا سوچ کر بتاؤ کیا تم میں سچ کو سچ کہنے کا حوصلہ اور جرأت ہے۔؟

آج میں آپ سب کو یہ پیغام پہنچا کر اپنی ذمہ داری اور اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ عاجز وہی موعود کی غلام ہے جسکی خبر ۲۰ فروری ۱۸۶۱ء کی الہامی پیشگوئی میں دی گئی تھی۔ میرا دعویٰ خالی دعویٰ نہیں بلکہ میں اپنے دعویٰ کا قطعی، الہامی اور علمی ثبوت رکھتا ہوں۔ میرا صدق انتہائی تلخ اور خوفناک ہے کیونکہ اب سے پہلے ایک جھوٹ کو غلطی سے سچ کا نام دیا گیا۔ آپ سب کو ہوش میں لانے کیلئے میرا مقدمہ کافی روشن ہے۔ مجھ سے پہلے کوئی بھی حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اور کلام میں اتنی گہرائی تک نہ گیا اور نہ کوئی جاسکتا تھا کیونکہ یہ فضل اور

رحمت صرف غلام مسیح الزماں کے مقدر میں تھی۔ میں آپ سب کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ سب مل کر سر جوڑ کر بیٹھو اور غور و فکر کرو۔ اگر میرے دعویٰ کے ثبوت کو جھٹلا سکو تو جھٹلا کر دکھاؤ۔ اگر جھٹلا نہ سکو تو گواہ رہنا کہ آخری زمانے کے موسیٰؑ (حضرت مسیح موعودؑ) کا موعود عصا آپ سب کے سحر کو نکل گیا ہے۔ اور کیا میرے ارباص خلیفہ رابع کا یہ شعر حرف بہ حرف پورا نہیں ہوا کہ۔

یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا سحروں کے مقابل بنا اُڑ دھا  
 آج بھی دیکھنا مدحت کی دعا سحر کی ناگنوں کو نکل جائے گی

۶۔ مارچ ۲۰۰۲ء

☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## خروج دَجَال اور نزول مسیح ابن مریم

قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّيْ فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ☆  
وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ☆  
وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكَافِرِيْنَ عَرْضًا۔ (الکہف۔ ۱۰۱ تا ۹۹)

اُس نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے، پس جب میرے رب کا وعدہ آجائے گا تو وہ اسے (زمین) ہموار کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے اور اس دن ہم انہیں ایک دوسرے کے خلاف جوش سے حملہ آور ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونکا جائے گا تب ہم انکو اکٹھا کر دیں گے اور اس دن ہم جنہم کو کافروں کے بالکل سامنے لے آئیں گے۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ۱۸۹۱ء میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہمارے مہدی کا یہ نشان ہوگا کہ جب وہ ظاہر ہوگا تو اللہ تعالیٰ چاند سورج گرہن کے مخصوص ایام میں چاند کو پہلی رات اور سورج کو درمیان والے دن گرہن کرے گا اور مزید فرمایا کہ یہ واقعہ ایک ہی ماہ صیام میں رونما ہوگا۔ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مہدویت کے بعد آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ء ہجری بمطابق ۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء بروز جمعرات چاند گرہن ہوا اور اسی ماہ رمضان کی اٹھائیس تاریخ بمطابق ۱۶ اپریل ۱۸۹۴ء کو سورج گرہن ہوا۔ گرہن کا یہ واقعہ ۱۸۹۵ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی دہرایا گیا۔ اب جس خدا نے حضرت مرزا صاحب کو امام مہدی بنایا اس نے آپکی صداقت کو ظاہر کرنے کیلئے چاند سورج گرہن کا نشان بھی دکھایا۔ اور یہ نشان ایسا عظیم تھا کہ کوئی جھوٹا مدعی مہدویت اپنی

طاقت کے ساتھ ایسا نشان نہیں دکھا سکتا تھا۔ جن لوگوں کے دل میں ایمان اور تقویٰ تھا انہوں نے تو فوراً حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت قبول فرمایا اور جنکے دلوں میں تکبر تھا اور وہ جو نور کی بجائے تاریکی سے محبت رکھتے تھے وہ آپکے دعویٰ پر ایمان نہ لائے۔ جیسا کہ میں ازیں پیش اپنے مضامین میں بتا چکا ہوں کہ امت محمدیہ میں پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک فرد امت یعنی حضرت مرزا غلام احمد کو مریمی روحانی مقام بخشا اور پھر آپ میں اپنی طرف سے سچائی کی روح پھونکی اور آپ کو ایک زکی غلام (ابن مریم) کی بشارت عطا فرمائی اور یہ سارا واقعہ بالکل اسی طرح ہوا جس طرح پہلے موسوی سلسلہ میں حضرت مریمؑ کیساتھ ہوا تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد فرماتے ہیں۔

(۱) ”ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ظاہر پر ہی ان بعض حدیثوں کو جو ہنوز ہماری حالت موجودہ سے مطابقت نہیں رکھتیں محمول کیا جاوے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو اس عاجز کے ایک ایسے کامل متبع کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں پورا کر دیوے جو منجانب اللہ مثیل مسیح کا مرتبہ رکھتا ہو اور ہر ایک آدمی سمجھ سکتا ہے کہ متبعین کے ذریعہ سے بعض خدمات کا پورا ہونا درحقیقت ایسا ہی ہے کہ گویا ہم نے اپنے ہاتھ سے وہ خدمات پوری کیں۔ بالخصوص جب بعض متبعین فنا فی الشیخ کی حالت اختیار کر کے ہمارا ہی روپ لے لیں اور خدا تعالیٰ کا فضل انہیں وہ مرتبہ ظلی طور پر بخش دیوے جو ہمیں بخشا۔ تو اس صورت میں بلاشبہ اُنکا ساختہ پرداختہ ہمارا ساختہ پرداختہ ہے کیونکہ جو ہماری راہ پر چلتا ہے وہ ہم سے جدا نہیں اور جو ہمارے مقاصد کو ہم میں ہو کر پورا کرتا ہے وہ درحقیقت ہمارے ہی وجود میں شامل ہے۔ اس لئے وہ جز اور شاخ ہونے کی وجہ سے مسیح موعود کی پیشگوئی میں بھی شریک ہے۔ کیونکہ وہ کوئی جدا شخص نہیں۔ پس اگر ظلی طور پر وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مثیل مسیح کا نام پاوے اور موعود میں بھی داخل ہو تو کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ گویا مسیح موعود ایک ہی ہے مگر اس ایک میں ہو کر سب موعود ہی ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ہی درخت کی شاخیں اور ایک ہی مقصد موعود کی روحانی یگانگت کی راہ سے متم و مکمل ہیں اور اُن کو اُنکے پھلوں سے شناخت کرو گے۔“ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ

(۲) ”اب یہ سوال بھی قابل حل ہے کہ مسیح ابن مریم تو دَجَال کیلئے آئے گا۔ آپ اگر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہو کر آئے ہیں تو آپ کے مقابل پر دَجَال کون ہے؟ اس سوال کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ گویں اس بات کو تو ماننا ہوں کہ ممکن ہے کہ میرے بعد کوئی اور مسیح ابن مریم بھی آوے اور بعض احادیث کی رو سے وہ موعود بھی ہو۔ اور کوئی ایسا دَجَال بھی آوے جو مسلمانوں میں فتنہ ڈالے مگر میرا مذہب یہ ہے کہ اس زمانہ کے پادریوں کی مانند کوئی اب تک دَجَال پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا۔“ (ایضاً۔ جلد ۳ صفحہ ۳۶۲)

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد ایک دَجَال کے خروج کی خبر دی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مسیح ابن مریم دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ کے پاس دوزرد چادروں میں لپٹے ہوئے، دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لائیں گے۔ دَجَال، مسیح ابن مریم کی دُعا اور دلائل و براہین سے ہلاک ہو گا۔ آنحضرت ﷺ نے نہ صرف دَجَال کا ذکر فرمایا بلکہ اس کی مخصوص علامات بھی بیان فرمائیں تاکہ لوگوں کو اُسکی پہچان میں کوئی اشکال نہ رہے۔ دَجَال کا لفظ دَجَل سے مشتق ہے اور دَجَل کے معنی کسی چیز کو ڈھانکنے اور ملع سازی کے ہوتے ہیں۔ زیادہ جھوٹ بولنے والے کو بھی دَجَال کہا جاتا ہے۔ اپنی کثرت کی وجہ سے ساری دنیا پر پھیل جانے والے اور سامان تجارت اور حرب سے روئے زمین کو ڈھانک لینے والے گروہ کو بھی دَجَال کہتے ہیں۔ اور یہ صفات عیسائی قوم کے دینی اور دینیوی علماء میں موجود ہیں جو حضرت عیسیٰ کو خدا بنانے کے سب سے بڑے جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ان مغربی اقوام کا مذہبی نام دَجَال ہے اور سیاسی قوت و طاقت کے لحاظ سے انہیں یا جوج ماجوج کا نام دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

(۱) ”وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا عَنِ الدَّجَالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ أَنَّهُ أَعْوَرٌ وَأَنَّهُ يَجْبِي مَعَهُ بِمِثْلِ الحِنَّةِ وَ النَّارِ وَ أَنَّهُ يُنذِرُكُمْ كَمَا أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ مُتَّفَقًا عَلَيْهِ۔“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۳۳)

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں دَجَال کے متعلق ایسی خبر دوں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں دی۔ بیشک وہ کانہ ہے اور بیشک اُس کے ساتھ جنت اور آگ کی مثل ہوگی جس کو وہ جنت

کہے گا آگ ہوگی۔ میں تم کو اُس سے ڈراتا ہوں جس طرح نوحؑ نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا (متفق علیہ)۔

(۲) ”وَعَنْ حُدَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدَّجَالَ يَخْرُجُ وَإِنَّ مَعَهُ مَاءٌ وَنَارًا فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ بِحَرْفٍ وَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۳۳)

ترجمہ۔ حدیفہؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ دجال نکلے گا اُسکے ساتھ پانی اور آگ ہوگی۔ جس کو لوگ پانی دیکھ رہے ہونگے وہ آگ ہوگی، جلائے گی اور جس کو لوگ آگ دیکھ رہے ہوں گے وہ شیریں ٹھنڈا پانی ہوگا۔ تم میں سے جو اُس کو پالے وہ اُس کی آگ میں واقع ہو کیونکہ وہ شیریں ٹھنڈا عمدہ پانی ہے (متفق علیہ)۔

(۳) ”وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَسِيحُ مِنْ قَبْلِ الْمَشْرِقِ هَمَّتْهُ الْمَدِينَةُ حَتَّى يَنْزِلَ ذُبْرًا أَحَدٌ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهَنَالِكَ يَهْلِكُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۳۸)

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اور مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا اُحد کے پیچھے اترے گا۔ فرشتے اُس کا منہ ملک شام کی طرف کر دینگے وہاں ہلاک ہوگا۔ (متفق علیہ)

(۴) ”وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُنِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا أَدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَأَيْتُ مِنْ أَدَمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَأَيْتُ مِنَ اللَّحْمِ قَدَرَجَلَهَا فِيهَا تَقْطُرُ مَاءٌ مُتْكِيًا عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ إِذَا أَنْابَ رَجُلٌ جَعَدٍ قَطَطٍ أَعْوَارِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ كَأَشْبَهُهُ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ بَابِنِ قَطْنٍ وَاضْعَايَدِيهِ عَلَى مَنْكَبِي رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۴۰)

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج رات کعبہ کے نزدیک میں نے ایک بہت خوبصورت گندم گوں رنگ کا آدمی دیکھا ہے جیسا کہ تو نے کبھی دیکھا ہے۔ کندھے تک اُسکے بال ہیں بہت خوبصورت جو تو کبھی کسی کے کندھے تک کے بال دیکھے ہوں اُس نے ان بالوں میں کنگھی کر رکھی ہے ان سے پانی ٹپک رہا ہے۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر ٹپک لگائے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے میں نے کہا یہ کون ہے۔ اُنہوں نے کہا یہ مسیح ابن مریم ہے پھر میں نے ایک آدمی دیکھا جس کے بال سخت گھنگریالے ہیں اُس کی بائیں آنکھ کانی ہے۔ اُسکی آنکھ ایسے ہے جیسے پھولا ہوا انگور کا دانہ۔ جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں ابن قطن کیساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے اُنہوں نے کہا یہ مسیح دَجَال ہے۔ (متفق علیہ)

(۵) ”عَنِ الْمُعْبِرِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَسَّالَ أَحَدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الدَّجَالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتَهُ وَإِنَّهُ قَالَ لِي مَا يَضْرُكُ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ جَبَلٌ حُبِيزٌ وَنَهْرٌ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۳)

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دَجَال کے متعلق اس قدر نہیں پوچھا جس قدر میں نے پوچھا ہے، آپ نے مجھے فرمایا وہ تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا میں نے کہا لوگ کہتے ہیں اُس کے ساتھ روٹیوں کا ایک پہاڑ اور پانی کا دریا ہوگا۔ فرمایا وہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔ (متفق علیہ)

(۶) ”وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الدَّجَالَ فَقَالَ إِنَّ يَخْرُجُ وَآنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَمِيحَةٌ دُونَكُمْ----- وَبَيْتِي شِرَارُ النَّاسِ يَنْهَارُ حُونَ فِيهَا تَهَارُجُ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقَوْمُ السَّاعَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۳۳)

ترجمہ۔ نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دَجَال کا ذکر کیا، فرمایا اگر وہ میری موجودگی میں نکل آیا تو میں اُس کیساتھ جھگڑنے والا ہوں اور اگر میری عدم موجودگی میں نکلا تو ہر آدمی اپنے نفس کا جھگڑا

کرنیوالا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے دجال نوجوان ہوگا اُسکے بال گھنگریالے ہوں گے اُس کی آنکھ پھوٹی ہوئی ہے میں اُس کو عبد العزیز بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔ تم میں سے جو اُس کو پالے سورۃ کہف کی ابتدائی آیات اُس پر پڑھے ایک روایت میں ہے سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے وہ اُس سے امان کا سبب ہیں۔ شام اور عراق کے درمیان ایک راہ سے ظاہر ہوگا۔ دائیں جانب فساد کرے گا اور بائیں جانب فساد کرے گا۔ اے اللہ کے بندو عبادت قدم رہو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول زمین میں کس قدر ٹھہرے گا فرمایا چالیس دن ایک دن سال کا ہوگا۔ ایک دن مہینہ کا اور ایک دن ہفتہ کا باقی ایام اپنے معمول کے مطابق ہوں گے ہم نے کہا اے اللہ کے رسول جو دن سال کا ہوگا کیا ہم کو ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی فرمایا نہیں نمازوں کے وقت کا اندازہ لگا لیا کرو۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول کس قدر جلدی زمین میں پھرے گا فرمایا جس طرح بادل کے پیچھے ہوا لگے۔ ایک قوم کے پاس آئے گا اُن کو بلائے گا۔ وہ اس پر ایمان لے آئیں گے، آسمان کو حکم دے گا وہ بارش برسائے گا۔ زمین کو حکم دے گا وہ اُگاے گی۔ شام کو اُن کے پاس اُن کے مویشی آئیں گے اُن کی کوبائیں دراز ہوں گی تھن خوب پورے اور کونھیں خوب بھری ہوئی ہوگی۔ پھر ایک دوسری قوم کے پاس آئے گا اُن کو بلائے گا وہ اس کا انکار کر دیں گے وہ اُن سے پھرے گا وہ قحط میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اُن کے پاس اُن کے اموال میں سے کچھ بھی نہ رہے گا۔ ایک ویرانہ کے پاس سے گزرے گا اس کو کہے گا اپنے خزانے باہر نکال اُسکے خزانے اُس کے پیچھے چلے لگیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے چلتی ہیں۔ پھر ایک بھر پور نوجوان کو بلائے گا اُس کو تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دے گا اور تیر کے نشانہ کی مسافت پر پھینک دے گا۔ پھر اُس کو بلائے گا وہ مسکراتا ہوا آئے گا اور اُس کا چہرہ چمکتا ہوگا۔ وہ اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو مبعوث فرمائے گا وہ دمشق کے مشرقی جانب بیضاء منارہ سے اُتریں گے۔ دوزر درنگ کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے ہوں گے اپنے ہاتھ فرشتوں کے پروں پر رکھے ہونگے جب اپنے سر کو نیچا کریں گے اُس سے قطرے گریں گے اور جب سر اٹھائیں گے چاندی کے موتیوں کی مانند قطرے گریں گے۔ جس کا فریق اُن کی خوشبو پہنچے گی وہ مرجان کا اُن کی خوشبو جہاں تک اُن کی نظر پہنچنی ہے وہاں تک پہنچے گی۔ آپ دجال کو طلب کریں گے

یہاں تک کہ باب لُد کے پاس اُس کو جالیں گے اُس کو قتل کریں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ کے پاس ایک جماعت کے لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا ہوگا اُن کے چہروں سے گردوغبار صاف کریں گے اور جنت میں اُنکے درجات اُن کو بتلائیں گے۔ وہ اسی طرح ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا۔ میں نے اپنے ایسے بندے ظاہر کر دیئے ہیں کسی کو اُن کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ میرے ان بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ یا جوج و ماجوج کو بھیجے گا وہ ہر بلند زمین سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ بحیرہ طبریہ پاس سے اُن کی اگلی جماعت گزرے گی وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے۔ پھر آخری جماعت گزرے گی اور کہے گی کبھی یہاں بھی پانی ہوتا ہوگا۔ پھر چلتے چلتے خمر پہاڑ کے قریب پہنچیں گے جو کہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔ کہیں گے ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا ہے آؤ ہم آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں اپنے تیرا آسمان کی طرف پھینکیں گے اللہ تعالیٰ اُن کے تیر خون سے آلودہ کر کے واپس لوٹائے گا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ اور اُن کے ساتھی محصور ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ بیل کا ایک سر سودینار سے بہتر معلوم ہوگا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ اور اُنکے ساتھی اللہ سے دُعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی گردنوں میں کیڑے پیدا کر دے گا وہ ایک جان کی طرح سب مردہ ہو جائیں گے پھر اللہ کے نبی عیسیٰ اور اُن کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے وہ زمین میں ایک بالشت جگہ نہیں پائیں گے مگر اُس کو اُنکی چربی اور بد بونے بھردیا ہوگا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ اور اُنکے ساتھی دُعا کریں گے اللہ تعالیٰ پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں سختی اُونٹوں کی طرح ہوں گی وہ اُن کو اُٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے۔ ایک روایت میں ہے اُن کو نہبل مقام میں پھینک دیں گے۔ مسلمان اُنکی کمانوں، تیروں اور ترکشوں سے سات برس تک آگ جلاتے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا اُس سے کوئی مٹی پتھر کا گھریاروئی کا خیمہ چھپا نہیں سکے گا وہ مینہ زمین کو دھو ڈالے گا۔ یہاں تک کہ صاف آئینہ کی مانند کر دے گا پھر زمین کو کہا جائے گا اپنی برکت ظاہر کر اور پھل نکال اُس وقت ایک جماعت ایک انا رکھائے گی اُسکے چھلکے سے سایہ پکڑیں گے۔ دودھ میں برکت دی جائے گی۔ یہاں تک کہ ایک اوٹنی آدمیوں کی ایک کثیر جماعت کو کفایت کرے گی۔ گائے ایک قبیلہ کو کافی ہوگی۔ بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی جماعت کو کافی ہوگی۔ لوگ اسی طرح ہونگے کہ اللہ تعالیٰ ایک

خوشبودار ہوا بھیجے گا وہ اُن کو بغلوں کے نیچے سے پکڑے گی اور ہر مومن اور مسلمان کی رُوح قبض کر لے گی بڑے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح اختلاط کریں گے۔ ان پر قیامت قائم ہوگی (روایت کیا اس کو مسلم نے)۔

(۷) ”وَعَنْ أُمِّ شَرِيكٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَيَفِرَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَالِ حَتَّى يَلْحَقُوا أَبَا جِبَالٍ قَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّ الْعَرَبَ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيلٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۳۷)

ترجمہ۔ اُم شریک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ دجال سے بھاگیں گے یہاں تک کہ پہاڑوں پر جا چڑھیں گے۔ اُم شریک نے کہا میں نے کہا اس دن عرب کہاں ہونگے فرمایا وہ اس وقت تھوڑے ہونگے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے۔

(۸) ”وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ حَرْيِثٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ الصِّدِّيقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ الدَّجَالُ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضِ الْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خِرَاسَانٌ يَتْبَعُهُ أَقْوَامٌ كَأَنَّ وَجُوهُهُمْ الْمَجَانُّ الْمَطْرَقَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۴۱)

ترجمہ۔ عمرو بن حریش سے روایت ہے وہ ابو بکر صدیق سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے دجال کے متعلق باتیں کیں فرمایا وہ مشرق سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہے۔ بہت سی قومیں اُس کی پیروی اختیار کریں گی اُنکے چہرے تہ تہ ڈھال کی طرح ہونگے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے۔

(۹) ”وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَخْرُجُ الدَّجَالُ عَلَى حِمَارٍ أَقْمَرَمَائِبِينَ أذْنِيهِ سَبْعُونَ بَاعًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبُعْثِ وَالنُّشُورِ۔“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۴۳) ترجمہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں دجال ایک سفید گدھے پر نکلے گا اُسکے دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ ستر کلاوے ہوگا۔ روایت کیا اسکو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں۔

(۱۰) ”وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنَ عَمْرٍو بْنِ صَبَادٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا أَعْضَبَهُ فَانْتَفَخَ

حَتَّىٰ مَلَأَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلَىٰ حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهُ رَحِمَكَ اللَّهُ مَا أَرَدْتَ مِنْ ابْنِ صَيَّادٍ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضَبِي يَغْضِبُهَا“ (صحیح مسلم جلد ۶ صفحہ ۳۹۵)

ترجمہ۔ نافعؓ سے روایت ہے کہا ابن صیاد مدینہ کے ایک راستہ میں ابن عمرؓ کو ملا ابن عمرؓ نے اُس کو ایسی بات کہہ دی جس سے وہ ناراض ہو گیا وہ پھول گیا۔ یہاں تک کہ اُس نے راستہ کو بھر دیا۔ ابن عمرؓ حضرت حفصہؓ کے گھر گئے۔ انہیں اس واقعہ کی اطلاع مل گئی تھی وہ کہنے لگی اللہ تجھ پر رحم کرے ابن صیاد سے تو کیا چاہتا تھا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دَجَالِ ایک غصہ کی وجہ سے نکلے گا جو اُس کو ناراض کر دے گا۔ (روایت کیا اسکو مسلم نے)

(۱۱) ”عَنْ نَافِعٍ قَالَ----- أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّهُ قَدْ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا يَبْعَثُهُ عَلَى النَّاسِ غَضَبٌ يَغْضِبُهُ۔“ (صحیح مسلم جلد ۶ صفحہ ۳۹۶)

ترجمہ۔ نافعؓ سے روایت ہے کہا۔۔ کیا تو نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اوّل جو چیز دَجَالِ کو بھیجے گی لوگوں پر وہ اُس کا غصہ ہے (یعنی غصہ اُسکو نکالے گا)۔

(۱۲) ”وَعَنْ جَابِرٍ----- فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ائْتَدُنْ لِي يَا رَسُولُ اللَّهِ فَاقْتُلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ يَكُنْ هُوَ فَلَسْتُ صَاحِبَهُ إِنَّمَا صَاحِبُهُ عَيْسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ وَإِلَّا يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ أَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُشْفِقًا أَنَّهُ هُوَ الدَّجَالُ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۷ تا ۲۸)

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔۔۔۔۔ عمرؓ بن خطاب کہنے لگے۔ مجھ کو اجازت دیں کہ میں اُس کو قتل کر دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو اس کا صاحب نہیں ہے، اسکے صاحب عیسیٰ ابن مریم ہیں، اگر وہ نہیں ہیں تو یہ جائز نہیں ہے کہ تو ایک ذمی آدمی کو قتل کرے۔ نبی ﷺ ڈرتے رہے کہ کہیں یہ دَجَالِ نہ ہو۔ (روایت کیا اسکو شرح السنہ میں)

(۱) جیسا کہ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح ابن مریم دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ کے پاس اتریں گے۔ ان الفاظ میں کیا آپ ﷺ کی یہ مراد تھی کہ وہ سفید منارہ دمشق میں ہوگا؟ ہرگز آپ ﷺ کی

یہ مراد نہیں تھی۔ بلکہ آپ ﷺ کے منشاء کی وضاحت حضرت مہدیؑ نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔

”اب اے دوستو یہ منارہ اس لیے تیار کیا جاتا ہے کہ تاحدیث کے موافق مسیح موعود کے زمانہ کی یادگار ہو اور نیز وہ عظیم پیشگوئی پوری ہو جائے جس کا ذکر قرآن شریف کی اس آیت میں ہے کہ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ (بنی اسرائیل آیت: ۲) اور جس کے منارہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے کہ مسیح کا نزول منارہ کے پاس ہوگا۔ دمشق کا ذکر اس حدیث میں جو مسلم نے بیان کی ہے اس غرض سے ہے کہ تین خدا بنانے کی تخم ریزی اوّل دمشق سے شروع ہوئی اور مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تاتین کے خیالات کو ٹھوکر کے پھر ایک خدا کا جلال دنیا میں قائم کرے۔ پس اس ایما کیلئے بیان کیا گیا کہ مسیح کا منارہ جس کے قریب اس کا نزول ہوگا دمشق سے شرقی طرف ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے کیونکہ قادیان جو ضلع گورداسپور پنجاب میں ہے جو لاہور اس سے گوشہ مغرب اور جنوب میں واقع ہے۔ وہ دمشق سے ٹھیک ٹھیک شرقی جانب پڑی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ منارہ مسیح بھی دمشق سے شرقی جانب واقع ہے۔ ہر ایک طالب حق کو چاہیے کہ دمشق کے لفظ پر خوب غور کرے کہ اس میں حکمت کیا ہے کہ یہ لکھا گیا ہے کہ مسیح موعود دمشق کے شرقی طرف نازل ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کی قرارداد باتیں صرف امور اتفاقہ نہیں ہو سکتے بلکہ انکے نیچے اسرار اور رموز ہوتے ہیں وجہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی تمام باتیں رموز اور اسرار سے پر ہیں۔ اب ہمارے مخالف گواس دمشقی حدیث کو بار بار پڑھتے ہیں مگر وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے کہ یہ جو اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ مسیح موعود دمشق کی شرقی طرف کے منارہ کے قریب نازل ہوگا اس میں کیا مجید ہے۔ بلکہ انہوں نے محض ایک کہانی کی طرح اس حدیث کو سمجھ لیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ کہانی نہیں ہے اور خدا تعالیٰ لغو کاموں سے پاک ہے بلکہ اس حدیث کے ان الفاظ میں جو اوّل دمشق کا ذکر فرمایا اور پھر اسکے شرقی طرف ایک منارہ قرار دیا ایک عظیم الشان راز ہے اور وہ وہی ہے جو ابھی ہم بیان کر چکے ہیں یعنی یہ کہ تثلیث اور تین خداؤں کی بنیاد دمشق سے ہی پڑی تھی۔ کیا ہی منحوس وہ دن تھا جب پولوس یہودی ایک خواب کا منصوبہ بنا کر دمشق میں داخل ہوا۔ اور بعض سادہ لوح عیسائیوں کے پاس یہ ظاہر کیا کہ خداوند مسیح مجھے دکھائی دیا اور اس تعلیم

کے شائع کرنے کیلئے ارشاد فرمایا کہ گویا وہ بھی ایک خدا ہے۔ بس وہی خواب تثلیث کے مذہب کی تخریزی تھی۔ غرض یہ شرک عظیم کا کھیت اول دمشق میں ہی بڑھا اور پھولا اور پھر یہ زہر اور اور جگہوں میں پھیلی گئی۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ انسان کو خدا بنانے کا بنیادی پتھر اول دمشق میں ہی رکھا گیا اس لیے خدا نے اس زمانہ کے ذکر کے وقت کہ جب غیرت خداوندی اس باطل تعلیم کو نابود کرے گی۔ پھر دمشق کا ذکر فرمایا اور کہا کہ مسیح کا منارہ یعنی اسکے نور کے ظاہر ہونے کی جگہ دمشق کی مشرقی طرف ہے۔ اس عبارت سے یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ منارہ دمشق کی ایک جز ہے اور دمشق میں واقع ہے جیسا کہ بد قسمتی سے سمجھا گیا۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ مسیح موعود کا نور آفتاب کی طرح دمشق کے مشرقی جانب سے طلوع کر کے مغربی تاریکی کو دور کرے گا اور یہ ایک اشارہ تھا کیونکہ مسیح کے منارہ کو جسکے قریب اس کا نزول ہے دمشق کے مشرقی طرف قرار دیا گیا اور دمشقی تثلیث کو اسکے مغربی طرف رکھا اور اس طرح پر آنے والے زمانہ کی نسبت یہ پیشگوئی کی کہ جب مسیح موعود آئے گا تو آفتاب کی طرح جو مشرق سے نکلتا ہے اور اس کے مقابل پر تثلیث کا چراغ مردہ جو مغرب کی طرف واقع ہے دن بدن پڑ مردہ ہوتا جائے گا کیونکہ مشرق سے نکلنا خدا کی کتابوں سے اقبال کی نشانی قرار دی گئی ہے اور مغرب کی طرف جانا ادبار کی نشانی۔ اور اسی نشانی کی طرف ایماء کرنے کیلئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو جو مسیح موعود کا نزول گاہ ہے دمشق سے مشرق کی طرف آباد کیا اور دمشق کو اس سے مغرب کی طرف رکھا۔ بڑا دھوکہ ہمارے مخالفوں کو یہ لگا ہے کہ انہوں نے حدیث کے لفظوں میں یہ دیکھ کر کہ مسیح موعود اس منارہ کے قریب نازل ہوگا جو دمشق کی شرقی طرف ہے یہ سمجھ لیا کہ وہ منارہ دمشق میں ہی واقع ہے۔ حالانکہ دمشق میں ایسے منارہ کا وجود نہیں۔ اور یہ خیال نہیں کیا کہ اگر کہا جائے کہ اگر مثلاً فلاں جگہ فلاں شہر کے شرقی طرف ہے تو کیا ہمیشہ اس سے یہ مراد ہوا کرتا ہے کہ وہ جگہ اس شہر سے پیوستہ ہے۔ اور اگر حدیث میں ایسے لفظ بھی ہوتے جن سے قطعی طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ منارہ دمشق کیساتھ پیوستہ ہے اور دوسرے احتمال کی راہ نہ ہوتی تاہم ایسا بیان دوسرے قرآن کے مقابل پر قابل قبول نہ ہوتا۔ مگر اب چونکہ حدیث پر غور کرنے سے صاف طور پر سمجھ آتا ہے کہ اس حدیث کا صرف یہ منشاء ہے کہ وہ منارہ دمشق کے شرقی طرف ہے نہ درحقیقت اس شہر کا ایک حصہ تو دیانت سے بعید اور عقلمندی سے

دور ہے کہ خدا تعالیٰ کی ان حکمتوں اور بھیدوں کو نظر انداز کر کے جھکو ہم نے اس اشتہار میں بیان کر دیا ہے بے وجہ اس بات پر زور ڈالا جائے کہ وہ منارہ جس کے قریب مسیح کا نزول ہے وہ دمشق میں واقع ہے بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس منارہ سے اس مسجد اقصیٰ کا منارہ مراد لیا ہے جو دمشق سے شرقی طرف واقع ہے یعنی مسیح موعود کی مسجد جو حال میں وسیع کی گئی ہے اور عمارت بھی زیادہ کی گئی۔ اور یہ مسجد فی الحقیقت دمشق سے شرقی طرف واقع ہے۔ اور یہ مسجد صرف اس غرض سے وسیع کی گئی اور بنائی گئی ہے کہ تادمشقی مفاسد کی اصلاح کرے اور یہ منارہ وہ منارہ ہے جس کی ضرورت احادیث نبویہ میں تسلیم کی گئی۔ اور اس منارۃ المسیح کا خرچ دس ہزار روپیہ سے کم نہیں ہے۔ اب جو دوست اس منارہ کی تعمیر کیلئے مدد کریں گے میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ وہ ایک بھاری خدمت کو انجام دیں گے۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ ایسے موقعہ پر خرچ کرنا ہرگز ہرگز ان کے نقصان کا باعث نہیں ہوگا۔ وہ خدا کو قرض دیں گے اور معہ سود واپس لیں گے۔ کاش انکے دل سمجھیں کہ اس کام کی خدا کے نزدیک کس قدر عظمت ہے۔ جس خدا نے منارہ کا حکم دیا ہے اس نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اسلام کی مردہ حالت میں اسی جگہ سے زندگی کی روح پھونکی جائے گی اور یہ فتح نمایاں کا میدان ہوگا مگر یہ فتح ان ہتھیاروں کے ساتھ نہیں ہوگی جو انسان بناتے ہیں بلکہ آسمانی حربہ کیساتھ ہے جس حربہ سے فرشتے کام لیتے ہیں۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۲۸ تا ۲۹۵)

(۲) یہ جو منارۃ المسیح دمشق کے مشرق میں بمقام قادیان حضرت مہدیؑ نے بحکم الہی بنایا تھا۔ اسکے تعمیر کرنے کا مقصد یہی نہ تھا کہ یہ منارہ آپؑ کی صداقت کیلئے بنایا گیا تھا بلکہ اس کے بنانے میں یہ بھید بھی تھا کہ اس منارہ کے حوالے سے آپؑ کے بعد آپ کے روحانی فرزند یعنی غلام مسیح الزماں کا نزول ہوگا۔ اور اس طرح آنحضرت ﷺ کی حدیث حرف بہ حرف پوری ہو جائے گی۔ جیسا کہ منارۃ المسیح کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں۔

”یہ منارۃ المسیح کیا چیز ہے اور اسکی کیا ضرورت ہے۔ سو واضح ہو کہ ہمارے سید و مولے خیر الاصفیاء خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ پیشگوئی ہے کہ مسیح موعود جو خدا کی طرف سے اسلام کے ضعف اور عیسائیت کے غلبہ کے وقت میں نازل ہوگا اس کا نزول ایک سفید منارہ کے قریب ہوگا جو دمشق سے شرقی طرف واقع ہے۔ اس

پیشگوئی کے پورا کرنے کیلئے دو مرتبہ اسلام میں کوشش کی گئی ہے۔ اول ۴۱ھ سے پہلے دمشق کی شرقی طرف سنگ مرمر کے پتھر سے ایک منارہ بنایا گیا تھا جو دمشق سے شرقی طرف اور جامع اموی کی ایک جز تھی اور کہتے ہیں کہ کئی لاکھ روپیہ اس پر خرچ آیا تھا اور بنانے والوں کی غرض یہ تھی کہ تا وہ پیشگوئی رسول اللہ ﷺ کی پوری ہو جائے۔ لیکن بعد اسکے نصاری نے اس منارہ کو جلادیا۔ پھر اس حادثہ کے بعد ۴۱ھ میں دوبارہ کوشش کی گئی کہ وہ منارہ دمشق کی شرقی طرف پھر تیار کیا جائے۔ چنانچہ اس منارہ کیلئے بھی غالباً ایک لاکھ روپیہ تک چندہ جمع کیا گیا۔ مگر خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سے جامع اموی کو آگ لگ گئی اور وہ منارہ بھی جل گیا۔ غرض دونوں مرتبہ مسلمانوں کو اس قصد میں ناکامی رہی۔ اور اس کا سبب یہی تھا کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ قادیان میں منارہ بنے کیونکہ مسیح موعود کے نزول کی یہی جگہ ہے۔ سواب یہ تیسری مرتبہ ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو موقع دیا ہے کہ اس ثواب کو حاصل کریں۔ جو شخص اس ثواب کو حاصل کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے انصار میں ہوگا۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۳۱۵ تا ۳۱۶)

(۳) حدیث میں یہ جو بیان فرمایا گیا ہے کہ ”جس کافر تک انکی خوشبو پہنچے گی وہ مر جائے گا۔ انکی خوشبو کا اثر جہاں تک انکی نظر پہنچے گی، وہاں تک پہنچے گا۔“ آنحضرت ﷺ کا یہ کلام تمثیلی کلام ہے اور جو لوگ آپ ﷺ کے اس کلام کو ظاہر پر محمول کریں گے وہ سچائی کو پانے سے محروم رہیں گے۔ اب ان الفاظ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی سانس زہریلی نہیں ہوگی جس سے منکرین خدا ہلاک ہونگے۔ بلکہ اس کے پاس کوئی زبردست روحانی حربہ ہوگا جس سے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق تمام باطل عقائد (تمثیل و غیرہ) اور مخلدوں کے تمام باطل تصورات نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اسلام کا پیش کردہ سچا الہی تصور دیگر باطل الہی تصورات کو نگل جائے گا اور اس طرح ادیان باطلہ پر دین اسلام کا یہی علمی غلبہ اسکی فتح کی نشانی ہوگا۔ اب متذکرہ بالا احادیث سے جو دجال موعود کا حلیہ سامنے آتا ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

(۱) دجال ناراض ہو کر غصہ کی وجہ سے خروج کرے گا۔

(۲) بہت ساری قومیں (یعنی ملک) دجال کی پیروی کریں گی۔

(۳) دَجّال کیساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہوگا۔

(۴) دَجّال ایک سفید گدھے پر نکلے گا، اسکے دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ ستر کلاوے ہوگا۔

(۵) دَجّال کیساتھ پانی اور آگ ہوگی۔

(۶) دَجّال مشرق سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہے۔

(۷) دَجّال سے ڈر کر لوگ بھاگیں گے یہاں تک کہ پہاڑوں پر جا چڑھیں گے۔

(۸) دَجّال ایک قوم کے پاس آئے گا وہ اس پر ایمان لے آئے گی اور اسکی بدولت اسکے ہاں مال کی فراوانی ہو جائے گی۔ ایک دوسری قوم کے پاس آئے گا جو اسکا انکار کر دے گی اور اس انکار کی بدولت وہ قوم قحط میں مبتلا ہو جائے گی۔

آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ علامات کی روشنی میں خاکسار لوگوں سے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا اب دَجّال موعود کا خروج ہو چکا ہے یا کہ نہیں؟ آپ سب بہ یک آواز کہیں گے کہ آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ نشانیوں کے مطابق دَجّال موعود کا خروج ہو چکا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر دَجّال موعود کا خروج ہو چکا ہے تو پھر اس کو ہلاک کرنے والے موعود مسیح ابن مریم کہاں ہیں؟ خاکسار عرض کرتا ہے کہ وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصرؑ زندہ مادی جسم کیساتھ آسمان پر چلے گئے ہیں اور وہی اپنے مادی جسم کیساتھ آسمان سے نازل ہو کر دَجّال کو ہلاک کریں گے۔ یہ خیال سراسر دھوکہ ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ اب سے قریباً ایک صدی قبل حضرت مرزا غلام احمدؒ نے مہدی موعود کے علاوہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ آپ اپنے دعویٰ میں سچے تھے لیکن آپ سب انہیں پہچان نہ سکے۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے اس زمانے میں فرمایا تھا کہ اے لوگو! اگر تمہارے خیال کے مطابق حضرت مسیح ناصرؑ زندہ بحکمِ عنصری آسمان پر گئے ہیں تو آپ سب دعائیں کرو کہ وہ اب آسمان سے اتر آئیں تاکہ میرا دعویٰ باطل ہو جائے۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ سب لوگ ایک صدی سے یہ دعائیں کر رہے ہیں کہ آپکے خیال کے مطابق آسمان پر اٹھائے گئے مسیح ناصرؑ زمین پر اتر آئیں تاکہ زمینی مسیح موعود (حضرت مرزا صاحبؒ) کا دعویٰ باطل ہو جائے۔ آپ سب

گواہ ہیں کہ آپکا آسمانی مسیح ناصریؑ آج تک زمین پر نہیں آیا اور آتا بھی کیسے؟ اگر کوئی اوپر گیا ہوتا تبھی وہ آسمان سے آتا۔ خدا کیلئے اس جھوٹے غیر عقلی اور غیر قرآنی عقیدہ کو چھوڑ دو اور اسلام کو بدنام نہ کرو۔ آپ سب حضرت مہدیؑ (آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند) کے دامن میں پناہ لے کر اپنی عاقبت سنوار لو۔ اگر آپکے بزرگ حضرت مہدیؑ کو پہچان نہیں سکے تو اب آپ تو ہوش کے ناخن لو اور اپنی آنکھیں کھولو۔ آج یہ عاجز بحیثیت غلام مسیح الزماں آپ سے مخاطب ہے اور آپ نے اپنے موعود کی غلام کو مسیح ابن مریم کا بھی نام دیا ہے۔ اور یہ وہی مسیح ابن مریم ہے جس کا آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں ذکر فرمایا ہے۔

میں افراد جماعت احمدیہ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ سب لوگ حضرت مہدیؑ و مسیح موعودؑ کے موعود غلام سے آنکھیں کیوں چرارہے ہو؟ آپ سب کی فلاح اور کامیابی اس کے قبول کرنے میں ہے۔ آپ لوگ جانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ دَجّال موعود کا خروج ہو چکا ہے۔ لیکن ساتھ ہی آپ کے علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس دَجّال کا مقابلہ مسیح موعود کی جماعت نے کرنا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ دَجّال کا مقابلہ اور ہلاکت موعود مسیح ابن مریم یا غلام مسیح الزماں کے ذریعہ مقدر ہے اور مسیح موعود کی جماعت بھی غلام مسیح الزماں کیساتھ ہی ہوگی۔ اور یہ مقابلہ توپ اور تلوار سے نہیں بلکہ آسمانی حربہ کیساتھ ہوگا یعنی دعا اور دلائل و براہین کے ساتھ ہی اس دَجّالی فتنہ کا قلع قمع ہوگا۔ ”صبح کا بھولا شام کو آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے“ کے مطابق اگر آج بھی آپ اپنی آنکھیں کھول لو تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ بھولے ہوئے شمار نہیں ہو گے۔ مزید برآں حضرت مسیح ناصریؑ نے بھی اپنی آمد ثانی کیلئے کسوف و خسوف کی نشانی کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

”مگر ان دنوں میں اس مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔ ۵ اور آسمان سے ستارے گرنے لگیں گے اور جو قوتیں آسمان میں ہیں وہ ہلائی جائیں گی۔ ۵ اور اس وقت لوگ ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کیساتھ بادلوں میں آتے دیکھیں گے۔ ۵ اس وقت وہ فرشتوں کو بھیج کر اپنے برگزیدوں کو زمین کی انتہا سے آسمان کی انتہا تک چاروں طرف سے جمع کریگا۔ ۵“ (مرقس باب ۱۳ آیات ۲۳، ۲۵،

اور اسی طرح متی باب ۲۳ آیات ۲۹، ۳۰ کے علاوہ لوقا باب ۲۱ آیات ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ میں بھی اسی نشان کا ذکر ملتا ہے۔ علاوہ اسکے اس نشان کا ذکر قرآن پاک میں سورۃ قیامت کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ قوانین قدرت کے مطابق عمومی کسوف و خسوف کے واقعات تو ہوتے رہتے ہیں اور ہم ان کو نشان قرار نہیں دے سکتے۔ لیکن کسوف و خسوف کا وہ واقعہ جس کی خبر پہلے سے موجود ہو اور وہ واقعہ ہو بھی خاص موعود ماہ اور آیام میں تو پھر ایسا کسوف و خسوف ایک نشان بن جاتا ہے اور اس کا انکار ممکن نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی خبر کے مطابق حضرت مرزا صاحبؒ کے دعویٰ کے بعد جو کسوف و خسوف کا واقعہ ۱۸۹۴ء میں رونما ہوا تھا۔ اب پھر میرے دعویٰ جون ۲۰۰۲ء کے بعد ویسا ہی کسوف و خسوف کا واقعہ رونما ہوا ہے۔ وہ یہ کہ ۱۳ رمضان ۱۴۲۳ھ بمطابق ۸ نومبر ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ چاند گرہن ہوا اور اسی ماہ صیام کی اٹھائیس تاریخ بمطابق ۲۳ نومبر ۲۰۰۳ء بروز اتوار کو سورج گرہن ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق رونما ہونے والا یہ کسوف و خسوف کا خاص نشان اگر میرے آقا حضرت مرزا صاحبؒ کی سچائی پر آسمانی نشان تھا تو پھر آج یہی آسمانی نشان آپؐ کے موعود کی غلام کی سچائی کیلئے بھی رونما ہو گیا ہے۔ الحمد للہ۔ فَتَدَبَّرُوا إِلَيْهَا الْعَاقِلُونَ۔ آپ کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی غلام کی بشارت دیتے ہوئے یہ وعدہ فرمایا تھا۔

۱۸۔ فروری ۱۹۰۷ء (۱) كُلُّ الْفَتْحِ بَعْدَهُ (۲) مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ یعنی ایک نشان ظاہر ہوگا جو تمام فتوحات کا مجموعہ ہوگا اور اُس وقت حق ظاہر ہو جائے گا اور حق کا غلبہ ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترے گا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۸۸ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ مورخہ ۲۴۔ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

اور یہ وعدہ اب یقیناً پورا ہوگا۔ آج دین اسلام اندرونی اور بیرونی آفات میں گھرا ہوا ہے۔ خدا کیلئے اپنے گروہی اختلافات اور مفادات کو چھوڑتے ہوئے ایک ہو جاؤ اور اپنے دین کا دعا اور دوا سے دفاع کرو۔ جہاد بالسیف کا زمانہ گزر چکا ہے اور اب ہم نظریاتی دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ آج اصل جہاد یہی ہے کہ ہم مغرب سے مرعوب ہوئے بغیر علم و حکمت کی دنیا میں قرآنی علمی نظریات کا جھنڈا گاڑیں تاکہ ہمارا صدیوں سے جھکا ہوا سر ایک بار پھر فخر سے بلند ہو جائے آمین۔

یہ دُعا ہی کا تھا، معجزہ کہ عصا ساحروں کے مقابل بنا اُڑ دیا  
 آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دُعا سحر کی ناگنوں کو نکل جائے گی

خاکسار

عبدالغفار جنبہ / کیل۔ جرمنی

۱۰۔ اپریل ۲۰۰۴ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## غلام مسیح الزراں کی الہامی تصویر

”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کر نیوالا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“

ستقراط اپنے دور کا ایک عظیم مصلح تھا۔ اُس نے نہ صرف مذہب بلکہ علمی دنیا میں بھی کافی اصلاحی کام کیا تھا۔ اہل یونان نے غلطی سے اُسے سوفسطائی سمجھا حالانکہ وہ تو سوفسطائیوں کا زبردست نقاد تھا۔ ہر مصلح کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے دور کے غلط افکار و نظریات (خواہ یہ مذہبی ہوں یا علمی) کی ٹھوس بنیادوں پر اصلاح کر کے حق اور سچ کو جھوٹ پر غالب کر دکھائے۔ اور یہ کام ستقراط نے بخوبی سرانجام دیا۔ بلاشبہ وہ ہمہ گیر تعقل یا تصور (Universal definition) اور استقرائی طریقہ کار (Inductive method) کا بانی تھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ ممکنہ طور پر علم کے دو نظریات ہی ہو سکتے ہیں۔ (اولاً) یہ کہ علم کیا ہے یعنی اس کی ماہیت کیا ہے؟ اور (ثانیاً) یہ کہ اس کو کس طرح جانایا حاصل کیا جاسکتا ہے؟ ستقراط نے بجا طور پر اپنے نظریات (نیکی علم ہے اور سب علم تصورات کے ذریعہ ملتا ہے) میں انہی سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ لیکن علم و حکمت کی دنیا کا یہ ایک عجیب المیہ ہے کہ ستقراط کے بعد اُسکے نظریات کو غلط طور پر سمجھا گیا اور ان کی غلط طور پر تشریح کی گئی۔ ”نیکی علم ہے“ ستقراط کا نظریہ علم تھا کیونکہ اس میں علم کی ماہیت بیان کی گئی ہے۔ ستقراط کے بعد غلطی سے اس نظریہ علم کو ایک اخلاقی نظریہ سمجھ لیا گیا۔ اب سوال ہے کہ کیا اپنے اس نظریہ علم (نیکی علم ہے) میں کیا ستقراط نے

لفظ ”نیکی“ کو بطور نیک فعل استعمال کیا تھا؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ جیسا کہ پروفیسر ڈبلیو۔ ٹی۔ سٹیس اپنی انگریزی کتاب یونانی فلسفہ کی تنقیدی تاریخ کے صفحہ ۱۴۷ پر رقمطراز ہیں۔

"Socrates believed that a man cannot act rightly, unless he first knows what is right, unless, in fact, he knows the concept of right." (A critical History of Greek Philosophy by W.T. Stace-P,147)

سقراط کو یقین تھا کہ انسان نیک فعل نہیں کر سکتا جب تک وہ پہلے یہ نہ جانے کہ نیکی کیا ہے، جب تک درحقیقت وہ نیکی کا تصور نہ جانے؟

ان الفاظ سے واضح ہے کہ سقراط نے نیکی کی اصطلاح بمعنی ”نیک فعل“ استعمال نہیں کی تھی۔ اور مزید یہ کہ وہ نیکی کا تصور جاننے میں دلچسپی رکھتا تھا۔ وہ ایک عام انسان نہیں تھا بلکہ اپنے وقت کا دانشمند ترین انسان تھا اور کم از کم اس سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ اس نے نیکی کی اصطلاح کو عام فہم میں استعمال کیا ہوگا۔ سقراط بذات خود ہمیشہ ”نیکی کی ماہیت“ کے بارے میں خاموش رہا ہے۔ اس سلسلہ میں اُس نے ہماری صرف اتنی راہنمائی کی ہے کہ نیکی اور علم ایک ہی شے یا وجود کے دو نام ہیں و بس۔ سقراط کی اس راہنمائی میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ نیکی کو جاننے کیلئے علم کا جاننا ضروری ہے کیونکہ علم ہی نیکی ہے۔ مزید برآں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ”نیکی“ کا علم انسان عقل اور کوشش کیساتھ حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اُسکی رحمت ہے۔ وہ جسے چاہے اپنا یہ فضل اور رحمت بخش دیوے۔ اس سلسلہ میں سقراط اور مینو کا درج ذیل مکالمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"SOCRATES.I can't help that. We will talk to him some other time. If all we have said in this discussion, and the questions we have asked, have been right, virtue will be acquired neither by nature nor by teaching. Whoever has it gets it by divine dispensation without taking thought, unless he be the kind of statesman who can create another

like himself. Should there be such a man, he would be among the living practically what Homer said Tiresias was among the dead, when he described him as the only one in the underworld who kept his wits - 'the others are mere flitting shades'. Where virtue is concerned such a man would be just like that, a solid reality among the shadows.

MENO. That is finely put, Socrates.

SOCRATES. On our present reasoning then, whoever has virtue gets it by divine dispensation. But we shall not understand the truth of the matter until, before asking how men get virtue, we try to discover what virtue is in and by itself."

(Protagoras and Meno translated by W.K.C. Guthrie P.156-157)

”سقراط:- میں اسکی مدد نہیں کر سکتا، ہم کسی دوسرے وقت میں اس سے بات کریں گے۔ اگر وہ سب جو ہم نے اس بحث میں کہا ہے اور سوالات جو ہم نے پوچھے ہیں، ٹھیک ہیں تو نیکی کا علم نہ تو فطری طور پر اور نہ ہی بذریعہ تعلیم حاصل کیا جاسکے گا۔ جس کسی نے بھی اسے حاصل کیا بغیر غور و فکر کے فضل الہی کے طور پر حاصل کیا۔ جیسے نہ کہ وہ ایک سیاستدان کی طرح جو اپنی طرح کا ایک اور پیدا کر سکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے تو پھر اس کو زندہ لوگوں میں ایسے کہنا پڑے گا جیسا کہ ہومر (Homer) نے کہا ہے کہ مرے ہوئے لوگوں میں ٹائرسیاس (Tiresias) اور صرف اسی کو پتہ چلتا ہے کہ وہ ہے ”جبکہ دوسرے اڑتے ہوئے سائے ہیں“۔ جہاں تک نیکی کے علم کا تعلق ہے تو ایسا شخص بالکل اس جیسا ہوگا جس طرح سایوں کے درمیان ایک مجسم حقیقت۔

مینو:- سقراط نے یہ عمدگی کیسا تھ بیان کیا ہے۔

سقراط:- ہمارے موجودہ استدلال سے پھر جس کسی نے بھی نیکی کا علم پایا اسے یہ فضل الہی کے طور پر ملا۔ لیکن

ہم اس معاملہ کی سچائی کو اس وقت تک نہیں سمجھیں گے جب تک ہم یہ نہ پوچھیں کہ لوگوں نے نیک کی کا علم کیسے حاصل کیا۔ ہم یہ دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بذات خود نیک کی ماہیت کیا ہے۔“  
 بعض لوگوں نے تعصب سے یہاں تک کہا ہے کہ عاجز نے جو ”نیک“ کا تصور پیش کیا ہے۔ اسکی کوئی اہمیت نہیں۔ حالانہ اگر وہ فلسفہ کی تاریخ کا تھوڑا بہت مطالعہ کرتے تو یہ بات اُن کے منہ سے نہ نکلتی۔ افسوس ہے تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ سقراط نے جس ”نیک“ کو علم سے تشبیہ دی تھی اس کا تصور کتنا اہم ہے اس کا اندازہ عام انسان نہیں کر سکتا۔ پروفیسر ڈبلیو۔ ٹی۔ سٹیس اپنی متذکرہ بالا کتاب کے صفحہ ۱۴۹ پر لکھتے ہیں۔

"But as, for Socrates, the sole condition of Virtue is knowledge, and as knowledge is just what can be imparted by teaching, it followed that virtue must be teachable. The only difficult is to find the teacher, to find someone who knows the concept of virtue. What the concept of virtue is that is, thought Socrates, the precious piece of knowledge, which no philosopher has ever discovered and which, if it were only discovered, could at once be imparted by teaching, where upon men would at once become virtuous."

(A critical History of Greek Philosophy by W.T. Stace -P,149 )

”لیکن جیسا کہ سقراط کیلئے نیک کی تہا شرط اس کا علم ہونا ہے اور جیسا کہ علم قطعی ہے جس کو بذریعہ تعلیم سکھایا جا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک بھی قابلِ تعلّم ہونی چاہیے۔ مشکل صرف یہ ہے کہ کسی معلم کو ڈھونڈا جائے جو نیک کے تصور کو جانتا ہو۔ نیک کا وہ تصور جسے سقراط نے سوچا اور جو علم کا انمول جز ہے جس کو کسی مفکر نے آج تک دریافت نہیں کیا اور اگر کبھی وہ دریافت ہو گیا تو فوراً اُسے پڑھایا جائے گا اور اس طرح انسان فوراً نیک ہو جائیں گے۔“

نیکی کے تصور کی اہمیت اجاگر کرنے کے بعد ہم آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ سقراط اپنے تعقلات یا تصورات (concepts) کس طرح بناتا تھا؟ اس کا طریقہ کاریہ تھا کہ وہ عام افعال کی امثال لے کر ان میں مشترک خاصیت ڈھونڈ کر اسکی بنیاد پر اپنا تصور تشکیل دیتا تھا۔ عام طور پر جہاں ایک معمولی ذہن رکھنے والے شخص کو کچھ نظر نہیں آتا وہاں ایک غیر معمولی ذہن شخص کو عجیب و غریب اشارے مل جاتے ہیں گویا جس طرح اُسے الہام ہو جاتا ہے۔ سر آئزک نیوٹن (Isaac Newton/1643-1727) نے ایک سیب کو گرتے دیکھا۔ نیوٹن سے پہلے اور بعد میں بھی انسانوں نے یہ واقعہ پیشتر مرتبہ دیکھا ہوگا۔ لیکن نیوٹن کو اس معمولی واقعہ سے ایک ایسا اشارہ ملا جس کی بنیاد پر اس نے کشش ثقل کا ایک بہت بڑا قانون (Law of Gravitational Force) دریافت کر لیا۔ اسی طرح چارلس ڈارون (Charles Darwin/1809-1882) کو مختلف حیوانات کی مشابہت میں ایک اشارہ ملا جس سے اس نے نظریہ ارتقاء (Theory of Evolution) کو تشکیل دیا۔ اپنی روزمرہ زندگی میں ہم اپنے عمومی افعال (کھانا، پینا، لکھنا، سونا وغیرہ) کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان کو اہمیت نہیں دیتے حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ بہت ساری سچائیاں ہمارے ان عمومی افعال میں پوشیدہ ہیں۔ ضرورت صرف توجہ کی ہے۔ بلاشبہ سقراط کا طریقہ استدلال بھی ایسا ہی تھا۔ ڈبلیو ٹی سٹیس لکھتے ہیں۔

"His method of forming concepts was by induction. He would take common examples of actions which are universally admitted to be prudent, and would attempt to find the quality which they all have in common, and by virtue of which they are all classed together, and so form the concept of prudence. Then he would bring up fresh examples, and see whether they agreed with the concept so formed. If not, the concept might have to be corrected in the light of the new examples."

(A critical History of Greek Philosophy by W.T. Stace-P,146)

”اُس (سقراط) کا تصورات بنانے کا قاعدہ بذریعہ استقراء تھا۔ وہ افعال کی عام مثالیں لیتا جنہیں ہمہ گیر طور پر ہوشمند (Prudent) تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور ان میں مشترک خاصیت ڈھونڈنے کی کوشش کرتا جس کی بدولت ان سب کو ایک ہی قسم میں رکھا جاتا اور اس طرح ہوشمندی (Prudence) کا تصور تشکیل دیتا۔ پھر وہ اور مثالیں لیتا اور دیکھتا کہ آیا یہ تشکیل دیئے ہوئے تصور کیسا تھ پورا اُترتی ہیں۔ اگر نہیں تو تصور کی نئی مثالوں کی روشنی میں اصلاح کی جاتی۔“

آئیں اپنے افعال کی طرف توجہ کریں۔ میں لکھ رہا ہوں اور یہ میرا لکھنے کا فعل ہے۔ آپ پڑھ رہے ہیں اور یہ آپ کا پڑھنے کا فعل ہے۔ میں نے کیا لکھنا ہے یہ پھر میرے سوچنے کا فعل ہے؟۔ آپ نے کیا پڑھنا ہے یہ پھر آپ کے سوچنے کا فعل ہے؟ اس سے ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قسم کی مخلوق جو کائنات میں پائی جاتی ہے حتیٰ کہ بذات خود کائنات ایک فعلی یا حرکی حالت میں ہے یہ الگ بات ہے کہ بعض تخلیقی افعال کو ہم جانتے ہیں اور بعض کو نہیں۔ اس منطقی نتیجہ کیساتھ ایک اور متعلقہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا تمام افعال غائی (Objective) ہوتے ہیں یا بغیر غایت (Object) کے بھی کوئی فعل ممکن ہے؟ میری عرض ہے کہ تمام افعال ہمیشہ غائی ہوتے ہیں اور کوئی فعل بغیر غایت کے ممکن نہیں۔ غایت (Object) سے مراد وہ وجہ (cause) ہے جو متعلقہ فعل کو ممکن بناتی ہے۔ مثال کے طور پر میں لکھ رہا ہوں۔ اور میرے لکھنے کے فعل کی یقیناً کوئی غایت ہے اور یہ ہے اس کی غایت تصنیف (objecting writing or cause of writing)۔ اگر غایت تصنیف موجود نہ ہو تو پھر کسی کے لکھنے کا فعل بھی موجود نہیں ہو سکتا۔ یہی حال آپ کے پڑھنے کے فعل کا ہے۔ آپ کا پڑھنے کا فعل بھی کسی غایت مطالعہ (objective reading) کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کیونکہ فعل (action) اور غایت (object) جڑواں ہوتے ہیں اور ہمیشہ اکٹھے رہتے ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا جواز پیش کرتا ہے۔ یہ جاننے کے بعد کہ تمام افعال کا وجود انکی غایتوں کے وجود کا محتاج ہے ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم افعال کیوں سرانجام دیتے ہیں؟ اس کا سادہ جواب یہ ہے کہ ہم اپنی ضرورت

کی بدولت فعل سرانجام دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر میرے لکھنے کے فعل اور آپ کے پڑھنے کے فعل کی کوئی ضرورت ہوگی جس کی بدولت ہم یہ افعال سرانجام دے رہے ہیں۔ جس طرح فعل اپنی غایت کا منطقی ثبوت ہے اسی طرح ضرورت بھی اس کا منطقی ثبوت ہے۔ اگر فعل اور ضرورت دونوں موجود ہوں تو پھر یقیناً انکی غایت بھی موجود ہوگی۔ اس بحث کی روشنی میں ہم درج ذیل تین نتائج پر پہنچتے ہیں۔

(اولاً) ضرورت اور فعل کے وجود اپنی غایت (object) کے وجود کا جواز پیش کرتے ہیں۔ اگر ضرورت اور فعل دونوں موجود ہوں تو بلاشبہ انکی غایت بھی موجود ہوگی۔

(ثانیاً) ضرورت اور فعل دونوں بعد میں پیدا ہوتے ہیں جبکہ انکی غایت پہلے سے موجود ہوتی ہے۔

(ثالثاً) ضرورت اور فعل دونوں اپنی غایت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اسکے محتاج ہیں جبکہ ان کی غایت

غنی (independent) ہے اور اپنے محمولات (predicates) کی محتاج نہیں ہوتی۔

ہم نے دیکھا کہ فعل اور ضرورت نے ہمیں درجہ بالا تین منطقی نتائج پر پہنچایا ہے۔ انہی منطقی نتائج کی روشنی میں آئیں اب ہم عمل صالح یا نیک فعل پر غور کرتے ہیں۔ نیک فعل بھی دیگر افعال کی طرح ایک فعل ہے۔ ہم نیک فعل سرانجام دیتے ہیں کیونکہ ہم اپنے اندر اسکی ضرورت اور پیاس محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہر فعل کی کوئی غایت ہوتی ہے جو اس فعل کو ممکن بناتی ہے۔ نیک فعل کے معاملہ میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کی کوئی غایت نہ ہو؟ نیک فعل کا وجود صدیوں سے تسلیم شدہ ہے یقیناً اس کی بھی کوئی غایت ہوگی جو اس کو ممکن بناتی اور جس کی خاطر ہم ایسے نیک افعال سرانجام دیتے ہیں۔ لہذا نیک فعل کے معاملہ میں بھی بالکل ویسے ہی نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں جیسے دوسرے ماڈی افعال کے معاملہ میں۔ مثلاً۔

(۱) نیک فعل اور اسکی خواہش دونوں اپنی غایت (object) کے وجود کا جواز پیش کرتے ہیں۔ اگر یہ دونوں موجود ہوں تو پھر یقیناً انکی غایت بھی موجود ہوگی۔

(۲) نیک فعل اور اسکی خواہش دونوں بعد میں پیدا ہوئے جبکہ انکی غایت یقیناً پہلے سے موجود ہے۔

(۳) نیک فعل اور اسکی خواہش دونوں اپنی غایت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اسکے محتاج ہیں۔ جبکہ انکی

غایت غنی ہے اور اپنے معمولات کی محتاج نہیں۔

اب ہمارے آگے اہم سوال یہ ہے کہ نیک افعال کی یہ غایت کیا ہے جسکی خواہش ہم اپنے اندر محسوس کرتے ہیں اور جس کیلئے ہم نیک افعال سرانجام دیتے ہیں؟ سقراطی قول یا نظریہ (Virtue is Knowledge) میں بھی ”نیکی“ کی اصطلاح بمعنی نیک فعل استعمال نہیں کی گئی بلکہ یہ کسی غائی (objective) مفہوم میں استعمال ہوئی ہے۔ یہ غایت کیا ہے اور اسکی تعریف کیا ہے؟ سقراط اسکے بارے میں کلیہً خاموش ہے۔ ڈبلیوٹی سٹیس لکھتے ہیں۔

"So that, in spite of the fact that his whole principle lay in the method of definitions, Socrates, in fact, left his followers without any definition of the supreme concept of his philosophy, virtue. It was upon this point, therefore that the followers of Socrates disagreed. They all agreed that virtue is the sole end of life, but they developed different ideas as to what sort of life is in fact virtuous."

(A critical History of Greek Philosophy" by W.T. Stace-P,158)

”لہذا اس حقیقت کے باوجود کہ اُس کا تمام اصول تعریفیں وضع کرنے میں مضمر تھا۔ سقراط نے درحقیقت اپنے پیرو کاروں کو اپنے فلسفہ کے اعلیٰ تصور نیکی کی تعریف کے بغیر چھوڑ دیا۔ لہذا اس نقطہ پر اُس کے پیرو کاروں میں اختلاف تھا۔ وہ تمام اس بات پر تو متفق تھے کہ نیکی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ لیکن کس قسم کی زندگی نیک ہے اس بارے میں انہوں نے مختلف خیالات پیش کیے۔“

اس حوالہ سے دو باتیں ظاہر ہیں۔ اول سقراط نے نیکی کی کوئی تعریف وضع نہیں کی اور بعد ازاں اُسکے پیرو کاروں نے اسکی مختلف تشریحات پیش کیں ہیں۔ دوم۔ وہ سب اس بات پر تو متفق تھے کہ یہ اصطلاح جس مفہوم میں استعمال کی گئی ہے وہ انسانی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ یہ ”نیکی“ کیا ہے جو علم ہوتے ہوئے ہماری

زندگی کا واحد مدعا ہے؟ اس سلسلہ میں خاکسار عرض کرتا ہے کہ سقراط نے یہ اصطلاح ”خیر“ کے مفہوم میں استعمال کی تھی۔ اور یہ بلاشک و شبہ ”اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر حق“ (Supreme Ultimate Universal) ہے۔ یہ تعریف یا تصور ہمیں ”اعلیٰ حق“ سے آگاہ کرتا ہے جس نے پوری کائنات کو نہ صرف ظاہر کیا بلکہ اس کا احاطہ بھی کیا ہوا ہے اور اسے پانا یعنی سمجھنا ہی ہماری زندگی کا واحد مقصد ہے۔ جہاں تک اسکی ماہیت کا تعلق ہے تو واضح رہے کہ یہ نہ تو کوئی مادی شے ہے اور نہ ہی کوئی غیر مادی چیز۔ بلکہ یہ بذات خود علم اور حکمت ہوتے ہوئے مادی اور غیر مادی سچائیوں سے بالا ہے۔ یہ ہر جگہ موجود ہے لیکن ہماری مادی آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ اس نے ہر شے کو تخلیق کیا ہے تاہم بذات خود تخلیق سے بالا ہے۔ ہم اسے کسی شے سے تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ اشیاء اس جیسی نہیں ہیں۔ یہ حسن ہے اور محبت ہے اور ہر جگہ چمک رہا ہے۔ ہماری آنکھیں جدھر دیکھتی ہیں ادھر وہی ہے۔

حسن بھی آپ ہیں عشق بھی آپ ہیں۔ جس طرف دیکھئے آپ ہی آپ ہیں  
حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۵۲ پر اپنے منظوم کلام میں ”نیکی“ جسے سقراط نے علم قرار دیا تھا کتنی خوبصورت عکاسی کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبداء الانوار کا۔ بن رہا ہے سارا عالم آئینہ البصار کا  
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا۔ کیونکہ کچھ کچھ تھا نشان اس میں جمال یار کا  
ہے عجب جلوہ تیری قدرت کا پیارے ہر طرف۔ جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے تیرے دیدار کا  
چشمہ خورشید میں موجیں تیری مشہود ہیں۔ ہر ستارے میں تماشا ہے تیری چمکار کا  
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب۔ ورنہ تھا قبلہ تیرا رخ کا فر و دیندار کا  
البرٹائن سٹائن (Albert Einstein/1879-1955) جسے کبھی ملحد کے نام سے پکارا گیا وہ بھی اسی حقیقت کا اس طرح اعتراف کرتا ہے۔

”وہ انتہائی حسین و ممتاز جذبہ، جس کا ہم تجربہ کر سکتے ہیں۔ حقیقت میں صوفیائے کرام کا وجدانی تجربہ ہے

کیونکہ یہی حقیقی سائنس کا سرچشمہ ہے۔ جس شخص کو یہ جذبہ غیر مانوس اور اجنبی محسوس ہوتا ہے، جو شخص اس وجدانی کیفیت پر حیرت و عقیدت کا اظہار کئے بغیر کائنات کے خالق کی عظمت سے مرعوب ہو کر پہروں سر مستی اور بے خودی کی لذت سے لطف اندوز نہیں ہوتا وہ حقیقت میں مردہ اور بے حس انسان ہے۔ یہ معلوم کرنا کہ جس شے کی گہرائی تک ہماری عقل و ادراک کی رسائی کا کوئی امکان نہیں، وہ شے حقیقت میں موجود ہے، اور ہمارے شعور و قیاس سے ماوراء اپنی حکمت و دانش کو کائنات کے ذرے ذرے سے ظاہر کرتی ہے۔ وہ جگمگاتا ہوا حسن جسے ہماری سفلی صلاحیتیں صحیح طور پر محسوس بھی نہیں کر سکتیں۔۔۔۔۔ اس حقیقت کا صحیح ادراک اور اپنی کوتاہی کا عرفان، اپنی بے مائیگی کا یہی جلتا ہوا احساس حقیقی مذہب کا مرکز ہے۔“ (سائنس کا ارتقاء مصنف محمد سعید، صفحہ ۴۲، اشاعت اول دسمبر ۱۹۵۸ء قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور)

”اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر حق“ سے ہمیں ”نیکی“ کا ایک اعلیٰ تصور ملتا ہے۔ یہ تعریف ایک ایسی ہستی کا پتہ دیتی ہے جس نے کل کائنات کو گھیرا ہوا ہے۔ ہر ذرہ اپنی ہستی کیلئے اس کا محتاج اور اسکی حکومت اور فرمان کا تابع ہے۔ اول (The First)، آخر (The Last)، ظاہر (The Manifest) اور باطن (The Latent) کے چار چہرے ہیں اور ہر چہرہ اپنے رنگ میں اسکی خبر دے رہا ہے۔ نیکی حاضر و ناظر اور علیم و حکیم ہے۔ یہ مستقل اور غیر تغیر پذیر ہے۔ یہ انتہائی ہمہ گیر علت ہے اور اعلیٰ ہے کیونکہ یہ بذات خود علت کے بغیر اور علت العلل ہوتے ہوئے سب سے بالا ہے۔ سب اپنے وجود کیلئے نیکی کے محتاج ہیں جبکہ یہ غنی ہے کیونکہ اسے اپنی ہستی اور بقا کیلئے کسی شے کی ضرورت ہے اور نہ کسی انسان کی۔ یہ ہر شے کو فنا کرتی تاہم خود لافانی ہے۔ اگرچہ نیکی روشن ترین حق ہے تاہم ہمارے حواس اس کا سراغ نہیں لگا سکتے۔ یہ بے صورت ہے اور اسکی لامحدود نیک صفات ہیں۔ نیکی کے برخلاف مظہر کوئی مخصوص ظہور یا عکس ہوتا ہے جس کی اپنی مخصوص صورت اور صفات ہوتی ہیں۔ کائنات میں پائی جانے والی ہر شے اور خود کائنات سب مظاہر ہیں۔ یہ مظاہر پیدا ہوتے اور مختلف اقسام کی تبدیلیوں میں سے گزر کر بالآخر فنا ہو جاتے ہیں۔ ہر مظہر کی صورت اور اسکی صفات کا ایک دوسرے پر انحصار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر لوہا ایک مظہر ہے۔ یہ ایک مخصوص صورت اور مخصوص

صفات پر مشتمل ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ لوہا بھاری، سیاہ اور سخت ہے وغیرہ۔ تو بھاری پن، سیاہ پن اور سخت پن سب اس کی مخصوص صفات ہیں۔ یہ صفات صورت سے علیحدہ موجود نہیں رہ سکتیں۔ دوسری طرف صورت بھی اپنی صفات سے علیحدہ موجود نہیں رہ سکتی۔

جب ہم اپنے ذہن میں کسی مظہر کی صفات ختم کریں گے تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ صفات ختم ہونے پر بذات خود صورت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ صورت کے متعلق اسکی صفات کے ذریعے ہی سوچا جاسکتا ہے۔ صورت اپنے وجود کیلئے صفات کی اتنی ہی محتاج ہے جتنا صفات اپنے وجود کیلئے صورت کی۔ لہذا ان میں سے کوئی بھی غنی (Independent) نہیں۔ ان مظاہر کا منبع کیا ہے؟ یہ مخصوص صورتیں کہاں سے وجود میں آتی ہیں؟ کیا یہ ”اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر حق“ نہیں جو ان تمام مظاہر کو ظاہر کرتا اور انہیں صورتیں عطا کرتا ہے؟ مظاہر اپنے وجود اور اپنی بقا کے لیے نیکی کے محتاج ہیں جبکہ نیکی بے نیاز ہے۔ اگرچہ نیکی ہمہ گیر (universal) ہے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس یا اس مظہر میں ہے۔ ایسا کیوں؟ حقائق الاشیاء کے مطابق مظاہر غیر حقیقی، فریب اور نیست ہیں۔ نیکی یعنی حقیقت یا ہست، غیر حقیقت یا نیست میں کیسے موجود ہو سکتی ہے؟ لافانی اور لامحدود، فانی اور محدود صورتوں میں کیسے ڈھونڈا جاسکتا ہے؟ جب ہم کہتے ہیں کہ نیکی اس یا اس مظہر میں نہیں ہے تو یہ بات اسکی ہمہ گیریت (universality)، حاضر و ناظریت (Omnipresent) اور قادر مطلق (Omnipotent) ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ بلاشبہ اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر حق نے کل کائنات کو ظہور دیا ہے۔ ظہور کے عمل کے دوران نیکی اپنی ہستی کو الگ تھلگ (unmixed) اور بے نیاز (Independent) رکھتی ہے۔ پہلی نظر میں یہ بات بہت عجیب اور ناممکن لگتا ہے کہ وہ ہستی جو ظہور دیتی ہے، بذات خود الگ تھلگ اور بے نیاز کیسے رہ سکتی ہے؟ لیکن جب شعور (mind) فکر کے بلند ترین معیار پر پہنچتا ہے تو وہاں یہ بات نہ تو عجیب لگتی ہے اور نہ ہی ناممکن۔

مظاہر سراب کی طرح ہیں۔ صحرا میں سراب کو دیکھنے کے بعد ہم اسکے فریب ہونے کا تجربہ کر سکتے ہیں لیکن مظاہر کی فریب دہی کا تجربہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم صورتوں کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ہوش

وحواس میں ہم ان زنجیروں سے رہائی نہیں پاسکتے۔ لہذا مجرد عقل (unaided reason) کیلئے مظاہر کی حقیقت کا پتہ لگانا ممکن نہیں۔ جس نیکی یا اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر حق کی میں بات کر رہا ہوں یہ علت اوّل ہی تو ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ علت و معلول کے سلسلہ میں ہم کسی جگہ پر کیوں ٹھہریں؟ یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ ہماری محدود دنیا میں علت و معلول کا یہ سلسلہ لامحدود نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ یہ سلسلہ کسی نقطہ پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ وہ نقطہ جہاں علت و معلول کا یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ کیا وہ علت اوّل نہیں ہے؟ کیا وہی اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر حق نہیں ہے؟ کیا یہ وہی نیکی نہیں جس کو سقراط نے ”علم“ کہا تھا؟ ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شے علت اوّل ہے تو پھر یہ دنیا ہی علت اوّل ہے۔ اس اعتراض میں یہ زور دیا گیا ہے کہ دنیا (ظہور) اور علت اوّل (وہ جو ظہور دیتی ہے) دونوں ایک ہی ہیں۔ ایسی سوچ غلط اور غیر معقول ہے کیونکہ انسانی عقل اور روزمرہ کا انسانی تجربہ ایسے خیال کی تردید کرتا ہے۔ مثال کے طور پر مظاہر کی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہائیڈروجن اور آکسیجن عُلل ہیں جبکہ برف، پانی، بھاپ، بادل، کہر اور جھاگ انکے معلول ہیں۔ کیا یہ عُلل اور معلول ایک ہی ہیں؟ اگر یہ ایک ہی ہیں تو ہم انکے بیان کرنے کیلئے مختلف نام کیوں استعمال کرتے ہیں؟ ہم ان کیلئے مختلف نام استعمال کرتے ہیں کیونکہ یہ سب مختلف مظاہر ہیں۔ اور ہمارا ایسا کرنا بتاتا ہے کہ یہ سب ہائیڈروجن اور آکسیجن نہیں بلکہ انکے اظہار ہیں۔ مظہر کی تعریف کے مطابق یہ تمام مختلف قسم کے عُلل اور معلول ہیں جو سب محتاج، فریب، تغیر پذیر اور فانی ہیں۔ جب ان فانی مظاہر کو ایک قرار نہیں دیا جاسکتا تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ علت اوّل (نیکی یا خیر) جو بے نیاز، مستقل اور لافانی ہے اور محتاج، تغیر پذیر اور فانی دنیا ایک ہی ہیں۔

حیاتی (sensory) اور غیر حیاتی (non-sensory) مظاہر کے گہرے اثر کی بدولت علت اوّل کو ایک مکینیکل (mechanical) علت خیال کیا گیا ہے۔ علت اوّل کا ایسا تصور بالکل غلط ہے کیونکہ نیکی کے چہرے اسکی تردید کرتے ہیں۔ کوئی مکینیکل علت ایک ہی وقت میں اوّل، آخر، ظاہر اور باطن نہیں ہو سکتی۔ جبکہ نیکی (علت اوّل) ایک ہی وقت میں اوّل، آخر، ظاہر اور باطن ہے۔ عام طور پر ما بعد العصر (post-elementary) مظاہر میں انسان، حیوانات اور نباتات کو زندہ خیال کیا جاتا ہے اور جمادات کو

مردہ۔ حالانکہ ایسا خیال بھی غلط ہے۔ جمادات بھی زندہ ہیں لیکن ہم انکی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مابعد العصر مظاہر کی تین (ٹھوس، مائع اور گیس) حالتیں ہیں۔ یہ تصور بھی غلط ہے۔ ماڈی مظاہر تین کی بجائے چار (ٹھوس، ٹھالچ، مائع اور گیس) حالتوں میں پائے جاتے ہیں۔

نیکی کا پہلا چہرہ اول (The First) اولین کے علاوہ ایک اور مخفی معنی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے اور وہ ہے عمل یا حرکت (motion) اور اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اول سے مراد دراصل ہر قسم کا عمل (action) بھی ہے۔ اسی طرح نیکی کا دوسرا چہرہ آخر (The Last) آخری کے علاوہ ایک اور مخفی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ ہے غرض یا مقصد (object)۔ دونوں عمل اور مقصد کو جدا نہیں کیا جاسکتا اور یہ دونوں ایک ہی سچ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ دونوں چہرے مل کر نیکی کے ایک زمانی پہلو کا تصور دیتے ہیں جو نیک زماں یا زماں کہلاتا ہے۔ کائنات میں جب مظاہر کے زمانی پہلوؤں کا مشاہدہ کیا جاتا اور تجزیہ کیا جاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تمام اپنے غائی افعال (objective actions) سے پیدا ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مظہر ہی زمانے (phenominal times) نیکی کے زمانی پہلو کا عکس یا ظہور ہی تو ہیں۔ نیکی کا تیسرا چہرہ ظاہر (The Manifest) صاف اور بین کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ چوتھا چہرہ باطن (The Latent) مخفی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اول اور آخر کی طرح یہ دونوں چہرے (ظاہر اور باطن) بھی نیکی کے ایک دوسرے پہلو کا تصور پیش کرتے ہیں جو کہ نیک مکاں یا مکاں کہلاتا ہے۔ کائنات اور اس میں ہر قسم کے ماڈی اور غیر ماڈی مظاہر (phenominal spaces) نیکی کے مکانی پہلو کا ظہور یا عکس ہیں۔ مزید برآں نیکی بذات خود لامحدود ہے اور اسکی لامحدود نیک صفات ہیں۔ مثال کے طور پر یہ علم ہے، حسن ہے۔ لافانی اور غیر متحرک محرک (unmoved mover) ہے۔ اس کا کوئی آغاز اور انجام نہیں اور یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ستراط کے بعد یونان کا ایک عظیم فاتح سکندر اعظم گزرا ہے۔ یہ عظیم فاتح ارسطو کا شاگرد تھا اور اسکی تمنا بھی یہی تھی کہ کاش وہ نیکی کی ماہیت کو جان سکتا۔ وہ کہتا ہے۔

”باپ نے مجھے زندگی دی اور استاد نے مجھے جینے کا فن بتایا۔ کیا ہی بہتر ہوتا اگر اقتدار میں وسعت کی بجائے

میرے علم میں وسعت پیدا ہوتی اور میں نیکی کو پہچان سکتا۔“ (ارسطو (حیات و تعلیمات، فکر و فلسفہ) مصنف، شاہد مختار صفحہ ۱۲)

عقیدے کے لحاظ سے تو ہم سب یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے لیکن جب کوئی انسان میرا یہ نیکی کا تصور پڑھے گا تو وہ بلاشبہ ہر لحاظ سے یہ محسوس کرے گا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین پر اتر آیا ہے۔ مزید تفصیل میری کتاب غلام مسیح الزماں کے دوسرے حصہ (الہامی پیشگوئی کی حقیقت) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مصلح موعود کی روحانی یا علمی اور الہامی تصویر جو ایک صدی قبل حضرت مہدی و مسیح موعود کو بتائی گئی تھی وہ یہ ہے۔

”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کر نیوالا ہوگا (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) (دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند۔ مَطْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔

مَطْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَمَا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

اس الہامی تصویر سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعود کو جس الہامی پیشگوئی کی خبر دی تھی اس میں بعض باتوں کی خبر دے دی اور بعض باتوں کو مخفی رکھا گیا۔ یہ اس لئے ہوا تھا کہ کوئی غیر متعلقہ شخص اس الہامی پیشگوئی سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اور اسے اپنے اوپر فٹ نہ کر سکے۔ میرا لوگوں سے سوال ہے کہ موعود غلام مسیح الزماں کی یہ موعود روحانی، علمی اور الہامی تصویر کیا میرے وجود میں پوری نہیں ہوئی؟ کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں پوری جماعت کیسے بٹھک سکتی ہے اور ایک شخص یعنی یہ عاجز پوری جماعت کے مقابلہ میں کیسے سچا ہو سکتا ہے؟ خاکسار اس سوال کا جواب ایک مثال سے دیتا ہے۔

(۱) قرآن پاک آنحضرت ﷺ کے مبارک دل پر نازل ہوا تھا اور آپ ﷺ کا فہم قرآن بھی پوری امت سے زیادہ تھا۔ اسی فہم قرآن کی روشنی میں آپ ﷺ نے اپنی امت کو ایک مہدی کی خبر دی۔ آنحضرت ﷺ کے بعد اگرچہ مجددین بھی تشریف لاتے رہے مگر پھر بھی امت محمدیہ میں ختم نبوت اور حیات مسیح ایسے غلط عقائد پیدا ہو گئے۔ اب سے ایک صدی قبل حضرت مرزا صاحب تشریف لائے اور آپ نے ان غلط عقائد کا باطل ہونا ثابت کیا۔ میں متذکرہ بالا اعتراض کرنے والے لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک صدی قبل ختم نبوت

اور حیاتِ مسیح جیسے عقائد کے معاملہ میں حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں پورا عالم اسلام غلطی پر ہو سکتا تھا تو پھر آج پیشگوئیِ مصلح موعود کے معاملہ میں اس عاجز کے مقابلہ میں پوری جماعت غلطی پر کیوں نہیں ہو سکتی؟ آج کل یہ کہہ کر بھی افرادِ جماعت کو گمراہ کیا جا رہا ہے کہ جو مصلح موعود تھے وہ آگے اور اب مصلح موعود کے موضوع پر بات کرنا بھی گناہ ہے۔ میں جو اب عرض کرتا ہوں کہ آپ سب جانتے ہیں ایک صدی قبل حیاتِ مسیح اور ختمِ نبوت جیسے عقائد متفقہ تھے اور ان پر سوچنا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ تو پھر نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب اور آپ سب نے وفاتِ مسیح اور اجراءِ نبوت ثابت کر کے کیوں گناہ کیے؟ لیکن اگر حیاتِ مسیح اور ختمِ نبوت جیسے باطل عقائد پر غور کرنا اور ان کو باطل ثابت کر دینا گناہ نہیں تھا تو پھر آج خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود پر غور کرنا اور اسے جھٹلانا کیوں گناہ ہے؟ قرآن پاک میں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی ذات پاک اور بابرکات پر بھی غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ تو پھر آپ کے خود ساختہ مصلح موعود کی کیا حیثیت ہے اور اس کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود پر غور و فکر کرنا کیوں گناہ ہے؟

(۲) جس طرح امام مہدی کی پیشگوئی اس حقیقت کی غماز تھی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد امتِ محمدیہ میں بعض غلط عقائد پیدا ہونگے جن کی اصلاح امام مہدی نے فرمائی تھی۔ بالکل اسی طرح پیشگوئیِ مصلح موعود بھی اس حقیقت کی غماز تھی کہ حضرت مہدی کے بعد جماعت احمدیہ میں بعض غلطیاں پیدا ہونگی جنکی اصلاح غلامِ مسیح الزماں نے کرنی تھی۔ بعض اوقات میں نے کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ اگر علمائے جماعت درج ذیل دو باتیں غلط ثابت کر دیں یعنی (۱) حضرت مہدی و مسیح موعود کی نرینہ اولاد (یعنی تینوں جسمانی بیٹے) پیشگوئیِ مصلح موعود کے دائرہ میں نہیں آتی (۲) نیکی کا یہ ”اعلیٰ ترین تصور“ یعنی سلطانِ مبین پیشگوئیِ مصلح موعود کا الہامی، علمی اور قطعی ثبوت ہے۔

اگر علمائے جماعت متذکرہ بالا دونوں باتیں غلط ثابت کر دیں تو میں نہ صرف انہیں کثیر جرمانہ ادا کرونگا بلکہ اپنے دعویٰ سے بھی دستبردار ہو جاؤں گا۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیا آپ (یعنی عاجز) کو اپنے دعویٰ میں کوئی شک ہے جو آپ ایسا کہتے ہیں۔؟ میں اس ضمن میں گزارش کرتا ہوں۔

(۱) مجھے اپنے دعویٰ میں قطعی طور پر کوئی شک نہیں۔ یہ ایک طریقہ گفتگو اور طرز کلام ہے۔ میں ایسا اس لیے کہتا ہوں تا لوگ بھاگ دوڑ کر کے میرے سوالات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش تو کریں۔ اگرچہ مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگ میرے سوالات کو قیامت تک غلط ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ حضرت مرزا صاحب کے مبشر الہامات اور قرآن پاک میرے دعویٰ کے مصدق ہیں اور یہی ذرائع جماعت احمدیہ قادیان کے عقیدہ مصلح موعود کو جھٹلاتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے بندے انا پرست اور متکبر نہیں ہوا کرتے۔ اگر انہیں اپنی غلطی کا پتہ چل جائے تو وہ تخت کو بھی چھوڑ دیا کرتے ہیں اور اپنی غلطیوں پر اڑا نہیں کرتے۔ وہ سچے ہو کر بھی جھوٹوں کی طرح تذلّل اختیار کرتے ہیں اور یہ تقویٰ کا انتہائی اعلیٰ معیار ہے جبکہ دنیا دار اپنے کسی معمولی مفاد پر اپنے ایمان کو بھی بیچ دیتا ہے۔

(۳) جب میرے آقا حضرت مہدی مسیح موعودؑ نے موعود مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو اس وقت لوگوں نے کہا تھا کہ مسیح ابن مریم نے تو آسمان سے آنا ہے تو اس پر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ سب لوگ دعائیں کریں تاکہ آپکا خیالی مسیح ابن مریم جو زندہ بحسم عنصری آسمان پر گیا ہوا ہے زمین پر اتر آئے۔ اور جب وہ اتر آئے گا تو میرا دعویٰ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

”اور میں اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب حیات مسیح علیہ السلام کی آیات صریحہ الدلالت اور قطعیتہ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ثابت کر دیں تو میں دوسرے دعویٰ مسیح موعود ہونے سے خود دستبردار ہو جاؤں گا اور مولوی صاحب کے سامنے توبہ کروں گا بلکہ اس مضمون کی کتابیں جلا دوں گا۔“ (حیات طیبہ مؤلف حضرت شیخ عبدالقادر مرحوم (سابق سوڈا گرل) صفحہ ۹۶ حاشیہ)

اگر حضرت مرزا صاحب سچا ہونے کے باوجود اپنے دعویٰ کو حیات مسیح علیہ السلام کیساتھ مشروط کر سکتے ہیں تو پھر آپکا غلام اپنے دعویٰ کو اپنے متذکرہ بالا دونوں سوالات سے مشروط کیوں نہیں کر سکتا؟ مزید برآں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”اب اگر ہمارے علماء کو اس حقیقت کے قبول کرنے اور ماننے میں کچھ تامل ہے تو غیروں کے بلانے کی کیا

ضرورت۔ پہلے یہی ہمارے احباب جن میں سے بعض فاضل اور عالم بھی ہیں، آزمائش کر لیں اور صدق اور صبر سے کچھ مدت میری صحبت میں رہ کر حقیقت حال سے واقف ہو جائیں۔ پھر اگر یہ دعویٰ اس عاجز کا راستی سے معرا نکلے تو انہیں کے ہاتھ پر میں توبہ کر لوں گا۔ ورنہ امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ انکے دلوں پر توبہ اور رجوع کا دروازہ کھول دے گا۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۸۶)

ان الفاظ میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اگر میرا دعویٰ راستی سے معرا نکلے تو میں توبہ کر لوں گا۔ میرا ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ کیا حضورؐ کو اپنے دعویٰ میں کوئی شک تھا؟ میری عرض ہے کہ آپ کو اپنے دعویٰ میں کوئی شک نہیں تھا بلکہ یہ ایک طریقہ گفتگو اور طرز کلام ہے۔ اگر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ ایسا فرما سکتے ہیں تو پھر آپؐ کا غلام ایسا کیوں نہیں کر سکتا؟ اب آخر میں حضورؐ کے الفاظ کیساتھ میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

”اسکے عجائبات قدرت اسی طرح پر ہمیشہ ظہور فرماتے ہیں کہ وہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشتا ہے اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء اُسکے آستانہ فیض سے بکلی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں اور ایک ذلیل حقیر امی جاہل نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے اسکی کچھ ایسی ہی عادت ہے اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔“ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)

عبدالغفار جنبہ

۲۴۔ اپریل ۲۰۰۴ء

☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## آیت استخلاف کی حقیقت

ایک تقابلی جائزہ

اللہ تعالیٰ سورۃ نور میں فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیْمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمْ الَّذِیْ اُرْتَضٰی لَهُمْ وَلَیَدَّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا یَّعْبُدُوْنَ نَبِیَّ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (نور۔ ۵۶)

اللہ (تعالیٰ) نے تم سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اُن کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور جو دین اس نے اُن کیلئے پسند کیا ہے وہ اُن کیلئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور اُنکی خوف کی حالت کے بعد وہ اُن کیلئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اسکے بعد بھی انکار کریں گے وہ فاسقوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح کی خلافت اُمت موسویہ کو عطا فرمائی تھی اس آیت میں اسی طرح کی خلافت کا امت محمدیہ سے بھی وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اس آیت میں جس خلافت کا ذکر کیا گیا ہے اسکے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) ”افسوس کہ ایسے خیال پر جنہ والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبر سے نہیں سوچتے

کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول

کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے۔“ (شہادت القرآن ۱۸۹۳ء۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۵۳)

(۲) ”خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانے کے بعد جو تار کی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو انکی جگہ آتے ہیں ان کو خلیفہ کہتے ہیں۔“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۸۳)

(۳) ”یہ یاد رہے کہ مجدد لوگ دین میں کچھ کمی بیشی نہیں کرتے ہاں گمشدہ دین کو پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ یعنی بعد اس کے جو خلیفہ بھیجے جائیں پھر جو شخص ان کا منکر رہے وہ فاسقوں میں سے ہے۔“ (شہادت القرآن ۱۸۹۳ء۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۴۲)

متذکرہ بالا آیت میں جس خلافت کا ذکر کیا گیا ہے اس کی بالعموم تین اقسام ہیں۔ (۱) خلافت نبوت (۲) خلافت علی منہاج نبوت یا الہامی خلافت (۳) انتخابی یا انتظامی خلافت

خلافت نبوت انبیاء والی خلافت ہے جو اللہ تعالیٰ براہ راست نبیوں کو عنایت فرماتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد امت محمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو یہ خلافت عطا فرمائی ہے۔ دوسری قسم کی خلافت، خلافت علی منہاج نبوت یا الہامی خلافت ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد جتنے بھی مجددین یا محدثین تشریف لائے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے خلافت علی منہاج نبوت یعنی الہامی خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ یہ لوگ نبی نہیں تھے البتہ ان کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی مانند براہ راست خلعت خلافت سے نوازا۔ یہ سب بزرگ صاحب وحی والہام تھے۔ خلافت کی تیسری قسم انتخابی یا انتظامی خلافت ہے۔ انبیاءؑ کے بعد جو لوگ بذریعہ انتخاب اُنکے جانشین بنتے ہیں وہ انتخابی یا انتظامی خلفاء کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ نبی کے نقش قدم پر چلتے اور باقی لوگوں کو بھی چلاتے ہیں۔ نبی کی تعلیم کو قائم کرتے ہیں اور انتظامی امور وغیرہ بھی سرانجام دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد خلفائے راشدین، انتخابی خلافت کی مثالیں ہیں۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ در سالہ الوصیت میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ **خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔**

(۷) ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لیے نمونہ بناوے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لیے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اُسکے ذریعے سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے۔ جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔“ (الوصیت (۱۹۰۵ء)۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶، ۳۰۷)

حضورؐ کے ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے اپنے بعد دو قسم کی خلافت کا ذکر فرمایا ہے۔ (۱) انتخابی خلافت (۲) الہامی خلافت یا خلافت علیٰ منہاج نبوت۔

جہاں تک الہامی خلافت یعنی خلافت علیٰ منہاج نبوت کا تعلق ہے تو یہ خلافت نبیوں کی طرح اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے چنیدہ بندوں کو بخشتا ہے۔ ایسے خلفاء الہامی خلفاء ہوتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے رُوح القدس پا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور حضورؐ نے رسالہ الوصیت میں ”اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔“ فرما کر افراد جماعت کی اس طرف توجہ مبذول فرمادی ہے۔ اور جہاں تک انتخابی خلافت کا تعلق ہے تو اس ضمن میں حضورؐ نے اجمالاً فرمادیا کہ جس شخص کی نسبت چالیس (۴۰) مومن

اتفاق کر لیں کہ وہ میرے نام پر بیعت لینے کا اہل ہے تو وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ وغیرہ۔ لیکن تفصیلاً آپ نے اس سلسلہ میں جنوری ۱۹۰۶ء میں اپنی زندگی میں بطور ”مجلس انتخاب“ ایک صدر انجمن احمدیہ قائم فرمادی اور حضرت مولوی نور الدینؒ کو اس کا صدر مقرر فرمادیا۔ حضورؐ اپنے قائم کردہ اس ادارے کے متعلق فرماتے ہیں:-

”میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی رائے صحیح سمجھنا چاہیے۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیے۔ لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میری ہرگز نہیں کرے گی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد ہی کافی ہوگا۔“ (مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ ۲۷- اکتوبر ۱۹۰۷ء بحوالہ حقیقت اختلاف مؤلف مولوی محمد علی صاحب صفحہ ۷۶)

حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ نے مورخہ ۱۵- اکتوبر ۱۹۰۹ء کو اپنے خطبہ عید الفطر میں حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے تصنیف کردہ ”رسالہ الوصیت“ کی حقیقت پر یوں اظہار خیال فرمایا:-

”حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں۔ جس کو خلیفہ بنانا تھا اُس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور اُدھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بہیت (بحیثیت۔ ناقل) مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔ پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرادی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔ اب جو اجماع کا خلاف کرنیوالا ہے وہ خدا کا مخالف ہے۔ چنانچہ فرمایا وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۶)۔ میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے۔ واقعی چودہ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور انکی کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی

فرمایا۔ اب دیکھو کہ انہی متقیوں نے جن کو حضرت صاحب نے اپنی خلافت کیلئے منتخب فرمایا اپنی تقویٰ کی رائے سے، اپنی اجماعی رائے سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ و امیر مقرر کیا اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزار ہا ہزار لوگوں کو اسی کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوئے۔ تو کیا خدا تعالیٰ ساری قوم کا بیڑا غرق کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ پس تم کان کھول کر سنو۔ اگر اب اس معاہدہ کے خلاف کرو گے تو فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِی قُلُوبِهِمْ (التوبہ: ۷۷) کے مصداق بنو گے۔ میں نے تمہیں یہ کیوں سنایا؟ اس لئے کہ تم میں بعض نافرمان ہیں جو بار بار کمزوریاں دکھاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔ (خطبات نور۔ صفحہ ۴۱۹)

حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ نے اپنے ان الفاظ میں ”صدر انجمن احمدیہ“ کو بڑے واضح الفاظ میں خلیفہ کے چناؤ کیلئے ”مجلس انتخاب“ قرار دیا ہے۔ اب بعد ازاں جماعت احمدیہ قائم تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ بھی موجود تھے۔ تبلیغ اسلام کیلئے جماعتی علماء کے علاوہ اشاعت تو حید اور اعلائے کلمہ اسلام کیلئے حضرت بائے سلسلہ احمدیہ کے جاری کردہ دو اخبارات (الحکم اور البدر) اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز (Review of Religions) بھی موجود تھے۔ علاوہ ازیں خلیفہ کے چناؤ کیلئے آپؒ نے ”صدر انجمن احمدیہ“ کے نام سے ایک مقتدر ادارہ بھی قائم فرمایا تھا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے حضرت مہدی مسیح موعودؑ کی قائم کردہ ”صدر انجمن احمدیہ“ کے بالمقابل آپکے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو ۱۹۰۹ء میں ”انجمن ارشاد“ اور اوائل ۱۹۱۱ء میں ایک ”انجمن انصار اللہ“ بنانے کی کیا ضرورت تھی یا اسکے بنانے کی ضرورت کیوں پڑی۔؟

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں خلیفہ اولؒ تو صدر انجمن احمدیہ اور پوری جماعت کا متفقہ انتخاب تھے۔ اب ”صدر انجمن احمدیہ“ (جس کو حضرت مہدی مسیح موعودؑ نے رسالہ ”الوصیت“ میں اپنا جانشین قرار دیا اور اسکے ممبران کو بھی آپ نے بذات خود مقرر فرمایا تھا۔ اور پھر حضورؑ کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ نے بھی اس صدر انجمن احمدیہ کو ”مجلس انتخاب“ قرار دیا تھا) کے ہوتے ہوئے مرزا بشیر الدین محمود احمد کو اپنی الگ انجمنیں کیوں

بنائی پڑیں؟ یاد رہے کہ یہی وہ ٹرننگ پوائنٹ (Turning point) تھا جہاں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنے مخصوص مقاصد کی تکمیل کیلئے احمدیت کے لبادے میں محمودیت کا آغاز کیا تھا۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول کی رحلت پر اپنے مذموم ایجنڈے پر کام شروع کر دیا۔ وہ اس طرح کہ جس صدر انجمن احمدیہ کو حضورؐ نے قائم فرمایا اور اسکے کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی اور درست قرار دیا اور پھر بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح اول نے بھی اس انجمن کو آئندہ خلیفہ کے چناؤ کیلئے ”مجلس انتخاب“ قرار دیا تھا مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اس ”صدر انجمن احمدیہ“ کا بطور ”مجلس انتخاب“ رد کرتے ہوئے احمدی پبلک میں کھڑے ہو کر اپنا بطور خلیفۃ المسیح ثانی ہونے کا انتخاب کروایا۔ اور پھر اپنے دور خلافت میں ”مجلس شوریٰ“ کی بجائے ایک ایسی ”مجلس انتخاب“ بنائی جس کے ممبران تنخواہ دار ملازمین اور منظور نظر افراد جماعت پر مشتمل تھے۔ ایسی منظور نظر مجلس انتخاب (electoral college) مغلیہ خاندان (حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی جسمانی اولاد) کے سوا حضورؐ کی روحانی اولاد یعنی جماعت احمدیہ میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرنا تو درکنار اس کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اور اس طرح آئندہ خلیفہ کیلئے انتخاب کے بھیس میں بالواسطہ نامزدگی کا طریقہ کار جاری کر دیا گیا۔ ایسی مجلس انتخاب کے بنائے ہوئے تیسرے اور چوتھے خلیفہ دراصل بالواسطہ نامزد یا خاندانی خلفاء تھے۔ وہ کس طرح؟ یہ اس طرح کہ خلیفہ ثالث کے انتخاب کیلئے جو مجلس انتخاب بنائی گئی تھی اُسکے سارے ممبران خلیفہ ثانی کے نامزد کردہ تھے۔ (بعض ان میں جماعتی تنخواہ دار ملازم تھے اور بعض اضلاع اور بعض ممالک کے نامزد امراء تھے) ظاہر ہے یہ نامزد کردہ ”مجلس انتخاب“ خلیفہ ثانی کی خواہش کے برخلاف کسی دوسرے انسان کو، خواہ وہ کتنا ہی نیک اور متقی ہوتا بطور خلیفہ ثالث منتخب نہیں کر سکتی تھی۔ اور پھر آپکی وفات کے بعد آپ کی خواہش کے عین مطابق آپ کا پلوٹھا بیٹا مرزا ناصر احمد بطور خلیفہ ثالث منتخب ہو گیا۔ بالکل اسی طرح چوتھا خلیفہ بھی دراصل بالواسطہ نامزد ہوا تھا۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت کے مطابق الہامی یا خدا کا بنایا ہوا خلیفہ صرف اور صرف غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) ہی ہے جو روح القدس پا کر کھڑا ہوگا۔

خلیفہ اول اور ثانی کو ہم انتخابی خلفاء کہہ سکتے ہیں نہ کہ الہامی۔ ازاں بعد تیسرے اور چوتھے خلفاء کی امثال تو

بالواسطہ نامزد یا خاندانی خلافت کی مثالیں ہیں۔ اور حیرت ہے کہ ان بالواسطہ نامزد یا خاندانی خلفاء کو الہامی یعنی خدا کے بنائے ہوئے خلفاء کہا جاتا ہے۔ جھوٹ یہ نہیں ہے کہ یہ خلفاء بالواسطہ نامزد یا خاندانی خلفاء تھے بلکہ مکر اور بڑا جھوٹ یہ ہے کہ ان بالواسطہ نامزد یا خاندانی خلفاء کو الہامی یا خدا کے بنائے ہوئے خلفاء کہا گیا ہے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ یہ خلفاء الہامی یا خدا کے بنائے ہوئے خلفاء تھے؟ ہرگز نہیں۔ یہ خلفاء تو انتخابی بھی نہیں تھے چہ جائیکہ الہامی ہوں۔ دنیا میں جمہوری رنگ میں منتخب کردہ حکمرانوں کو ہم ”زبان غلق نقارہ خدا“ کے مطابق خدا کے مقرر کردہ حکمران کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح مطلق العنان حکمران (dictators) جو بزور طاقت (خواہ یہ طاقت فوجی ہو یا کسی سیاسی اور مذہبی نظام کی ہو) برسر اقتدار آتے ہیں اگر ہم انہیں خدا کے بنائے حکمران کہہ سکتے ہیں تو پھر اس رنگ میں جماعت احمدیہ میں ایک منظور نظر ”مجلس انتخاب“ کے بنائے ہوئے خلفاء کو بھی خدا کے بنائے ہوئے خلفاء کہہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ امر واقع یہ ہے کہ خلیفہ ثانی، خلیفہ ثالث اور خلیفہ رابع خلفائے راشدین نہیں تھے بلکہ اموی اور عباسی خلفاء کی طرح ملوک تھے اور اگر اموی اور عباسی خلفاء کو ہم آنحضرت ﷺ کے جانشین کہہ سکتے ہیں تو پھر ان مغلیٰ خلفاء کو بھی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے جانشین کہا جاسکتا ہے۔

### خلیفہ رابع کا آخری حربہ یعنی خاموشی۔

خلیفہ رابع نے مسند خلافت پر بیٹھے ہی افراد جماعت کو حسین خوشخبریاں دینی شروع کیں اور اس کی تفصیل میری کتاب ”غلام مسیح الزماں“ کے حصہ اول میں بعنوان ”امام وقت کی حیرت انگیز بشارات“ میں موجود ہے۔ اسے اتفاق کہہ لیں یا قدرت کا آسمانی منصوبہ کہ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء میں جب خاکسار کی عمر تیس (۳۰) سال کے قریب تھی، میرے ساتھ وہ روحانی واقعہ رونما ہو گیا۔ جس میں مجھے نہ صرف ”نیکی کی ماہیت“ سے آگاہ کیا گیا بلکہ اس عاجز کو یہ بھی خبر دی گئی کہ جس ”زکی غلام“ کی بشارت حضورؐ کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی تفصیلی الہامی پیشگوئی میں دی گئی تھی، وہ موعودؑ ”زکی غلام“ تو ہی ہے۔ الحمد للہ۔ نہ صرف مجھے یہ خبر ملی

بلکہ اللہ تعالیٰ نے بڑی تیزی سے ”غلام مسیح الزماں“ کی الہامی تصویر بھی میرے وجود میں پوری کرنی شروع کر دی۔ دس (۱۰) جون ۲۰۰۲ء کو میں نے اذن الہی کیساتھ اپنا دعویٰ اور اس کا الہامی ثبوت خلیفہ رابع کے سامنے رکھ دیا۔ خلیفہ رابع اور اسکے حواریوں نے میرے دعویٰ اور اسکے الہامی ثبوت کو افراد جماعت سے چھپا کر اپنے فرائض منصبی سے دیدہ و دانستہ کوتاہی کی ہے۔ میرا دعویٰ اور اس کا الہامی ثبوت دیکھ کر خلیفہ رابع نہ صرف ساکت ہو گئے بلکہ وہ کثرت سے بھولنا بھی شروع ہو گئے۔ اب ”خلیفہ خدا بناتا ہے“ کا ڈرامہ رچا کر عرصہ دراز سے جو افراد جماعت کو بیوقوف بنایا گیا تھا، میرے مقدمہ نے اس سارے ڈرامے کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ میرا مقدمہ پہنچنے کے بعد تیسرے جمعہ کے دن خلیفہ رابع ڈاکس پر گر پڑے۔ انکی ٹانگیں جواب دے گئیں اور ان سے چلا نہیں جاتا تھا۔ یہ سب میری سچائی کا رعب تھا۔ کیونکہ خلیفہ صاحب کو جو دینا پڑ رہا تھا وہ اسکے متحمل نہیں ہو رہے تھے۔ اور اب چونکہ اس سارے واقعہ کا نظارہ افراد جماعت نے بذریعہ ایم۔ ٹی۔ اے کر لیا ہے۔ لہذا یہ خود ساختہ اور جبری نظام جماعت اسکی تردید نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ خاکسار جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ لوگ اس ساری کاروائی کا نظارہ خود کر چکے ہیں۔

### زرد گاہ خدامردے بصد اعزاز می آید - مبارک باد اے مریم کہ عیسیٰ بازمی آید

خدا کی درگاہ سے ایک مرد بڑے اعزاز کیساتھ آتا ہے۔ اے مریم تجھے مبارک ہو کہ عیسیٰ دوبارہ آتا ہے۔

(تذکرہ صفحہ ۶۸۴ بحوالہ مکتوب پیر سراج الحق صاحب نعمانی صفحہ ۶)

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد اگر خلافت احمدیہ میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے خبر پرا کر کھڑا ہوتا ہے کہ میں وہی موعود غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) ہوں جس کی بشارت اللہ تعالیٰ نے حضرت بانئے سلسلہ کو ۲۰۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں عنایت فرمائی تھی تو پھر جس خلیفہ کے وقت میں یہ واقعہ ہو تو اس خلیفہ کا فرض منصبی بنتا ہے کہ وہ اس کا فیصلہ کرے۔ اگر مدعی جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ بذریعہ دلیل ثابت کر کے دکھائے۔ اور اگر مدعی سچا ہے تو لوگوں کو بتائے کہ وہ موعود غلام مسیح الزماں ظاہر ہو گیا ہے جس کی خبر حضرت مسیح موعودؑ کو دی گئی تھی۔ لہذا اب میرے بعد کسی خلیفہ کی نامزدگی یا انتخاب نہیں ہوگا۔ خلیفہ رابع جو دنیا کو لاکارتا تھا، وہ غلام مسیح الزماں

کے الہامی ثبوت کے آگے گر پڑا اور اُسکے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اگر جواب ہوتا تو ضرور دیتا۔ خاموشی کیساتھ سفر آخرت کیلئے روانہ ہو کر آپ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی جماعت کو ایک ابتلاء میں ڈال گئے۔ لیکن زمین آسمان کو شکست نہیں دے سکتی۔ جو آسمان پر طے ہو چکا ہے وہ زمین پر ہو کر رہے گا۔ حالانکہ وہ اپنی زندگی میں خود فرما چکے تھے۔

**کلید فتح و ظفر تھائی تمہیں خدا نے اب آسماں پر۔ - نشان فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا**  
اب غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) کے ظاہر ہونے کے بعد کسی بالواسطہ نامزد خلیفہ کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی اس کا جواز ہے۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے فرمان کے مطابق غلام مسیح الزماں کے ظہور کے بعد انتخابی خلافت کا دور از سر نو پھر شروع ہو جائے گا۔ اور اس خلافت کو کوئی بھی موروثی یا خاندانی نہیں بنا سکے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ میں مرزا مسرور احمد اور اُسکے حواریوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ اگر میں آپ کی نظر میں جھوٹا ہوں تو اٹھو اور دلیل کیساتھ میرا مقابلہ کرو تا کہ افراد جماعت کو سوچ اور جھوٹ کا پتہ چل جائے۔ مزید آپ لوگ اپنے نظام اور اپنی اکثریت پر ناز نہ کرو۔ تاریخ مذاہب میں ایسے نظاموں اور ایسی کثرتوں کا بڑا ذکر ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی کچھ بھی پرواہ نہیں کی اور اپنے پیارے بندوں کی خاطر ایسے نظاموں اور ایسی کثرتوں کو ناکام و نامراد کر دیا۔ آج سے دو ہزار سال پہلے یہودی خلیفہ کا نفا کو بھی اپنے نظام اور اپنی اکثریت پر بڑا ناز تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے ایک معصوم اور برگزیدہ بندے کی تکذیب کرتے ہوئے اسے صلیب پر لٹکوا دیا۔ اسکے بعد پھر کیا ہوا آپ سب لوگ جانتے ہیں۔ آج تم پھر وہی غلطی کر رہے ہو؟ آج اللہ تعالیٰ نے غلام مسیح الزماں کو اسی برگزیدہ بندے کا مثیل بنایا ہے اور میرے انکار کا بھی وہی نتیجہ ہوگا جو پہلے موسیٰ مسیح ابن مریم کے انکار کا ہوا تھا۔ اور اس کا سارا گناہ مرزا مسرور احمد کی گردن پر ہوگا۔

**خلیفہ ثانی صاحب کے تین بڑے کارنامے۔**

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ یعنی مجدد اعظم نے عالم اسلام میں اتنی تجدید کی ہے کہ اب بظاہر آپکے بعد کسی تجدید کی

ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے جسمانی لڑکے مرزا بشیر الدین محمود احمد نے کیا کارنامے سرانجام دینے ہیں اور انکی اصلاح کیلئے آپ کے بعد ضرور ایک مصلح اور مجدد کی ضرورت پڑنی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس مصلح موعود کی بشارت آپ کو آپکی زندگی میں بخش دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی بشارات کے دائرہ سے آپ کے جسمانی لڑکوں کو باہر نکال کر اس الہامی پیشگوئی کو آپکی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ اب اس الہامی پیشگوئی کا وارث آپ کا موعود روحانی فرزند ہے۔ عجیب اور حیرت کی بات ہے کہ جس شخص نے حضورؐ کے بعد ایک مصلح کی وجہ بننا تھا، وہی شخص مصلح موعود بن بیٹھا۔ اُسکے بہت سارے کارناموں میں سے سردست تین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) خلیفہ ثانی کا پہلا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے غلط طور پر الہامی پیشگوئی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) کو اپنے اوپر چسپاں کیا۔ اور علم الہی میں جو اس پیشگوئی کا مصداق تھا ایک نظام کیساتھ اُسکی آمد کا دروازہ بند کر دیا۔ کتنا مظلوم ہے وہ روحانی فرزند کہ اُسکی آمد سے پہلے ہی اُسکی روحانی وراثت پر قبضہ کر لیا گیا؟ (۲) دوسرا کارنامہ یہ تھا کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد انتخابی خلافت کو بالواسطہ نامزد یا خاندانی خلافت میں بدل دیا۔ اور اس طرح خلافت کی نعمت کو مغلیہ خاندان کیلئے مخصوص کر کے حضورؑ کی روحانی اولاد کو اس روحانی نعمت سے یکسر محروم کر دیا گیا۔ (۳) تیسرا کارنامہ یہ تھا کہ ایک نظام کیساتھ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی روحانی اولاد کے گلے میں غلامی کا طوق ڈالا گیا جس سے رہائی کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ خلیفہ ثانی کے ان تینوں بڑے کارناموں کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو جس زکی غلام کی بشارت بخشی تھی وہی آپ کا روحانی فرزند اور مصلح موعود ہے۔ یہی سچ اور اصل واقعہ ہے۔ اگر کوئی اس سے ناراض ہوتا ہے تو ہوتا رہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔ ”وہ تلخ الفاظ جو اظہارِ حق کیلئے ضروری ہیں اور اپنے ساتھ اپنا ثبوت رکھتے ہیں وہ ہر ایک مخالف کو صاف صاف سنا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجبات وقت سے ہے تا مداہنہ کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔“ (ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء)۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۱۴)

۱۳۵

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

۲۵ مئی ۲۰۰۴ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## نبی اور اجتہادی غلطی

سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلَقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝“ (سورۃ الحج- ۵۳، ۵۴) ترجمہ۔ اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا نہ نبی مگر جب بھی اس نے کوئی خواہش کی، شیطان نے اُسکی خواہش کے رستے میں مشکلات ڈال دیں۔ پھر اللہ اُس کو جو شیطان ڈالتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو اُس کے اپنے نشان ہوتے ہیں ان کو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا، حکمت والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شیطان ڈالتا ہے وہ ان لوگوں کیلئے ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہیں جنکے دلوں میں بیماری ہوتی ہے اور جن کے دل سخت ہوتے ہیں اور ظالم لوگ شدید مخالفت کرنے پر تلے رہتے ہیں۔

ان آیات کے معانی اور مفہوم سے کسی بھی زمانے کا نبی یا رسول اور اُسکی امت بالا نہیں ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ویسا ہی ہوتا ہے۔

وضاحت کیلئے امت محمدیہ سے ایک مثال لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب میں فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا  
(سورۃ احزاب- ۴۱)

ترجمہ۔ نہ محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور



حدیث دراصل وحی غیر متلو ہے اس ادنیٰ درجہ کی وحی میں جو حدیث کہلاتی ہے بعض صورتوں میں اجتہادی غلطی کا بھی دخل ہو جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ درمیان سے اٹھا دیتا ہے۔ اب اگر متذکرہ بالا حدیث کے یہ معانی لیے جائیں کہ آنحضرت ﷺ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی تھے تو یہ معانی اس کلام اللہ کے خلاف ہو جاتے ہیں جو آپ پر نازل ہوا تھا۔ اب کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ میں تطبیق پیدا کرنے کیلئے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم متذکرہ بالا حدیث کے یہ معانی کریں کہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ تھی کہ میں شرعی نبی ہوں اور میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو قرآن مجید کو منسوخ کر دے ورنہ نبوت کا انعام تو جاری و ساری ہے اور آپ ﷺ کی غلامی میں نبوت کا یہ انعام مل سکتا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس نے اپنا رسول یا نبی کب، کہاں اور کن لوگوں میں بھیجنا ہے؟ حضرت مہدیؑ اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

”لیکن قرآن کی وحی دوسری وحی سے جو صرف معانی منجانب اللہ ہوتی ہیں تمیز کلی رکھتی ہے اور نبی کے اپنے تمام اقوال وحی غیر متلو میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ روح القدس کی برکت اور چمک ہمیشہ نبی کے شامل حال رہتی ہے اور ہر ایک بات اُسکی برکت سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ برکت روح القدس سے اس کلام میں رکھی جاتی ہے لہذا ہر ایک بات نبی کی جو نبی کی توجہ تام سے اور اُسکے خیال کی پوری مصروفیت سے اُسکے منہ سے نکلتی ہے وہ بلاشبہ وحی ہوتی ہے۔ تمام احادیث اسی درجہ کی وحی میں داخل ہیں جنکو غیر متلو وحی کہتے ہیں۔ اب اللہ جل شانہ، آیت موصوفہ ممدوحہ میں فرماتا ہے کہ اس ادنیٰ درجہ کی وحی میں جو حدیث کہلاتی ہے بعض صورتوں میں شیطان کا دخل بھی ہو جاتا ہے اور وہ اس وقت کہ جب نبی کا نفس ایک بات کیلئے تمنا کرتا ہے تو اُسکا اجتہاد غلطی کر جاتا ہے اور نبی کی اجتہادی غلطی بھی درحقیقت وحی کی غلطی ہے کیونکہ نبی تو کسی حالت میں وحی سے خالی نہیں ہوتا وہ اپنے نفس سے کھویا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک آلہ کی طرح ہوتا ہے۔ پس چونکہ ہر ایک بات جو اُسکے منہ سے نکلتی ہے وحی ہے۔ اس لیے جب اُسکے اجتہاد میں غلطی ہوگی تو وحی کی غلطی کہلائے گی نہ اجتہاد کی غلطی۔ اب خدائے تعالیٰ اسی کا جواب قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کبھی نبی کی اس قسم کی وحی جسکو دوسرے لفظوں میں اجتہاد بھی کہتے ہیں مس شیطان سے مخلوط ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب نبی

کوئی تمنا کرتا ہے کہ یوں ہو جائے تب ایسا ہی خیال اُسکے دل میں گزرتا ہے جس پر نبی مستقل رائے قائم کرنے کیلئے ارادہ کر لیتا ہے۔ تب نبی الفوروجی اکبر جو کلام الہی اور وحی متلو اور مہین ہے نبی کو اس غلطی پر متنبہ کر دیتی ہے اور وحی متلو شیطان کے دخل سے بکلی منزہ ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک سخت ہیبت اور شوکت اور روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور قول ثقیل اور شدید النزول بھی ہے اور اسکی تیز شعائیں شیطان کو جلاتی ہیں اسلئے شیطان اُسکے نام سے دور بھاگتا ہے اور نزدیک نہیں آسکتا اور نیز ملائیک کی کامل محافظت اُسکے ارد گرد ہوتی ہے لیکن وحی غیر متلو جس میں نبی کا اجتہاد بھی داخل ہے یہ قوت نہیں رکھتی۔ اسلئے تمنا کے وقت جو کبھی شاذ و نادر اجتہاد کے سلسلہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ شیطان نبی یا رسول کے اجتہاد میں دخل دیتا ہے پھر وحی متلو اس دخل کو اٹھا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے بعض اجتہادات میں غلطی بھی ہو گئی ہے جو بعد میں رفع کی گئی۔“ (روحانی خزائن جلد ۵ صفحات ۳۵۲ تا ۳۵۳)

اب آنحضرت ﷺ کے بعد امت محمدیہ میں بعض لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری تھی اور وہ جن کے دل سخت ہو چکے تھے انہوں نے آپ کی متذکرہ بالا حدیث پر سخت پنچہ مارا اور ختم نبوت کا معروف عقیدہ اپنا لیا۔ حالانکہ کلام اللہ جو آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا، ختم نبوت کے اس معروف عقیدہ کو جھٹلاتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جنکے دلوں میں بیماری تھی اور جنکے دل سخت ہو چکے تھے انہوں نے کلام اللہ پر آپ ﷺ کے اجتہادی کلام کو ترجیح دی اور اس طرح فتنہ میں پڑ گئے۔ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی روحانی نعماء میں سے ایک نعمت ہے اور وہ جس بندے کو چاہے اپنی یہ نعمت بخش سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کروڑوں بندوں کو یہ انعام بخشنا چاہے تو وہ بخش سکتا ہے۔ اس کیلئے کیا مشکل ہے؟ دلوں میں بیماری یا دل سخت ہونے سے یہی مراد ہے کہ ایسے لوگ اپنے نفس میں اپنے آپکو بڑا سمجھتے ہیں اور اُنکا نفس کسی دوسرے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ اپنا یہ انعام بخش دے، قبول کرنے کی راہ میں روکاوٹ بن جاتا ہے اور مذہب میں ہمیشہ ایسے ہی لوگ ابتلاء میں پڑتے ہیں۔

آئیں اب سورۃ الحج کی متذکرہ بالا آیات کی ایک مثال سلسلہ احمدیہ سے لیتے ہیں۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ بندہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو ایک پیشگوئی بخشی۔ اس الہامی پیشگوئی میں

آپ کو ایک لڑکے اور ایک لڑکی غلام کی بشارات دی گئیں تھیں۔ اب ”غلام“ کا لفظ تو ذومعنی ہے اور اس سے مراد جسمانی بیٹا بھی ہو سکتا ہے اور کوئی روحانی بیٹا یعنی کوئی خادم یا پیر و کار بھی۔ حضرت مہدیؑ نے الہامی الفاظ ”زکی غلام“ کیساتھ بریکٹ میں لفظ لڑکا لکھ دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے دل میں یہ تمنا یا خواہش پیدا ہوئی یا تھی کہ یہ ”زکی غلام“ میرا کوئی بیٹا ہی ہے۔ الہامی لفظ غلام کیساتھ بریکٹ میں لڑکا لکھنے کے علاوہ بھی آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس زکی غلام کو اپنی جسمانی اولاد میں ڈھونڈتے رہے۔ الہامی پیشگوئی میں جو غلام کی صفات بیان کی گئیں تھیں آپ انکے مطابق بطور تقاؤل اپنے بچوں کے نام بھی رکھتے رہے۔ آپ نے اپنے بچوں میں سے موعود زکی غلام کی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا زیادہ یقین بشیر احمد اول اور مبارک احمد پر کیا۔ لیکن یہ دونوں کم عمری میں فوت ہو گئے۔

در اصل الہامی لفظ غلام کیساتھ بریکٹ میں لفظ لڑکا لکھا جانا آپ کا اجتہاد تھا۔ جس طرح سورۃ الحج کی متذکرہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”کہ نبی کی تمنا کے وقت شیطان ملاوٹ کر دیتا ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ اس ملاوٹ کو منسوخ کر کے اپنے نشانات کو مستحکم کر دیتا ہے“۔ یہاں پر بھی اسی طرح ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زینہ اولاد کے اختتام کے بعد بھی آپکی وفات تک زکی غلام کی بشارت پر مشتمل الہامات متواتر نازل فرماتا رہا جس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اجتہادی غلطی کو درمیان سے اٹھا کر اپنے نشان کو مضبوط کر دیا۔ زکی غلام سے متعلق بمشر الہامات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اس اجتہادی غلطی سے پیدا ہونے والی اس غلط فہمی کو دور کر دیا کہ موعود زکی غلام آپ کا کوئی جسمانی ہے بلکہ یہ واضح کر دیا کہ موعود زکی غلام آپ کا روحانی بیٹا یعنی محض غلام ہوگا۔

اب حضرت مہدیؑ کے بعد آپکے پیروکاروں میں سے جنکے دلوں میں بیماری تھی یا جنکے دل سخت ہو چکے تھے ان کیلئے اس الہامی پیشگوئی میں ایک ابتلاء پیدا ہو گیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ موعود غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود آپکی جسمانی اولاد سے باہر ہو بلکہ ایک لڑکے کے متعلق انہوں نے دعویٰ کر دیا اور بعد میں اس جسمانی بیٹے نے بھی دعویٰ کر دیا کہ وہ ہی مصلح موعود یعنی زکی غلام مسیح الزماں ہیں اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت

کیلئے ایک سخت ابتلاء پیدا ہو گیا۔ ماضی کی طرح آج بھی وہ جو متکبر اور نفس پرست ہیں اس ابتلاء میں فیل ہو جائیں گے اور جو خدا پرست، عاجز اور غریب ہیں اس ابتلاء میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ آمین۔ بالآخر میں علمائے جماعت کی خدمت میں معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ عام لوگوں کو سورۃ الجمعہ کی آیت

وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعة-۴) اور سورۃ النور کی آیت وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور-۵۶) تو بار بار یاد دلاتے ہو اور یاد دلائی بھی چاہیے لیکن آپ حضرت مہدیؑ پر آپکی نرینہ اولاد کے اختتام کے بعد، آپ کی وفات تک نازل ہونے والے زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات کو کیوں بھول جاتے ہو جو کہ غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود کو حضورؐ کا محض روحانی بیٹا ثابت کرتے ہیں؟ تفکر و اتقوا اللہ و لاتعلوا۔

عبدالغفار جنبہ

مورخہ ۱۵۔ جنوری ۲۰۰۴ء

☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عِبْدِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

## ختم نبوت کے بعد کیا مجددیت بھی ختم۔۔۔؟؟

”وَلَقَدْ جَاءَ كُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زُنْتُمْ فِي شَكِّ مِمَّا جَاءَ كُمْ بِهِ ط حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قَلْتُمْ لَنْ نَّبْعَثَ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِهِ رَسُوْلًا ط كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ۔“

(المومن: ۳۵)

اور یوسف اس سے پہلے دلائل کیساتھ تمہارے پاس آچکا ہے مگر تم جو چکھو وہ تمہارے پاس لایا تھا اسکے بارہ میں شک ہی میں رہے، یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گیا تو تم نے کہنا شروع کیا کہ اللہ اسکے بعد کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا اسی طرح اللہ ہر حد سے گذرنے والے (اور) شبہ کر نیوالے کو گمراہ قرار دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ یہ گھر اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کیلئے بنایا گیا تھا بعثت نبوی کے وقت اگرچہ خانہ کعبہ عرب کا دینی مرکز تھا لیکن اہل عرب حضرت ابراہیم کے پیغام توحید کو بھول چکے تھے۔ شرک و بت پرستی یہاں تک بڑھ گئی کہ خانہ کعبہ، بت خانہ میں بدل چکا تھا۔ جن میں لات و منات، عزیٰ اور ہبل کے نام خاص طور پر مشہور تھے۔ مشرکین مکہ جو بت پرست تھے اپنے آپ کو ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کا تبع خیال کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے طویل جدوجہد کے بعد اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کیا اور یہاں دوبارہ اللہ تعالیٰ کی خالص پرستش شروع ہوئی۔ آپ افضل الرسل اور خاتم النبیین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کامل کتاب نازل فرمائی اور آپ کیلئے اور آپ کی امت کیلئے دین اسلام پسند فرمایا۔

ختم نبوت کا غلط عقیدہ۔

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اپنی امت کو بہت ساری پیش خبریاں بتائیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ﷺ کے بعد آپکا ایک غلام یعنی روحانی فرزند ظاہر ہوگا۔ آپ نے اُسے مہدی اور مسیح موعود کے نام دیئے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اُسے چار دفعہ نبی اللہ کے لقب سے یاد فرمایا۔ حضرت مرزا غلام احمد مہدی و مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے بعض مجددین اور علمائے اُمت نے اپنے اپنے عرفان کے مطابق نبوت کے موضوع پر لکھا۔ مثلاً نبی کسے کہتے ہیں؟ نبوت کا مفہوم کیا ہے؟ اور نبوت کی اقسام وغیرہ۔ ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ جب حضرت مرزا صاحب نے امتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو ختم نبوت کے موضوع پر بڑی شد و مد کیساتھ بحث شروع ہو گئی۔ لیکن آگے بڑھنے سے قبل میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ آپ نے صرف اُمتی، بروزی اور ظلی نبوت کا دعویٰ کیا اور تشریحی نبوت سے انکار کیا۔ اسکی تفصیل آپکی کتب میں جگہ جگہ ملتی ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

(۱) ”میں اُس کے رسول ﷺ پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں۔ اور اُسکی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اُسکی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اُسکے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اُس کا ظل ہے اور اُسکے ذریعہ سے ہے اور اُس کا مظہر ہے اور اُس سے فیضیاب ہے۔“ (چشمہ معرفت (۱۹۰۸) روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۴۰)

(۲) ”صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعت جدید ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے الگ ہو کر دعویٰ کیا جائے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اُس کو خدا تعالیٰ اُسکی وحی میں اُمتی بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اُس کا نام نبی بھی رکھتا ہے۔ یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نبوت بعاث اُمتی ہونے کے دراصل آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ایک ظل ہے کوئی مستقل نبوت نہیں۔“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵) ایضاً ۲۱ صفحہ ۳۵۲)

(۳) ”عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اُسکے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر

پہنائی گئی۔“ (کشتی نوح (۱۹۰۲) ایضاً جلد ۱۹ صفحہ ۱۵ تا ۱۶)

(۴) ”اور ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کیلئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ اُن کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت ﷺ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں۔“ (حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷) ایضاً جلد ۲۲ صفحہ ۴۰۶)

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ امتی، بروزی یا ظلی نبوت کی اصطلاحیں پہلے زمانوں میں مستعمل نہیں تھیں، اب مرزا صاحب نے کیوں اختیار کی ہیں؟ اسکی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی نبی بھی خاتم النبیین نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ایسا نبی آیا جس کو تمام دنیا کیلئے بھیجا گیا ہو (قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا)۔۔۔۔۔ (اعراف-۱۵۸) دوئم یہ کہ علمی ترقی کے ساتھ ساتھ بعض نئی اصطلاحیں بھی وجود میں آتی ہیں اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ عالم اسلام میں انقطاع نبوت کے حق میں قرآن پاک کی یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔ ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“ (احزاب-۴۱) محمد (ﷺ) تمہارے جوان مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر ایک چیز سے خوب آگاہ ہے۔

اب اس آیت میں خاتم النبیین یا نبیوں کا خاتم ہونے سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد تھی اس کا حقیقی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے؟ اسی ضمن میں ایک اور حدیث پیش کی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ”عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ - وَانَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ ۹۲۴ بحوالہ ابوداؤد کتاب الفتن) حضرت ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں تیس (۳۰) جھوٹے خروج کریں گے وہ سب کے سب دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب اس حدیث میں بظاہر آنحضرت ﷺ



هُمَّ يَحْزَنُونَ۔“ (اعراف: ۳۶) اے آدم کے بیٹو! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول بنا کر بھیجے جائیں اس طرح کہ وہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھ کر سناتے ہوں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں اور اصلاح کریں اُن کو نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ان متذکرہ بالا آیات کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خاتم النبیین سے یہی مراد ہے کہ آپ ﷺ پر تشریحی نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور قرآن مجید آخری کامل شرعی کتاب ہے۔ اب آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی شرعی نبی آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی تعلیم آ سکتی ہے جو قرآن مجید کو منسوخ کر دے۔ انہی معانی میں آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ ورنہ نبوت کا انعام تو جاری و ساری ہے اور آپ ﷺ کی غلامی اور ظلمت میں یہ انعام مل سکتا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحبؒ نے جس نبوت کا دعویٰ کیا وہ یہی نبوت ہے یعنی اُمتی، ظلی یا روزی۔ اور آپؐ نے جس نبوت کا انکار کیا ہے وہ تشریحی نبوت ہے۔ یہ دلائل نقلی ہیں اور اب آئیں ایک عقلی دلیل کا جائزہ لیتے ہیں۔

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق زمین کی تخلیق کو قریباً دو سے چار (۲-۴) ارب سال گزر چکے ہیں۔ زمین کی تخلیق کے بعد اس پر انسانی زندگی کی بقا کیلئے جس ماحول کی ضرورت تھی اسکے معرض وجود میں آنے کیلئے بھی اربوں سال لگے ہونگے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق انسان اس کرہ ارض پر بیس (۲۰) لاکھ سال پہلے وجود میں آ گیا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ انسانی زندگی کی بقا کیلئے روشنی، ہوا اور پانی کی ضرورت ہے۔ ان تینوں ماڈی نعمتوں میں سے اگر ایک کا بھی وجود ختم ہو جائے تو انسان اس کرہ ارض پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہم روز قیامت پر یقین رکھتے ہیں اور قیامت کے بعد یقیناً حساب کتاب اور جزا سزا کا مرحلہ بھی آئے گا۔ ہماری عقل ہمیں بتاتی ہے کہ قیامت سے پہلے ان تینوں ماڈی نعمتوں میں سے کوئی ایک بھی ختم نہیں ہو سکتی۔ جس دن ان میں سے ایک کا وجود بھی ختم ہو گیا تو وہ قیامت کا روز ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب انسان کی ۸۰ یا ۱۰۰ سال کی جسمانی زندگی کیلئے اللہ تعالیٰ نے زمین بنانے کے بعد اربوں سالوں میں وہ ماحول پیدا کیا اور وہ جسمانی نعمتیں یعنی روشنی، ہوا اور پانی وغیرہ پیدا کیں اور قیامت سے پہلے یہ جسمانی نعمتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ تو پھر ہماری عقل یہ کیسے قبول کر سکتی ہے کہ روحانی نعمتیں (نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت) جن کی اس دنیاوی عارضی

زندگی میں بھی اور اخروی دائمی زندگی میں بھی شدید ضرورت ہے، ان میں سے کسی ایک کو بھی اللہ تعالیٰ بند کر سکتا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ جب زمینی پانی گندہ ہو جاتا ہے اور لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگ جاتے ہیں تو آسمان سے کسی دل پر تازہ روحانی پانی یعنی الہام کی بارش ہو کر لوگوں کو گمراہی سے نکالتی ہے۔ بقول مخبر صادق حضرت آدم صلی اللہ سے لے کر آنجناب ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انسان نبوت جیسی عظیم روحانی نعمت پا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اب اگر آنحضرت ﷺ کے بعد ایک شخص نبوت کی نعمت پالیتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کیا کمی آسکتی ہے؟

### ختم مجددیت کا غلط عقیدہ۔

جہاں تک ختم نبوت کا تعلق ہے تو حضرت مہدی مسیح موعود علیہ السلام شروع میں حیات مسیح ناصری کے عقیدہ کی طرح ختم نبوت (آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا) کے بھی قائل تھے اور آپ کی ابتدائی تحریرات میں اس کا جگہ جگہ ذکر موجود ہے۔ لیکن بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے جس طرح حیات مسیح ناصری ایسے غلط عقیدہ کا آپ پر انکشاف فرمایا اسی طرح ختم نبوت کے غلط عقیدے کا بھی آپ پر انکشاف فرمادیا۔ آپ نے بڑی وضاحت سے امت مسلمہ کو بتایا کہ کس قسم کی نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگئی اور کس قسم کا فیضان نبوت جاری ہے۔ آیت خاتم النبیین کی بدولت اگر امت محمدیہ میں ختم نبوت کا غلط عقیدہ پیدا ہو گیا تو اسکی وجہ تو صاف ظاہر ہے کہ علمائے امت نے ان الفاظ کے ظاہری معانی پر بچہ مارا۔ لیکن حضرت مہدی مسیح موعود کے بعد جماعت احمدیہ میں ختم مجددیت کا غلط عقیدہ گھڑنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ مجددیت کے متعلق آپ نے بڑے واضح رنگ میں فرمایا ہے کہ یہ سلسلہ تا قیامت منقطع نہیں ہوگا۔ اور جس طرح آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اپنے بعد ایک غلام نبی (مہدی) کی خبر دی تھی اسی طرح اس غلام نبی یعنی مہدی

نے بھی اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اپنے بعد ایک مجدد موعود کی خبر دی ہے۔ زکی غلام جس کی خبر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں موجود ہے اسی کو حضور نے مصلح موعود کا نام دیا ہے۔ یہ مصلح موعود دراصل مجدد موعود ہی تو

ہے۔ ایک مجدد موعود کی خبر کے باوجود جماعت احمدیہ میں ختم مجددیت کا غلط عقیدہ قائم کرنے سے بڑھ کر اور کیا ظلم اور فساد ہو سکتا ہے؟ اگر ختم مجددیت کا فتنہ پھیلانے والے یہ سمجھتے ہیں کہ خلیفہ ثانی ہی وہ موعود مجدد یا مصلح تھے تو یہ انکی سخت غلطی ہے۔ کیونکہ خلیفہ ثانی تو اس موعود مجدد کی پیشگوئی کے دائرہ ہی میں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو اس کا بار ثبوت محمودی خلفاء اور علماء کے سر پر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد کم از کم ایک غلام نبی کی بشارت بخشی تھی لیکن اس بشارت اور وعدہ کے باوجود لوگوں نے غلط فہمی میں آیت خاتم النبیین کے ظاہری مفہوم کا سہارا لے کر امت محمدیہ میں ختم نبوت کا غلط عقیدہ قائم کر لیا۔ اسی طرح حضرت مہدی معہود نے اپنے بعد ایک موعود مجدد کی خبر دی تھی لیکن اسکے باوجود بعض نفسانی لوگوں نے نام نہاد خلافت (نام نہاد خلافت یا امامت اس لیے ہے کیونکہ خلافت راشدہ کو تو خلیفہ المسیح اولؑ کی وفات کے بعد ایک سوچی سمجھی سیکم کے تحت ختم کر دیا گیا تھا اور اس کا ذکر میرے دیگر مضامین میں آچکا ہے) کے نام پر ختم مجددیت کا جھوٹا عقیدہ قائم کر لیا۔ اگر حضرت مہدی معہود نے قدرت ثانیہ کا ذکر اپنی آخری عمر میں ایک چھوٹے سے رسالہ میں فرمایا ہے تو مجددیت اور اپنی موعود مجدد اور مصلح کا اپنی کتب میں سینکڑوں دفعہ ذکر فرمایا ہے۔ جس انتخابی امامت یا خلافت کا آپ نے اپنے رسالہ ”الوصیت“ کے حاشیہ میں ایک دفعہ ذکر فرمایا اور اس ذکر کیساتھ ہی اسی رسالہ میں اپنے موعود روحانی فرزند یعنی زکی غلام کے روح القدس پا کر کھڑا ہونے کا بھی ذکر فرمایا۔ تو پھر کیا یہ دیا ننداری ہے کہ اپنے ذاتی مفادات کی خاطر اس انتخابی خلافت کا تو اس طرح ذکر کیا جائے کہ یہ دائمی ہے اور اس عظیم مجدد موعود کا راستہ روکنے کیلئے ختم مجددیت کا فتنہ کھڑا کر دیا جائے۔ ختم نبوت کی طرح یہی وہ فتنہ عظیم ہے جس کی سرکوبی کیلئے اس موعود مجدد نے سابقہ مجددین کی طرح پندرہویں صدی کے سر پر زول فرمانا تھا۔ اس موعود کی غلام کی خبر حضورؐ کے الہام اور کلام میں اس طرح درج ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

(۱) ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء۔ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عز اسمہ) نے

اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ!

☆ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تصرفات کو

سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے پیا یہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تادین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تاحق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔ اور تالوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اُس کا نام عنموئیل اور بشیر بھی ہے۔ اِس کو مقدّس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجب سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اُس کیساتھ فضل ہے۔ جو اُسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تجمید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اُسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مَسُوح کیا۔ ہم اِس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد

جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور تو میں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ ☆  
(تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

مزید برآں حضورؐ فرماتے ہیں۔

(۱) ”بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل بن کر آوے کیونکہ نبیوں کے مثیل دنیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جسکو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہو گی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا۔ وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور انکو جو شبہات کے زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند مظهر الحق وَالْعَلَاءِ كَانَّ اللَّهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“ (ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء) روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۷۹ تا ۱۸۰)

(۲) ”اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔“ (ایضاً جلد ۳ صفحہ ۳۱۸)

(۳) ”ایک اولوالعزم پیدا ہوگا وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ تیری ہی نسل سے ہوگا۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند مظهر الحق وَالْعَلَاءِ كَانَّ اللَّهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“ (ایضاً جلد ۳ صفحہ ۴۴۲ تا ۴۴۳)

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ حضورؐ کے بعد ایک مجدد یعنی مصلح موعود کی قطعی خبر موجود ہے۔

تجدید کے سلسلہ میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا فرمودات بہت واضح ہیں۔ ان فرمودات کے ہوتے ہوئے افراد جماعت احمدیہ کو مجددین کے سلسلہ جاریہ کے متعلق کسی قسم کا ابہام نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی حضرت بائے جماعت کے اس نقطہ نظر سے انحراف کرتا اور اسکی تردید کرتا ہے تو وہ آپؑ کا سچا جانشین نہیں بلکہ کوئی نفس پرست ہے۔ آپؑ کے بقول مجددین کا سلسلہ قیامت تک کیلئے جاری ہے اور آپؑ کے بعد بھی مجددین ضرور آئیں گے۔ اور ایک موعود مجدد کی بشارت تو اللہ تعالیٰ نے آپکو بخشی ہوئی ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کو ہمیشہ

تازہ بتازہ یقینی معرفت اور نشانوں کی ضرورت رہتی ہے اور اسلام کا خدا ہمیشہ اور خاص کر صدی کے سر پر اپنے کسی بندے کو ضرور مبعوث فرماتا ہے جو مخالفین کو سچائی، حقیقت نمائی اور پردہ دری کی رو سے ملزم کرتا ہے اور اس طرح خدا تعالیٰ کے دین کو نہ صرف نکھارتا بلکہ ادیان باطلہ پر اسے غالب کر کے بھی دکھاتا ہے۔ جیسا کہ آپؐ فرماتے ہیں۔

”اب یہ بھی یاد رہے کہ وہ اسلام جس کی خوبیاں ہم بیان کر چکے ہیں وہ ایسی چیز نہیں ہے جس کے ثبوت کیلئے ہم صرف گذشتہ کا حوالہ دیں اور محض قبروں کے نشان دکھلاویں۔ اسلام مردہ مذہب نہیں تا یہ کہا جائے کہ اسکی سب برکات پیچھے رہ گئی ہیں اور آگے خاتمہ ہے۔ اسلام میں بڑی خوبی یہی ہے کہ اسکی برکات ہمیشہ اسکے ساتھ ہیں اور وہ صرف گذشتہ قصوں کا سبق نہیں دیتا بلکہ موجودہ برکات پیش کرتا ہے دنیا کو برکات اور آسمانی نشانوں کی ہمیشہ ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ پہلے تھیں اور اب نہیں ہیں۔ ضعیف اور عاجز انسان جو اندھے کی طرح پیدا ہوتا ہے ہمیشہ اس بات کا محتاج ہے کہ آسمانی بادشاہت کا اس کو کچھ پتہ لگے۔ اور وہ خدا جس کے وجود پر ایمان ہے اسکی ہستی اور قدرت کے کچھ آثار بھی ظاہر ہوں پہلے زمانہ کے نشان دوسرے زمانہ کیلئے کافی نہیں ہو سکتے کیونکہ خبر معائنہ کی مانند نہیں ہو سکتی اور امتداد زمانہ سے خبریں ایک قصہ کے رنگ میں ہو جاتی ہیں۔ ہر یک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے ہر یک نئی دنیا کیلئے نئے نشان دکھلاتا ہے اور ہر یک صدی کے سر پر اور خاص کر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے اور تمام مخالفوں کو سچائی اور حقیقت نمائی اور پردہ دری کی رو سے ملزم کرتا ہے۔ سچائی کی رو سے اس طرح کہ وہ سچے نبی پر ایمان نہ لائے پس وہ دکھلاتا ہے کہ وہ نبی سچا تھا اور اسکی سچائی پر آسمانی نشان یہ ہیں اور حقیقت نمائی کی رو سے اس طرح کہ وہ اس نبی متبوع کے تمام مغلقات دین کا حل کر کے دکھلا دیتا ہے۔ اور تمام شبہات اور اعتراضات کا استیصال کر دیتا ہے۔ اور پردہ دری کے رو سے اس طرح کہ وہ مخالفوں کے تمام پردے پھاڑ دیتا

ہے اور دنیا کو دکھلا دیتا ہے کہ وہ کیسے بیوقوف اور معارف دین کو نہ سمجھنے والے اور غفلت اور جہالت اور تاریکی میں گرنے والے اور جناب الہی سے دور و مجبور ہیں۔ اس کمال کا آدمی ہمیشہ مکالمہ الہیہ کا خلعت پا کر آتا ہے۔ اور زکی اور مبارک اور مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ اور نہایت صفائی سے ان باتوں کو ثابت کر کے دکھلا دیتا ہے کہ خدا ہے اور وہ قادر اور بصیر اور سمیع اور علیم اور مدبر بالا راہ ہے اور درحقیقت دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اہل اللہ سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔ پس صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ آپ ہی معرفت الہیہ سے مالا مال ہے بلکہ اسکے زمانہ میں دنیا کا ایمان عام طور پر دوسرا رنگ پکڑ لیتا ہے اور وہ تمام خوارق جن سے دنیا کے لوگ منکر تھے اور ان پر ہنستے تھے اور ان کو خلاف فلسفہ اور منچر سمجھتے تھے۔ یا اگر بہت نرمی کرتے تھے تو بطور ایک قصہ اور کہانی کے ان کو مانتے تھے۔ اب اسکے آنے سے اور اسکے عجائبات ظاہر ہونے سے نہ صرف قبول ہی کرتے ہیں بلکہ اپنی پہلی حالت پر روتے اور تاسف کرتے ہیں کہ وہ کیسی نادانی تھی جس کو ہم عقلمندی سمجھتے تھے اور وہ کیسی بیوقوفی تھی جس کو ہم علم اور حکمت اور قانون قدرت خیال کرتے تھے۔ غرض وہ خلق اللہ پر ایک شعلہ کی طرح گرتا ہے اور سب کو کم و بیش حسب استعداد مختلفہ اپنے رنگ میں لے لیتا ہے۔ اگرچہ وہ اوائل میں آزما جاتا اور نکالیف میں ڈالا جاتا ہے اور لوگ طرح طرح کے دکھ اس کو دیتے اور طرح طرح کی باتیں اُسکے حق میں کہتے ہیں اور انواع اقسام کے طریقوں سے اس کو ستاتے اور اسکی ذلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ برہان حق اپنے ساتھ رکھتا ہے اسلئے آخر ان سب پر غالب آتا ہے۔ اور اسکی سچائی کی کرنیں بڑے زور سے دنیا میں پھیلتی ہیں اور جب خدائے تعالیٰ دیکھتا ہے کہ زمین اسکی صداقت پر گواہی نہیں دیتی تب آسمان والوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ گواہی دیں۔ سو اس کیلئے ایک روشن گواہی خوارق کے رنگ میں دعاؤں کے قبول ہونے کے رنگ میں اور حقائق و معارف کے رنگ میں آسمان سے اُترتی ہے اور وہ گواہی بہروں اور گونگوں اور اندھوں تک پہنچتی ہے اور بہترے ہیں جو اس وقت حق اور سچائی کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ مگر مبارک وہ جو پہلے سے قبول کر لیتے ہیں کیونکہ ان کو بوجہ نیک ظن اور قوت ایمان کے صدیقیوں کی شان کا ایک حصہ ملتا ہے اور یہ اس کا فضل ہے جس پر چاہے کرے۔“ (ایضاً جلد ۵ صفحہ ۲۳۵ تا ۲۵۱)

## خلافت محمدیہ

خلیفہ کا لفظ اپنے اندر وسیع معانی رکھتا ہے اور خلفاء کی کئی اقسام ہیں۔ لیکن یہاں ان خلفاء کا ذکر کیا جاتا ہے جو کسی نبی کی وفات کے بعد اسکی جگہ قائم مقام مقرر کیے جاتے ہیں۔ اور خلافت ایسی حکومت کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے وضع کردہ طریقہ کار کی پابند ہو۔ ایسی حکومت کے سب سے بڑے ذمہ دار افسر کو خلیفہ یا امام کہتے ہیں۔ ہر خلیفہ کے انتخاب کے وقت اس وقت کے حالات کے مطابق رائے لی جاتی ہے۔ اس طرح جو بھی خلیفہ یا امام مقرر ہوتا ہے وہ قوم کا بہترین آدمی ہوتا ہے۔ وہ نبی کی وفات کے بعد اسکی امت کی راہنمائی اور ریاست کا انتظام کرتا ہے۔ اسلامی خلیفہ ہر وقت ہر شخص کے سامنے جو ابدہ ہوتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا کہ میرے بعد تیس برس خلافت راشدہ رہے گی۔ اور آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق پھر اسی طرح ہوا۔ بعد ازاں نام تو خلافت ہی رہا لیکن عملاً اسکی جگہ پہلے ملوکیت اور بعد میں جابر بادشاہت نے لے لی۔

## خلافت احمدیہ

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں فوت ہوئے ۲۷ مئی کی صبح آٹھ بجے آپکا جسدِ خاکی قادیان میں پہنچ گیا۔ اسی دن یعنی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو تمام حاضر الوقت احباب جماعت نے متفقہ طور پر حضرت مولانا نور الدین صاحبؒ کو حضورؑ کا خلیفہ اول منتخب کر کے آپکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ رکھ دیا گیا ہے جس سے میں دبا جاتا ہوں۔ حضورؑ اپنی زندگی میں پہلے ہی آپکے وجود کو اسوۂ حسنہ قرار دے چکے تھے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے - ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقین بودے  
حضرت خلیفہ مسیح اولؑ کا چھ (۶) سالہ دور خلافت، خلافت محمدیہ کے دور کی یاد تھا۔ آپ ”سَيِّدُ الْقَوْمِ  
خَادِمُهُمْ“ کے مطابق افراد جماعت کی خدمت بجالاتے رہے۔ گھوڑی سے گرنے کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور

اسی بیماری میں بعد ازاں فوت ہوئے۔ وفات سے چند یوم قبل آپؐ نے ایک وصیت لکھوائی۔ اس میں اپنے جانشین کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے پرانے اور نئے مریدوں کیساتھ نرمی کا سلوک کرے۔ آپؐ کی وفات جمعہ کے روز ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو ہوئی۔ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کے دن خلیفہ ثانی نے آپؐ کا جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ میں حضورؑ کے پہلو میں آپؐ کی تدفین عمل میں آئی۔

### خلافت ثانیہ

انتخابی خلیفہ اولؑ کے بعد حضورؑ کے انتخابی خلفاء یا امام آپؐ کی تعلیم اور نصائح سے پھسل گئے۔ خلیفہ ثانی نے خلافت کی گدی پر بیٹھے ہی پیشگوئی مصلح موعود پر عمل قبضہ کر لیا اور بعد ازاں موقعہ ملتے ہی خود ساختہ مصلح موعود بن بیٹھے۔ یہ سب ڈرامہ اس لیے رچایا گیا تاکہ خلافت کے نام پر خاندانی سلطنت کا نظام جاری کیا جا سکے۔ لیکن چونکہ اس پروگرام کی تکمیل کی راہ میں پیشگوئی مصلح موعود روکا وٹ تھی لہذا خلیفہ ثانی نے جھوٹے طور پر اس پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں کر کے اس روکا وٹ کو اپنے خیال میں دور کر لیا۔ اگر کوئی احمدی سمجھتا ہے کہ میں یہ غلط بیانی کر رہا ہوں تو میں ایسے ہر احمدی کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ خلیفہ ثانی کو مصلح موعود ثابت کر کے دکھائے۔ آپ سب لوگ میری اس بات کو کبھی نہ بھولنا کہ آپ کے خود ساختہ مصلح موعود کا کیس بھی حضرت مسیح ابن ناصریؑ کی خود ساختہ حیات سے ملتا جلتا ہے۔ اگر تم حضرت مسیح ابن ناصریؑ کی حیات اور آپ کا زندہ جسم عنصری آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کر گئے تو پھر شاید آپ کے خلیفہ ثانی بھی مصلح موعود ثابت ہو جائیں۔ بصورت دیگر ممکن نہیں۔ حضورؑ کی معصوم جماعت کو ایک بے رحم نظام کے ساتھ ہائی جیک کر کے غلام مسیح الزماں یعنی پندرھویں صدی کے مجدد اور مصلح موعود کو پس پردہ کر دیا گیا۔ یہ تو تھا جماعت کے خلیفہ ثانی کا عظیم اصلاحی کارنامہ۔ اور لوگوں کی اس طرح برین واشنگ کی گئی کہ اب حضرت مسیح موعودؑ کے بعد کسی مجدد یا مصلح نے نہیں آنا اور نہ اُسکی ضرورت ہے؟

### خلافت ثالثہ

تجدید سے متعلق آنحضرت ﷺ کے مبارک ارشاد کی تشریح میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ دنیا کو ہمیشہ تازہ بہ تازہ یقینی معرفت اور نشانوں کی ضرورت رہتی ہے۔ اور اسلام کا خدا ہمیشہ اور خالص کرسدی کے سر پر ہمیشہ اپنے کسی بندے کو مبعوث فرماتا ہے جو مخالفین کو سچائی، حقیقت نمائی اور پردہ دری کی رو سے نہ صرف ملزم کرتا ہے بلکہ خدائے تعالیٰ کے دین کو ادیان باطلہ پر غالب کر کے بھی دکھاتا ہے۔ تیسرے بظاہر انتخابی لیکن درحقیقت نامزد خلیفہ فرماتے ہیں۔

”اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر ۸۶/۸۷ سال گزر گئے تو پہلے قاعدہ کے مطابق آنیوالے مجدد کی تلاش کرنی چاہیے تھی۔ اس لیے کہ پہلوں کو جو علم دیا گیا تھا وہ گویا نئے مسائل کو حل نہیں کرتا تھا۔ لیکن میرا یعنی مشاہدہ اور ذاتی تجربہ ہے کہ ہر وہ نیا مسئلہ جو آج کی دنیا میں پیدا ہوتا ہے یا آج کی سائنس انسان کے سامنے پیش کرتی ہے اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں سے مل سکتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آخری ہزار سال کیلئے آپ آخری خلیفہ اور مجدد الف آخر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو علوم انسان کے ہاتھ میں دیئے ہیں اور قرآن کریم کی تفسیر بیان کی ہے وہ قیامت تک کیلئے کافی ہے۔ (کیا قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے مبارک ارشادات کے خزانے میں کوئی کمی رہ گئی تھی اور اگر کوئی کمی رہ گئی تھی تو پھر اب حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ایسی کمی کیوں نہیں رہ سکتی؟۔ ناقل) آپ کی کتابوں میں سے لوگ ایسے مضامین اخذ

کریں گے جو انسان کے مسائل کو حل کرنے میں مدد دیں گے۔ اس لئے اب اس سلسلہ میں کسی نئے آنیوالے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ (آپ کو ضرورت نہیں لیکن ایک صدی قبل کیا عالم اسلام کو کسی نبی کی ضرورت تھی؟۔ ناقل) باقی رہا تجدید دین کا کام تو وہ ہم میں سے ہر آدمی کر رہا ہے کوئی تھوڑے پیمانہ پر کر رہا ہے کوئی بڑے پیمانے پر۔ پس جماعت احمدیہ کا ہر وہ فرد جو نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں وقف ہے پورے طور پر یا جزوی طور پر اور آپ کی سچی پیروی میں اپنی جان اور مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرتا وہ درحقیقت تجدید دین ہی کا کام کر رہا ہوتا ہے۔ میں اپنے دوستوں کو یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ امیر تیمور نے ایک بادشاہ کے متعلق لکھا ہے جو ان سے معاً پہلے گذرا ہے کہ اس نے صرف ایک بات میں دین کی

تجدید کی اس لیے امیر تیمور کے نزدیک ان کو بھی مجدد کہہ سکتے ہیں۔ لیکن وہ خاص سلسلہ جو تیرہ پر ختم ہو گیا اس سلسلہ میں کسی نے نہیں آنا ہاں مگر وہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیلئے بطور ظل کے ہو۔ چنانچہ ایک اور جگہ آپ نے فرمایا ہے خلافت کا سلسلہ آپ کیلئے بطور ظل کے ہے۔ (حالانکہ حضورؐ نے خلافت کیساتھ مسیح کو بھی اپنا ظل قرار دیا ہے اس کا کیوں ذکر نہیں کیا۔ ناقل)۔ خلافت کا سلسلہ بطور ظل کے اسلئے ہے کہ خلیفہ وقت قرآن کریم کی تفسیر کرے گا اور اس طرح اپنے زمانہ کے مسائل کو حل کرتا چلا جائے گا اور اس سلسلہ کے کسی نئے مجدد کی ضرورت اس معنی میں نہیں پڑے گی ورنہ تو یہ ظلم ہو جاتا کہ انسانی مسائل پیدا ہو جاتے اور ان کا حل کرنے والا کوئی نہ ہوتا اور کوئی ایسا طریق نہ بتایا جاتا کہ قرآن کریم سے کیسے حل نکلتا ہے۔ (یہ ظلم تو عملاً ہو چکا ہے۔ ناقل) پھر اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظل کے طور پر خدا تعالیٰ سے علم حاصل کر کے اور اس سے پیار کر کے اور حضرت نبی کریم پر درود بھیجتے ہوئے خلافت احمدیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں کوئی نہ کوئی اصل پانچ مل جاتا ہے جس سے مسائل حل کرنے میں مدد مل جاتی ہے۔ (تین اہم خطبات صفحہ ۴۱ تا ۴۳ فرمودہ خلیفہ المسیح الثالث فرینکلرفٹ، جرمنی) واضح رہے کہ حضرت بانئے جماعت اپنے ”لیکچر سیا لکوٹ“ میں حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں۔

”اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لیے ضرور تھا کہ امام آخر الزماں اسکے سر پر پیدا ہو۔ اور اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اسکے لیے بطور ظل کے ہو۔ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۸)

اب حضورؐ نے تو فرمایا تھا کہ میرے بعد میری ظلیت میں امام بھی ہونگے اور مسیح بھی لیکن ان انتخابی اماموں نے کیا کیا؟ انتخابی خلافت کو تو حضرت مسیح موعودؑ کا ظل قرار دیا لیکن مسیح کا ذکر چھوڑ دیا۔ کیا یہ انصاف اور دیانتداری ہے؟ اگر یہ ظاہری انتخابی خلفاء اپنا قبلہ درست رکھتے تو کسی زکی غلام (موعود مصلح) کے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ ثانیاً آنحضرت ﷺ کے بعد ویسے تو ہمیشہ تجدید ہو رہی ہے لیکن حضور ﷺ کے اس ارشاد کہ ”ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا“ سے اگر کوئی امام یا خلیفہ عام تجدید مراد لیتا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ آپ ﷺ کے

اس ارشاد سے قطعاً عام تجدید مراد نہیں بلکہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کے ایسے معنی کرنا دراصل آپ کے اس ارشاد کی معنوی تحریف ہے۔ جیسا کہ حضرت مہدی مسیح موعودؑ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے۔

”آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے اب ہمارے علماء کہ جو بظاہر اجماع حدیث کا دم بھرتے ہیں۔ انصاف سے بتلاویں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشاء ہے کہ وہ مجدد خدائے تعالیٰ کی طرف سے آئے گا۔ یعنی علوم لدینہ و آیات سماویہ کیساتھ۔“ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۷۸)

اب آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر۔ ۱۰) کے موافق خبر دی ہے کہ ہر صدی کے سر پر دین اسلام میں پیدا شدہ بدعتوں اور خرابیوں کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ کسی کو بطور مجدد کھڑا کیا کریگا۔ اب سے چودہ سو سال پہلے تک تجدید دین کا یہ عظیم الشان واقعہ رونما ہوتا رہا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی آنحضرت ﷺ کے اس مبارک ارشاد کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ اس سے مراد کوئی عام تجدید نہیں بلکہ ایسی تجدید مراد ہے جو کوئی صدی کے سر پر بذریعہ روح القدس کریگا۔ اب بائیں جماعت احمدیہ کا ایک انتخابی خلیفہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ تجدید کا کیا ہے یہ تو ہم میں سے ہر شخص کر رہا ہے۔ سوال ہے کہ اگر یہ انتخابی خلیفہ سچ فرما رہا ہے تو پھر کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ، آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی مسیح موعودؑ کے فرامین سب غلط ہیں؟ لیکن اگر اللہ تعالیٰ، آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی مسیح موعودؑ نے سچ فرمایا ہے تو پھر یہ انتخابی خلیفہ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ افراد جماعت خود فیصلہ کر لیں؟ خلیفہ ثالث صاحب اپنے اسی خطاب میں مزید آگے فرماتے ہیں۔

”پس مختصر یہ کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حکم و عدل مانا ہوا ہے۔ ہم یہ بات مانتے ہیں کہ آپ آخری مسیح، آخری خلیفہ اور آخری مجدد اور مجدد الف آخری یعنی مجدد ہزار برس کیلئے ہیں اور پھر یہ بھی کہ ہمارے رستے میں کوئی ایسی روکاؤٹ نہیں جو ہمیں برائی کی طرف لے جائے۔“ (ایضاً صفحہ ۴۴)

(اولاً) اب سوال یہ ہے کہ تجدید کے سلسلہ میں حضرت مہدی مسیح موعودؑ تو فرما رہے ہیں کہ ”یوں تو ہمیشہ دین

کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشاء ہے کہ وہ مجدد خدائے تعالیٰ کی طرف سے آئے گا۔ یعنی علوم لدیہ و آیات سماویہ کیساتھ۔“ لیکن خلیفہ صاحب فرما رہے ہیں کہ ”باقی رہا تجدید دین کا کام تو وہ ہم میں سے ہر آدمی کر رہا ہے کوئی تھوڑے پیمانہ پر کر رہا ہے کوئی بڑے پیمانے پر۔ پس جماعت احمدیہ کا ہر وہ فرد جو نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں وقف ہے پورے طور پر یا جزوی طور پر اور آپ کی سچی پیروی میں اپنی جان اور مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرتا وہ درحقیقت تجدید دین ہی کا کام کر رہا ہوتا ہے۔“ امر واقع یہ ہے کہ تجدید کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کے فرمان کے جو معنی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے بیان فرمائے ہیں اس سے آپ کے انتخابی امام یا خلفاء صریحاً انحراف کر بیٹھے ہیں۔ اسکے باوجود اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو حکم و عدل مانا ہوا ہے تو کیا وہ جھوٹ نہیں بول رہے؟ فَتَدَبَّرُوا إِلَيْهَا الْعَاقِلُونَ۔

(ثانیاً) حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد قرآن کریم کے ہوتے ہوئے وہ کونسی روکاوٹ تھی جس کی بدولت دین اسلام میں ایک نبی اور دیگر مجددین کے سلسلہ جاریہ کی ضرورت پڑ گئی؟ اور ایسی ہی روکاوٹ کیا حضرت مجدد الف آخر کے بعد احمدیت میں نہیں پڑ سکتی؟۔ خلیفہ ثالث صاحب کے بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد آپ کے انتخابی خلفاء نبوت کی طرح تجدید پر بھی خاتمیت کا ٹھہرا لگا بیٹھے ہیں۔ مقام حیرت ہے کل تک جو اجرائے نبوت کے حق میں دلائل دیتے تھے آج مجددیت کی صف پسینے پر کمر بستہ ہیں۔ حضورؐ اپنے بعد ایک زکی غلام یعنی پندرہویں صدی کے مجدد یا مصلح موعود کی یقینی اور الہامی خبر دے چکے ہیں لیکن آپ کے انتخابی خلفاء فرما رہے ہیں کہ ”اب اس سلسلہ میں کسی نئے آنیوالے کی ہمیں ضرورت نہیں۔“ انتخابی خلفاء کو غلام مسیح الزماں یعنی پندرہویں صدی کے مجدد یا مصلح موعود کی غالباً اس لیے ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ قدرت ثانیہ کے نام پر ”خلیفہ خدا بناتا ہے“ کا ڈرامہ رچا چکے تھے۔ ان لوگوں نے بڑی تگ و دو کے بعد ایک غیر فطری اور غیر اسلامی نظام کیساتھ حضورؐ کی روحانی ذریت یعنی احمدیوں کو غلام بنا کر قدرت ثانیہ کے نام پر اپنے لیے الف آخر تک کیلئے حکومت کا بندوبست کیا تھا۔ لیکن آنیوالے نے چونکہ ان سب برائیوں کی اصلاح کرنی تھی لہذا وہ ان کیلئے قابل قبول کیسے ہو سکتا تھا؟ (ثالثاً) انبیاء علیہم السلام اپنی زندگیوں میں یہی کہتے رہے کہ ہم اپنے نفس

سے بالا نہیں ہیں۔ ہم سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک پیارے نبی حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ وَمَا أُبْرِئِي نَفْسِي إِلَّا النَّفْسَ لَأَمَّارَةً بِالسُّوءِ إِلَّا مَرَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ (یوسف- ۵۴) اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں ٹھہراتا، کیونکہ نفس تو یقیناً بدی پر اُکساتا رہتا ہے، مگر جس پر میرا رب رحم کرے، یقیناً میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے۔

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں ”کہ ہمارے رستے میں کوئی ایسی روکاٹ نہیں جو ہمیں برائی کی طرف لے جائے“۔ کسی انتخابی خلیفہ کا یہ فرمانا ”کہ ہمارے رستے میں کوئی ایسی روکاٹ نہیں جو ہمیں برائی کی طرف لے جائے“ بذات خود بہت بڑی غلطی ہے۔ اتنا بڑا دعویٰ تو کسی نبی نے نہیں کیا چہ جائیکہ کوئی غیر نبی کرے۔ عالم اسلام میں انتخابی خلفاء کے سردار حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔

”انما انما مثلکم انما انما متبع ولست بمبتدع فان استقمتم فتابعونی وان زغت فقومونی الا وان لی شیطانا یعتربنی فاذا اتانی فاجتنبونی“۔ میں صرف تمہاری مانند اُمت کا ایک فرد ہوں۔ میں تو مقررہ شریعت کا اتباع کرنے والا ہوں۔ میں اس شریعت میں کوئی نئی چیز داخل نہیں کر سکتا۔ اگر میں سیدھا رہوں تو میری تابعداری کرو، اگر میں شریعت کے احکام سے منحرف ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ یہ بھی سن لو کہ میرا بھی شیطان ہے جو مجھے آچھتا ہے، پس جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ کہاں انتخابی خلفاء کے سردارؓ کے یہ الفاظ اور کہاں حضرت مہدیؑ و مسیح موعودؑ کے ایک انتخابی خلیفہ کے یہ الفاظ ”کہ ہمارے رستے میں کوئی ایسی روکاٹ نہیں جو ہمیں برائی کی طرف لے جائے“۔ عجیب بات ہے کہ حضرت مہدیؑ و مسیح موعودؑ کے انتخابی خلفاء نے حضورؐ کے روحانی فرزند کا نام و نشان تک مٹا دیا اور اوپر سے یہ کہنا ”کہ ہمارے رستے میں کوئی ایسی روکاٹ نہیں جو ہمیں برائی کی طرف لے جائے“۔ اس مہارائی سے بڑھ کر اور کیا برائی ہوگی؟ انا لله وانا الیہ راجعون۔

راستی لحظہ بہ لحظہ ہے رواں سوئے دروغ - صدق پابند جفا ہے میں کہاں آنکلا  
 قلب مومن پہ سیاہی کی تہیں اتنی دبیز - ناطقہ سہم گیا ہے میں کہاں آنکلا

## خلافت رابعہ

خلیفہ رابع صاحب نے تو تجدید کے خاتمہ کیلئے نہ صرف سر توڑ کوششیں کیں بلکہ حد ہی کر دی۔ جس طرح خلیفہ ثانی صاحب نے اپنے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کو افراد جماعت سے منوانے کے لیے جلسہ سالانہ کے موقع پر سٹیج پر کھڑے ہو کر جھوٹی قسمیں کھا کر افراد جماعت کو گمراہ کیا۔ اسی طرح اُس کے اس لائق فرزند نے بھی خانہ خدا میں منبر پر کھڑے ہو کر ختم مجددیت کیلئے قسمیں کھا کر افراد جماعت کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ حالانکہ وہ جس موعود مجدد کو افراد جماعت کی نظروں سے قسمیں کھا کر اُدجھل کرتے رہے اور اُسکی راہ میں کانٹے بچھاتے رہے۔ وہی موعود کی غلام اُنکے آگے آکھڑا ہوا۔ اس موعود مجدد نے خلیفہ رابع کو یہ بھی کہا کہ آپ جماعت میں میرا اعلان کر دیں اور اگر آپ بمع جماعت مجھے جھٹلا سکتے ہیں تو جھٹلا کر دکھاؤ۔ اس موعود کی غلام نے اپنی صداقت کے حق میں خلیفہ رابع ہی کی گواہی اسکے آگے رکھ دی۔ لیکن اس خدائی خلیفہ کے منہ پر چپ کی مہر لگ گئی۔ اگر یہ خلیفہ راشد ہوتا تو ضرور بولتا۔ اگر کسی احمدی کو میرے اس بیان میں شک ہو تو وہ میری ویب سائٹ (alghulam.com) پر میری کتاب ”غلام مسیح الزماں“ کا صرف مقدمہ پڑھ کر دیکھ لے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُسے حقیقت حال کا عرفان ہو جائیگا۔ خلیفہ رابع صاحب نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷۔ اگست ۱۹۹۳ء میں جماعت کو جو پیغام دیا تھا خاکسار یہاں اس پیغام کی حیثیت اور حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہ پیغام حضرت مہدی و مسیح موعود کے رسالہ ”الوصیت“ کے مندرجہ ذیل اقتباس سے شروع ہوتا ہے۔ خلیفہ رابع فرماتے ہیں۔

”سوائے عزیز و! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سواب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی

ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ **سوزور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اُسکے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔** وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ **اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔** میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔ **سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائیگی۔ اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔** **خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام** روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیاء۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ تو حید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لیے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے **اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔**

روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۷

سب سے پہلے میری یہ گزارش ہے کہ خلیفہ رابع صاحب نے حضرت مہدی مسیح موعودؑ کا جو اقتباس پڑھا ہے وہ مکمل طور پر نہیں پڑھا۔ وہ حضورؐ کی تحریر کے بعض فقرات جان بوجھ کر چھوڑ گئے۔ کسی اقتباس کے درمیان میں

سے اگر بعض فقرات اسلئے چھوڑ دیئے جائیں کہ اقتباس طویل ہے تو یہ بات اتنی قابل اعتراض نہیں۔ لیکن اگر کسی اقتباس میں جہاں مصنف نے اپنے وصال کے بعد ظاہر ہونیوالی نہ صرف انتخابی اور الہامی خلافتوں کا ذکر فرمایا ہو بلکہ آخر میں الہامی خلافت سے متعلق خلاصہ اور لب لباب کے طور پر ایک فقرہ بھی رقم فرمایا ہو۔ اب سوال ہے کہ حضورؐ کی تحریر میں سے الہامی خلافت سے متعلقہ فقرہ کو چھوڑ دینا کیا خیانت نہیں ہے؟ میں نے اقتباس کے ان چھوڑے ہوئے فقرات کو سرخ رنگ دے کر واضح کر دیا ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ خود بنفس نفیس ۲۷- اگست ۱۹۹۳ء کا خطبہ جمعہ سن کر اپنی تسلی کر سکتا ہے۔ حضورؐ نے رسالہ ”الوصیت“ کا لب لباب اور خلاصہ ان نہ پڑھے گئے الفاظ میں فرمایا تھا۔ مثلاً حضورؐ فرماتے ہیں۔ ”اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ ژ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچنے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور عاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔“ اس خطبہ جمعہ میں اس اقتباس کا آخری فقرہ دو دفعہ نہیں پڑھا گیا۔ اسی صفحہ پر نیچے حاشیہ میں حضورؐ نے بیعت لینے والے بزرگوں کا ذکر فرما کر لکھا ہے۔

”ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لیے نمونہ بناوے۔“ یہ حاشیہ کے الفاظ بھی نہیں پڑھے گئے۔ ان الفاظ میں حضورؐ نے دراصل اپنی وفات کے بعد اپنے انتخابی جانشینوں کے طریقہ انتخاب کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ انتخابی امامت یا خلافت کا سلسلہ تو آپؐ کی وفات کے معاً بعد شروع ہو جانا تھا اور شروع ہو گیا۔ اس امامت یا خلافت کے دوران کسی انسان نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر کھڑا ہونا تھا۔ اس کا ذکر آپؐ نے اپنے اقتباس کے آخری فقرہ میں کیا ہوا ہے۔ مثلاً آپؐ فرماتے ہیں۔ ”اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے

**بعدل کر کام کرو۔** اب حضورؐ کے اس اقتباس کا نچوڑ اس فقرہ میں تھا۔ احباب جماعت یاد رکھیں کہ یہ اقتباس کسی سپیک جلسہ میں نہیں پڑھا گیا بلکہ خطبہ جمعہ جو نماز کا حصہ ہے اس میں پڑھا گیا تھا۔ دن رات یہ شور مچایا جاتا ہے کہ ”خلیفہ خدا بناتا ہے“۔ اب اگر یہ خلیفہ رابع خدا کا بنایا ہوا خلیفہ تھا تو اس خدائی خلیفے نے حضورؐ کی تحریر سے وہ فقرات جن میں آپکی وصیت کا نچوڑ تھا خطبہ جمعہ میں کیوں نہیں پڑھے؟ یہ نہ پڑھے جانے والے الفاظ حدیث کی طرح کسی نے حضورؐ سے زبانی نہیں سنے تھے جس سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید راوی کو سمجھنے میں کوئی غلطی لگ گئی ہے بلکہ یہ الفاظ آپؐ نے اپنے رسالہ میں خود تحریر فرمائے تھے۔ یہ الفاظ اسلئے نہیں پڑھے گئے کیونکہ اگر یہ الفاظ پڑھے جاتے تو مغربی خلفاء کا ختم مجددیت کا جو ذاتی اور نفسانی ایجنڈا (agenda) تھا وہ پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ تو تھا ”روح القدس“ کے الفاظ سے افراد جماعت کی توجہ ہٹانے کا ایک طریقہ یعنی ان الفاظ کو خطبات میں پڑھا ہی نہ جائے۔ اور تحریر میں جہاں کہیں اس اقتباس کے درج کرنے کی ضرورت پڑے وہاں اقتباس کے اس آخری فقرہ (اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعدل کر کام کرو) کو گول کر دیا جائے۔ جیسا کہ ایک کتاب بعنوان ”ایک مرد خدا“ (مصنف آئن ایڈم سن مترجم چوہدری محمد علی ایم۔ اے) کے صفحہ ۱۸۷ پر کیا گیا ہے۔ روح القدس کے ان الفاظ کی اصل غرض کو افراد جماعت کی نظروں سے اوجھل اور مشتتبہ کرنے کیلئے اور طریقے بھی اختیار کیے جا رہے ہیں مثلاً ابھی حال ہی میں یکم اپریل تا ۷۔ اپریل ۲۰۰۵ء کے الفضل انٹرنیشنل میں انور محمود خان آف امریکہ کا ایک مضمون بعنوان ”الوصیت میں بیان فرمودہ ۱۹ انصاح پر ایک طائرانہ نظر“ شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں بھی مضمون نگار نے ”روح القدس“ کے سلسلہ میں افراد جماعت کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ مضمون نگار ”اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو“ کے بعد لکھتے ہیں: یعنی خلیفہ برحق وہ وجود ہونگے جو روح القدس سے کھڑے کیے جائیں گے۔ حضورؐ نے ”روح القدس“ کے الفاظ کو الہامی خلفاء کیلئے استعمال کیا جبکہ مضمون نگار سفید جھوٹ بول کر اور خیانت سے کام لیتے ہوئے ان الفاظ کو اپنے انتخابی خلفاء کی طرف پھیرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ کیا یہ دجل نہیں ہے؟ حضورؐ کے الفاظ میں سے اپنے مطلب کے الفاظ کو پڑھنا اور وہ الفاظ جو مطلب کے

خلاف ہوں انہیں چھوڑ دینا یا پھر ظلم اور جھوٹ کی راہ سے لفظ کو اس کے اصل معنی سے غلط معنی کی طرف پھیرنا کیا یہ سب یہودیانہ افعال نہیں ہیں؟ یہودی بھی یہی کام کیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ (النساء۔ ۴۷)** جو لوگ یہودی ہیں ان میں سے بعض کلمات کو ان کی جگہوں سے ادل بدل دیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے ظالم اور دجال کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

☆ اور تجھے معلوم ہو کہ ظلم کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شے اپنے موقع سے اٹھا کر عمداً غیر محل پر رکھی جائے۔ تاراہ چھپ جاوے۔ اور استفادہ کا طریق بند ہو جاوے۔ اور چلنے والوں پر بات ملتیس ہو جاوے۔ پس ظالم اسکو کہیں گے جو محرفوں کا کام کرے اور خیانت پیشہ لوگوں کی طرح عبارتوں کو بدلا دے اور جرأت کر کے کم کی جگہ زیادہ کرے اور زیادہ کی جگہ کم کر دیوے۔ کیا کیفیت کی رو سے اور کیا کمیت کی رو سے اور محض ظلم اور جھوٹ کی راہ سے کلموں کو ایک معنی سے دوسرے معنوں کی طرف لے جاوے۔ حالانکہ اسکے فعل کیلئے کوئی قرینہ مددگار نہ ہو۔ اور پھر اس بناء پر دھوکہ دینے والوں کی طرح لوگوں کو اپنی مفتریات کی طرف بلانا شروع کرے اور دجالیت کے معنی بجا اسکے کچھ نہیں۔ پس جو شخص فکر کر سکتا ہے اس میں فکر کرے۔ ☆ (نورالحق حصہ اول۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۷۹)

اگر کوئی انتخابی خلیفہ حضورؐ کی کسی تحریر کے اقتباس سے آخری فقرہ غائب کر کے ختم مجددیت کا جواز نکال سکتا ہے تو پھر گھبراؤ نہیں آئیو ا لے وقت میں کوئی قدرت ثانیہ کا ایسا مظہر بھی آجائے گا جو قرآنی آیت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ-----“ (النساء۔ ۴۴) اے ایماندارو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم پر مدہوشی کی کیفیت ہو۔“ میں سے وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ کے الفاظ کو غائب کر کے ختم نماز کا جواز بھی نکال لے گا۔ ختم کا سلسلہ تو دین اسلام میں پہلے ہی شروع ہو چکا ہے۔ پہلے ختم نبوت اور اب ختم مجددیت اور آئندہ ختم نماز والے بھی ضرور آجائیں گے۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اپنے اس اقتباس میں قدرت ثانیہ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

”کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جبکہ سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔“

اب سوال یہ ہے کہ اس قدرت ثانیہ سے کیا مراد ہے؟ اس قدرت ثانیہ سے آپ کے الہام اور کلام کے مطابق انتخابی خلفائے راشدین اور الہامی خلفاء مراد ہیں جنہوں نے آپ کے بعد آپ کی جانشینی میں آنا تھا۔ انتخابی خلیفہ سے مراد ایسا بزرگ ہے جس نے مومنوں کے اتفاق رائے سے منتخب ہونا تھا۔ مثلاً جیسے آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت مہدیؑ و مسیح موعودؑ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ منتخب ہوئے تھے۔ اور الہامی خلفاء سے مراد وہ افراد تھے جنہوں نے انتخاب کی بجائے بذریعہ روح القدس کھڑے ہونا تھا۔ مثلاً جیسے آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدیؑ و مسیح موعودؑ کے بعد سلسلہ مجددین اور ان میں حضرت بائیں جماعت کے بعد سر فہرست غلام مسیح الزماں ہے جسکی بشارت آپ کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں دی گئی تھی۔ اس زکی غلام کو آپ نے مصلح موعود کا نام دیا تھا۔ اور یہ موعود مصلح دراصل آنیوالی صدی ہجری کا موعود مجدد بھی تھا۔ اس موعود مجدد یا مصلح کا انتخاب نہیں ہونا تھا بلکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے روح القدس پا کر کھڑا ہونا تھا۔ حضور کے الفاظ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ آپ کی وفات کے بعد بعض لوگ منتخب ہوں گے اور یہ لوگ بطور نگران (Care taker) انتظامی امور چلائیں گے۔ اس وقت تک جب تک غلام مسیح الزماں روح القدس پا کر کھڑا نہیں ہو جاتا۔ اور جب وہ روح القدس پا کر کھڑا ہو جائے گا تو بقول حضور ساری جماعت کو اسکی پیروی کرنا ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد موسوی سلسلہ میں ہر دو اقسام کے خلفاء کھڑے ہوئے تھے۔ یعنی بعض کا انتخاب ہوا تھا اور بعض روح القدس پا کر کھڑے ہوئے تھے۔ اسی طرح محمدی سلسلہ جو موسوی سلسلہ کی مثال ہے اس میں بھی ہر دو اقسام کے خلفاء کھڑے ہوئے یعنی بعض انتخاب کے نتیجے میں کھڑے ہوئے مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی اسد اللہؓ اور بعض روح القدس پا کر کھڑے ہوئے مثلاً حضرت مہدیؑ و مسیح موعودؑ اور آپ سے پہلے مجددین وغیرہ۔ اور اب احمدی سلسلہ جو سلسلہ

محمدیہ کی مثال یا ظل ہے۔ اس میں خلفاء کے سلسلہ میں تخلف کیونکر ہو سکتا ہے؟ رسالہ ”الوصیت“ سے ایک سال قبل یعنی نومبر ۱۹۰۴ء میں حضورؐ نے ایک لیکچر موسومہ بہ اسلام تحریر فرمایا تھا۔ اس لیکچر ”سیالکوٹ“ میں بھی آپؐ نے ایک لحاظ سے اپنے بعد قدرت ثانیہ کا ہی ذکر فرمایا تھا۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

”اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لیے ضرور تھا کہ امام آخر الزماں اسکے سر پر پیدا ہو۔ اور اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کیلئے بطور ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔ اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔“ (ایضاً جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۸)

ان الفاظ میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد میری ظلیت میں امام بھی ہونگے اور مسیح بھی۔ اور پھر رسالہ ”الوصیت“ میں اپنی آخری وصیت میں آپؐ نے یہ وضاحت فرمادی کہ میرے بعد امام تو منتخب ہونگے اور مسیح یعنی غلام مسیح الزماں یا مصلح موعود روح القدس پا کر کھڑا ہوگا۔ اب اگر حضرت مہدی مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد بعض امام انتخابی خلفاء کو ہی قدرت ثانیہ سمجھ بیٹھے ہیں تو یہ انکی سخت غلطی ہے۔ قدرت ثانیہ کا اولین مظہر تو غلام مسیح الزماں ہے جس نے بذریعہ روح القدس ایک قطعی الہامی ثبوت کیساتھ کھڑا ہونا ہے۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی متذکرہ بالا تحریر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ضرور ہے کہ بعض انتخابی خلفاء کے ہاتھوں کچھ سنگین غلطیاں سرزد ہوں اور پھر انکی اصلاح کا شرف اللہ تعالیٰ غلام مسیح الزماں کو بخشے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حضورؐ کے بعد انتخابی خلفاء قیامت تک صراط مستقیم پر چلتے رہیں گے اور ان سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوگی۔ ایسا سوچنا مزید ایک بڑی بھاری غلطی ہے کیونکہ اس سے تو حضورؐ کا متذکرہ بالا بیان کہ میرے بعد امام بھی ہونگے اور مسیح بھی نعوذ باللہ لغو بن جائے گا۔ وہ اس طرح کہ ان انتخابی اماموں نے اگر کوئی غلطی نہیں کرنی تھی تو پھر انکے ہوتے ہوئے مسیح یا مصلح موعود کا کیا کام تھا اور اس نے کونسی اصلاح کرنی تھی؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو جو غلام مسیح الزماں کی خبر دی تھی وہ لازماً سچی ہے اور حضورؐ کا اپنا یہ فرمانا بھی قطعی طور پر سچا ہے کہ میرے بعد امام بھی ہونگے اور مسیح بھی۔ آپؐ کے الہام اور کلام کی یہ سچائی ہمیں خبر دے رہی ہے کہ آپؐ کے بعد منتخب امام یا خلفاء کا جو سلسلہ

شروع ہوگا ان میں بعض امتحانی امام خائن بنیں گے۔ وہ اپنے ذاتی اور خاندانی مفادات کی خاطر کچھ گھپلے ضرور کریں گے اور جماعت احمدیہ کو اسکے مقرر کردہ مشن اور صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیں گے۔ اور یہی وہ نفسانی گند ہوگا جس کی صفائی کیلئے اللہ تعالیٰ بذریعہ روح القدس کسی کو بطور مصلح موعود کھڑا کرے گا۔

### مجدد الف آخر سے مراد

مندرجہ بالا اقتباس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ آپ مجدد صدی بھی ہیں اور مجدد الف آخر بھی۔ آپ مجدد صدی تھے اس بات کی تو آسانی کیساتھ سمجھ آ جاتی ہے کیونکہ آپ چودھویں صدی کے مجدد تھے اسی طرح جس طرح آپ سے پہلے مجددین ہر صدی کیلئے آتے رہے ہیں۔ لیکن آپ نے یہ جو فرمایا ہے کہ آپ مجدد الف آخر یعنی آخری ہزار سال کے مجدد بھی ہیں۔ آپ کی ان الفاظ سے کیا مراد تھی؟ اس ضمن میں میری گزارش ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد تجدید کے دائرہ میں مجدد الف آخر سے وہی مراد ہے جو نبوت کے دائرہ میں خاتم النبیین سے مراد ہے۔ (۱) جس طرح سلسلہ انبیاء میں آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ٹھہرے کیونکہ نبوت کے تمام کمالات آپ کی ذات بابرکات پر ختم ہو گئے اسی طرح سلسلہ مجددین میں حضرت مرزا صاحبؒ مجدد الف آخر ٹھہرے کیونکہ تجدید کے تمام کمالات آپ کی ذات پر ختم ہو گئے۔ (۲) جس طرح آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا انعام پانے کیلئے آپ ﷺ کی غلامی ایک شرط قرار پائی اسی طرح حضرت مرزا صاحبؒ کے بعد مجددیت کا انعام پانے کیلئے بھی آنحضرت ﷺ کے علاوہ آپ کی غلامی ایک شرط قرار پائی ہے (۳) مزید برآں جس طرح آنحضرت ﷺ کی نبوت قیامت تک کیلئے ہے لیکن اسکے باوجود آپ ﷺ نے اپنے بعد ایک امتی یا غلام نبی کی خبر دی تھی تاکہ آپ ﷺ کے بعد پیدا ہونے والے ختم نبوت ایسے غلط عقیدے کا قلع قمع ہو سکے بالکل اسی طرح حضرت مرزا صاحبؒ بھی مجدد الف آخر ٹھہرے اور آپ کی مجددیت بھی قیامت تک کیلئے ہے لیکن اسکے باوجود آپ نے اپنے بعد ایک مجدد یا مصلح موعود کی خبر دی ہے تاکہ آپ کے بعد ختم مجددیت کے فتنے اور غلط عقیدے کا دفعیہ ہو سکے۔ دراصل یہ معاملہ انسانوں کے دائرہ اختیار ہی میں نہیں کہ وہ کسی روحانی نعمت پر خاتمیت کا ٹپھہ

لگاتے پھریں۔ یہ بھی واضح ہو کہ روحانی نعمتیں کسی نہیں بلکہ وہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو جو روحانی نعمت بھی بخشنا چاہے وہ بخش سکتا ہے۔

رسالہ ”الوصیت“ کے اس اقتباس کو اس طرح کانٹ چھانٹ کر پڑھنے کے بعد خلیفہ رابع صاحب آگے فرماتے ہیں۔

”اس پیغام میں بہت سے فتنوں کا سدباب فرمادیا گیا ہے۔ یہ جماعت احمدیہ میں پہلے بھی اٹھے اور آئندہ بھی اٹھنے کا احتمال رہتا ہے۔ اور اس مضمون کا گہرا تعلق خلافت آیت استخلاف سے ہے اور حقیقت میں اسی کی یہ تفسیر ہے۔ پہلے اہل پیغام جنہوں نے خلافت سے اپنا تعلق توڑا انہوں نے یہ عذر کر رکھا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے انجمن کے حق میں وصیت کر دی ہے۔ انجمن کو خود قائم فرمادیا اور انتظامی امور اور دوسرے تمام امور میں جماعت کی سربراہ اور ہمیشہ کیلئے صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ یہ وہ فتنہ اٹھا تھا جس کا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ہمیشہ کیلئے قلع قمع فرمادیا۔ کیونکہ اس عبارت کو جب آپ غور سے دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا اسکے بعد خلافت کے سوا اور کسی انجمن کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اگر انجمن مراد ہوتی تو انجمن تو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں قائم فرمادی تھی۔ یہ کیوں فرما رہے ہیں اس کا اس قدرت ثانیہ کا آنا تقاضا کرتا ہے کہ پہلے میں جاؤں۔ میرے ہوتے ہوئے وہ قدرت ظاہر نہیں ہوگی۔ پس صاف پتہ چلا وہ قدرت ثانیہ انجمن نہیں بلکہ کچھ اور اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ وجود ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی قائم مقامی اور غلامی میں کھڑے ہونگے۔ پس اسکی پہلی تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح اول کی ذات میں مجسم ہوئی۔ وہ خلافت اولیٰ وہ خلافت تھی جس کے اوپر ساری جماعت کو باندھ کر اکٹھا کر دیا گیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اول نے ایک موقع پر فرمایا کہ انجمن کو مخاطب کر کے تمہاری اب کیا حیثیت ہے۔ تم میرے سامنے کوئی باتیں نہ کرو۔ خدا نے تمہیں باندھ کر میری غلامی میں لا ڈالا ہے اور ہمیشہ کیلئے میرا مطیع کر دیا ہے۔ پس یہ وہ قدرت ثانیہ تھی جس کا وعدہ دیا جا رہا تھا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد آئی تھی اس سے پہلے نہیں۔ ایک یہ بعض دفعہ حیلہ تراش لیا جاتا رہا ہے کہ قدرت سے مراد تائید الہی ہے جو قیامت تک جماعت کیساتھ رہے گی۔ تو اس کا بھی وہی جواب ہے۔ کیا حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی

تک تائید الہی نے قادیان میں جھانک کے بھی نہیں دیکھا تھا؟ کیا یہ لازم کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب تک مسیح موعودؑ دنیا سے رخصت نہ ہوں تائید الہی نہیں آئے گی ایسا جاہلانہ خیال ہے کہ اس سے بڑھ کر جاہلانہ خیال اور کافرانہ خیال ممکن نہیں ہے کہ جس کو خدا امام مقرر فرمادے انتظار کرے کہ وہ مرجائے تو پھر تائید الہی ظاہر ہو جو قیامت تک رہے گی۔ پس یہاں ایک نظام مراد ہے جس نظام کے مظہر مسیح موعودؑ فرماتے ہیں میری طرح بعض وجود ہونگے اور یہی وہ نظام خلافت ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جاری ہوا اور قیامت تک اسکے جاری رہنے کا وعدہ دیا گیا۔“

(اولاً) حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد کھڑے ہونے والے انتخابی اور الہامی خلفاء کی بات تو میں اوپر تفصیلاً کر چکا ہوں۔ اگر اس سے ہٹ کر کوئی ایسا نظام خلافت بنے جس میں نظام کیساتھ کوئی خاندان افراد جماعت پر مسلط ہو جائے تو ایسا جھوٹا نظام جس کی روح ہی غیر اسلامی ہو ایسے نظام خلافت اور اسکے بنائے ہوئے خلفاء کی حیثیت کوڑی کی بھی نہیں۔ تھوڑے بہت فرق کیساتھ ایسے ہی نظام خلافت امویوں اور عباسیوں نے بھی بنا رکھے تھے۔ (ثانیاً) اگر یہ انتخابی خلافت ہی قدرت ثانیہ تھی تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کی زندگی میں خلیفہ رابع صاحب کے نانا جان میر ناصر نواب اور دیگر افراد خاندان اُن یعنی خلیفہ اول سے قدرت ثانیہ کے نزول کیلئے دعائیں کیوں کرواتے رہے۔؟ اور پھر جب بشیر الدین محمود احمد خلافت احمدیہ کے منصب پر بیٹھ گئے تو پھر یہی خلافت قدرت ثانیہ بن گئی۔ یہ بھی واضح رہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ خلافت احمدیہ کو قدرت ثانیہ نہیں سمجھتے تھے اور خاکسار اسکی تفصیل آئندہ مضامین میں لکھے گا۔ (ثالثاً) جہاں تک تائید الہی کا تعلق ہے تو یہ تائید الہی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو لمحہ بہ لمحہ حاصل تھی اور اسی تائید الہی کے ساتھ آپ کھڑے ہوئے تھے۔

(رابعاً) یہ بات درست ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد صدر انجمن احمدیہ نہیں تھی بلکہ اس سے مراد سلسلہ احمدیہ میں روح القدس پا کر کھڑے ہونیوالے وجود ہیں اور اس طرح قدرت ثانیہ کا پہلا مظہر غلام مسیح الزماں ہوگا۔ لیکن خلفائے راشدین کو بھی ہم قدرت ثانیہ کے مظاہر کہہ سکتے ہیں۔ (خامساً) حضورؐ نے صدر انجمن احمدیہ بنائی اور یہ آپکی مطہر تھی۔ حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ آپکے جانشین بنے۔ بالکل اسی طرح صدر

انجمن احمدیہ کو آپکے جانشین کی بھی مطیع ہونا چاہیے تھی۔ اگر بعد ازاں صدر انجمن نے کسی خلیفہ کی اطاعت سے انکار کیا تو یہ اُسکی غلطی تھی۔ اطاعت کے معاملہ میں جو تعلق خلیفہ اور صدر انجمن میں تھا وہی معاملہ بعد ازاں بقول حضرت مہدی مسیح موعودؑ کی غلام مسیح الزماں اور اُس خلیفہ کا ہے جس کے وقت میں وہ روح القدس پا کر کھڑا ہوگا۔ جو غلطی صدر انجمن نے خلیفہ کا انکار کر کے کی تھی وہی غلطی خلیفہ رابع صاحب نے غلام مسیح الزماں کے دعویٰ کو دبا کر دہرائی ہے۔ آگے خلیفہ رابع فرماتے ہیں۔

”پھر ایک اور فتنہ یہ بھی اٹھایا جاتا رہا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی زندگی میں خصوصیت سے، بڑے منظم طریق پر ایک پروپیگنڈے کے ذریعہ جماعت میں یہ خیال پھیلانے گئے کہ خلافت ٹھیک ہے لیکن وہ جو مجددیت کا وعدہ ہے وہ دائمی ہے اور اب وقت قریب آ رہا ہے۔ صدی ختم ہونے کو آ رہی ہے اس لیے اب مجدد کا انتظار کرو اور مجدد کو تلاش کرو۔ جماعت میں کہیں بھی مجدد پیدا ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ یہ قدرت قیامت تک ہے اور خدا نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت تک یہ قدرت منقطع نہیں ہوگی۔ پس خلافت اگر قیامت تک قائم ہے تو اسکے ہوتے ہوئے سوال کیا باقی رہ جاتا ہے؟ اور یہ فتنہ پرداز اس بات کو بھول گئے کہ حضرت اقدس محمد رسول ﷺ نے جہاں مجددیت کی پیشگوئی فرمائی وہاں قیامت تک کا کوئی ذکر نہیں فرمایا لیکن جہاں مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی وہاں یہ وعدہ فرمایا اُنم تَكُونُ خِلَافَةً عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ جو وعدے ہیں دراصل مسیح موعود کے آنے تک کی دیر ہے۔ جب مسیح موعود آجائیں گے تو پھر فرمایا اُنم تَكُونُ خِلَافَةً عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ پھر خلافت قائم ہوگی اور منہاج نبوت پر قائم ہوگی۔“

یہاں میرا سوال ہے کہ وہ مجددیت کی نعمت جس کی خبر آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو فرمائی تھی۔ اب حضرت مہدی مسیح موعودؑ کے بعد خلفاء کیلئے یہ نعمت کیا نعوذ باللہ فتنہ بن گئی؟ خلیفہ رابع فرماتے ہیں کہ جہاں آنحضرت ﷺ نے مجددیت کا ذکر فرمایا ہے وہاں قیامت کا ذکر نہیں فرمایا (نفسانی حیلے۔ ناقل) یہاں پھر میرا سوال ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مجددیت کے اس ارشاد کو حضرت مہدی مسیح موعودؑ زیادہ بہتر جانتے تھے یا کہ آپ کے بعد آپکے انتحابی خلفاء صاحبان؟ کیا اب خلیفہ صاحب رابع نعوذ باللہ حضرت مہدی مسیح موعودؑ کی تصحیح

فرما رہے ہیں؟ اِناللہ و اِنالِیہ راجعون۔ آنحضرت ﷺ کے مجددیت سے متعلق ارشاد کی حضرت مہدی و مسیح موعود نے اس طرح تشریح فرمائی ہے۔

(۱) ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعُثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلِيَّ رَأْسَ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجِدِدُ لَهَا دِينَهَا۔ رواه ابوداؤد۔ یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس اُمت کیلئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اُس کیلئے دین کو تازہ کرے گا اور اب اس صدی کا چوبیسواں سال جاتا ہے اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ میں تخلف ہو۔“ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۰)

(۲) ”جاننا چاہیے کہ اگرچہ عام طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ حدیث صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ خدائے تعالیٰ اس اُمت کی اصلاح کیلئے ہر ایک صدی پر ایسا مجدد مبعوث کرتا رہے گا جو اُس کے دین کو نیا کرے گا لیکن چودھویں کیلئے یعنی اس بشارت کے بارہ میں جو ایک عظیم الشان مہدی چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا۔ اس قدر اشارات نبویہ پائے جاتے ہیں جو ان سے کوئی طالب منکر نہیں ہو سکتا ہاں اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ ظہور کرے گا تو علماء اس کے کفر کا فتویٰ دیں گے اور نزدیک ہے کہ اس کو قتل کر دیں۔“ (روحانی خزائن جلد ۲۷ صفحہ ۳۷۸)

(۳) اوّل وہ پیشگوئی رسول اللہ ﷺ جو تو اتر معنوی تک پہنچ گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر ایک صدی کے سر پر وہ ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کو پھر تازہ کرے گا اور اُسکی کمزوریوں کو دُور کر کے پھر اپنی اصلی طاقت اور قوت پر اُس کو لے آوے گا۔ اس پیشگوئی کے رُو سے ضرورتاً کہ کوئی شخص اس چودھویں صدی پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا اور موجودہ خرابیوں کی اصلاح کیلئے پیش قدمی دکھلاتا۔ سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا۔ (ایضاً جلد ۵ صفحہ ۳۴۰)

ان ارشادات سے ظاہر ہے کہ حضرت مہدی و مسیح موعود نے ہر صدی کے سر پر آنے والے مجدد کے متعلق آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تصدیق فرمائی ہے کہ وہ سچا ہے۔ حضور نے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کو پیش کر کے اپنے مخالفین کو ملزم کیا اور فرمایا کہ چونکہ پچھلی ہر صدی میں ایک مجدد آیا ہے اور کیا وجہ ہے کہ اب

چودھویں صدی میں نہیں آئے گا؟ میرا ان خلفاء سے سوال ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک ارشاد حضرت مہدی مسیح موعودؑ سے پہلے اور آپ کے زمانہ تک تو ایک عظیم نعمت رہا ہے اور اب حضورؑ کے بعد تم اس مبارک ارشاد کو فتنہ کیوں کہہ رہے ہو؟ جبکہ حضورؑ نے اپنے بعد ایک زکی غلام کی بطور مصلح موعود خبر دی ہوئی ہے اور اسکے متعلق فرمایا ہے کہ وہ روح القدس پا کر کھڑا ہوگا۔ دوسرا سوال یہ کہ کیا حضرت مہدی مسیح موعودؑ کے بعد صدیوں کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا؟ جہاں تک اس حدیث رسول ﷺ کے قیامت تک نافذ العمل ہونے کا تعلق ہے تو حضرت مہدی مسیح موعودؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

(۱) ”۲۹ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ قبل دو پہر۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا آپ کے بعد بھی مجدد آئے گا؟ اس پر فرمایا:۔ اس میں کیا حرج ہے کہ میرے بعد بھی کوئی مجدد آ جاوے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ختم ہو چکی تھی اس لیے مسیح علیہ السلام پر آپ کے خلفاء کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا سلسلہ قیامت تک ہے اس لیے اس میں قیامت تک ہی مجددین آتے رہیں گے۔ اگر قیامت نے فنا کرنے سے چھوڑا تو کچھ نہیں کہ کوئی اور بھی آ جائے گا۔ ہم ہرگز اس سے انکار نہیں کرتے کہ صالح اور ابرار لوگ آتے رہیں گے اور پھر بغنۃ قیامت آ جائے گی۔ (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۱۹)

(۲) ”منجملہ انکے ایک الکر کے لفظ سے پتہ لگتا ہے کہ یہ لفظ مجددوں اور مرسلوں کے سلسلہ جاری کی طرف اشارہ کرتا ہے جو قیامت تک جاری ہے۔ اب اس سلسلہ میں آنیوالے مجددوں کے خوارق، انکی کامیابیوں، انکی پاک تاثیروں وغیرہ وجوہات احکام آیات کو گن بھی نہیں سکتے۔“ (ایضاً جلد ۲ صفحہ ۶۳)

(۳) ”تعب کی بات ہے کہ تجدید کا قانون یہ روزمرہ دیکھتے ہیں۔ ایک ہفتہ کے بعد کپڑے بھی میلے ہو جاتے ہیں اور انکے دھلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن کیا پوری صدی گزر جانے کے بعد بھی مجدد کی ضرورت نہیں ہوتی؟ ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا۔ کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد اصلاح خلق کیلئے آتا ہے کیونکہ صدی کے اس درمیانی حصہ میں بہت سی غلطیاں اور بدعتیں دین میں شامل کر لی جاتی ہیں اور خدا تعالیٰ کبھی پسند نہیں فرماتا کہ اسکے پاک دین میں خرابی رہ جاوے۔ اسلئے وہ انکی اصلاح

کی خاطر مجدد بھیج دیتا ہے۔“ (ایضاً جلد ۳ صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۵)

(۴) ”نو وارد۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر صدی پر مجدد ہونا چاہیے؟

حضرت اقدس۔ ہاں یہ تو ضروری ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے۔ بعض لوگ اس بات کو سن کر پھر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب کہ ہر صدی پر مجدد آتا ہے تو پھر تیرہ صدیوں کے مجددوں کے نام بتاؤ۔ میں اس کا پہلا جواب یہ دیتا ہوں کہ ان مجددوں کے نام بتانا میرا کام نہیں۔ یہ سوال آنحضرت ﷺ سے کرو۔ جنہوں نے فرمایا ہے کہ ہر صدی پر مجدد آنا ہے۔ اس حدیث کو تمام اکابر نے تسلیم کر لیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب بھی اس کو مانتے ہیں کہ یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہے۔ اور حدیث کی کتابیں جو موجود ہیں ان میں یہ حدیث پائی جاتی ہے۔ کسی نے کبھی اس کو پھینک نہ دیا اور نہ کہا کہ یہ حدیث نکال دینی چاہیے جبکہ یہ بات ہے تو پھر مجھ سے فہرست کیوں مانگی جاتی ہے۔“ (ایضاً جلد ۵ صفحہ ۱۰۱)

حضرت مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ سلسلہ مجددین کے قیامت تک جاری رہنے کیلئے کیا قطعی ثبوت نہیں ہیں؟ کیا خلیفہ رابع کیلئے بھاگنے کی کوئی راہ ہے؟ لیکن افسوس ہے جو لوگ تقویٰ اور رشد و ہدایت کو چھوڑ کر اپنے انفس کو قبلہ بنا لیں ان کو کون ہدایت دے؟ ان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سمجھا سکتا ہے۔ خلیفہ رابع فرماتے ہیں کہ۔

”جب مسیح موعود آجائیں گے تو پھر فرمایا تم تکون خلافة علیٰ منہاج النبوة پھر خلافت قائم ہوگی اور منہاج نبوت پر قائم ہوگی۔“

اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو خلافت راشدہ قائم ہوئی تھی کیا وہ خلافت منہاج نبوت پر قائم نہیں ہوئی تھی؟ یقیناً یہ خلافت راشدہ بھی منہاج نبوت پر ہی قائم ہوئی تھی اور اسکے بالمقابل خلافت احمدیہ اور اسکے خلفاء کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اور جب یہ خلافت راشدہ تیس (۳۰) سال کے بعد ختم ہو کر بادشاہت میں بدل گئی تو پھر انتخابی خلافت احمدیہ کی کیا گارنٹی ہے؟ اور جب حضرت مہدی و مسیح موعودؑ اپنے بعد ایک موعود صالح کی خبر بھی دے چکے ہوں کہ وہ روح القدس پا کر کھڑا ہوگا تو پھر حضورؐ کے اس وعدہ کے بعد تو یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ آپؐ کے بعد انتخابی خلافت ضرور گمراہ ہوگی اور یہی ۱۹۱۴ء کے بعد ہوا۔ خلیفہ رابع صاحب

آگے فرماتے ہیں۔

”اور یہ وہ خلافت ہے جس کا آیت استخلاف میں ذکر ہے۔ یہ وہ خلافت ہے جو مومنین سے وعدہ کیا گیا ہے اور یہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعودؑ یہاں واضح فرما رہے ہیں جیسا کہ آیت استخلاف میں تھا۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ کیسی باریک عارفانہ نظر ہے حضرت اقدس مسیح موعودؑ قرآن کی آیات پر نظر رکھتے ہیں اور انکی تفسیر کرتے ہیں خواہ حوالہ دیں یا نہ دیں۔ وہ مضمون آپکی سرشت میں ایسا سرایت فرما چکا ہے کہ جب بھی بات کرتے ہیں قرآن کی بات کرتے ہیں۔ تو دیکھیں فرمایا یہ وعدہ میری نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت ہے۔ یہ جماعت احمدیہ سے وعدہ دیا گیا ہے چنانچہ آیت میں بھی گو مخاطب آنحضرت ﷺ تھے لیکن وعدہ آپ کے غلاموں سے کیا گیا ہے۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ پس اس فتنے کا بھی ہمیشہ کیلئے حل فرما دیا گیا۔“

ان الفاظ میں خلیفہ رابع صاحب فرما رہے ہیں کہ ”اور یہ وہ خلافت (حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد انتخابی خلافت۔ ناقل) ہے جس کا آیت استخلاف میں ذکر ہے۔ یہ وہ خلافت ہے جو مومنین سے وعدہ کیا گیا ہے۔“ پہلے میں یہاں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے حوالے سے تھوڑی سی روشنی آیت استخلاف پر ڈالتا ہوں کیونکہ احباب جماعت کیلئے صرف آپ کی تشریح ہی حجت ہے۔

## آیت استخلاف

رسالہ ”الوصیت“ میں حضورؑ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ذکر فرما کر بعد ازاں اس آیت کا حوالہ دیا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ انتخابی خلافت راشدہ بھی اس آیت کی مصداق ہوتی ہے لیکن اوّل طور پر اس آیت کے مصداق الہامی خلفاء ہوتے ہیں۔ انتخابی خلافت جب تک راشدہ رہے تب تک تو یہ اس آیت کی مصداق کہلا سکتی ہے۔ لیکن جب یہ ملوکیت اور بادشاہت میں بدل جائے تو پھر ہم ایسے انتخابی امام یا خلفاء کو اس آیت کا

مصدق قرار نہیں دے سکتے۔ اموی اور عباسی حکمران بھی اپنے آپ کو خلفاء ہی کہلاتے تھے لیکن کیا ہم اموی اور عباسی خلفاء پر اس آیت کا اطلاق کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی آیت کے حوالہ سے حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام بعض دیگر مقامات پر ارشاد فرماتے ہیں۔

”اور منجملہ دلائل قویہ قطعہ کے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو مسیح موعود اسی اُمت محمدیہ میں سے ہوگا قرآن شریف کہ یہ آیت ہے۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ الرَّحْمَنُ لِيُعْنِيَ خُدَاةَالْعَالِي فِي ان لُوغُوں كَيْلِيَّهٖ جُوَايْمَا نِدَارِ هِيں اور نيك كام كرتے هِيں وَعَدَه فرمایا ہے۔ جو ان كوزمين پر اُنہي خليفوں كى مانند جو اُن سے پہلے گزر چكے هِيں خليفه مقرر فرمائے گا۔ اس آيت ميں پہلے خليفوں سے مراد حضرت موسىٰ كى اُمت ميں سے خليفه (موسوى سلسله كے انبياء۔ ناقل) هِيں جن كو خدا تعالٰى نے حضرت موسىٰ كى شريعت قائم كرنے كىلئے پے در پے بھجوا تھا۔ اور خاص كر كسى صدى كو ايّسے خليفوں سے جو دين موسوى كے مجد تھے خالى خالى نهيں جانے ديا۔“ (روحانى خزائن جلد ۷ ص ۱۲۳)

آیت اختلاف کی حقیقت کے متعلق حضورؐ کے مندرجہ بالا الفاظ بڑے واضح ہیں۔ آپ نے اس آیت کا مصداق موسوی سلسلہ کے انبیا اور محمدی سلسلہ کے مجددین کو قرار دیا ہے۔

خاکسار بھی پہلے عرض کر چکا ہے کہ سورۃ نور کی آیت نمبر ۵۶ جسے عرف عام میں آیت اختلاف کہا جاتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور آپ کی اُمت سے جس خلافت کا وعدہ کیا ہے وہ اولاً خلافت علیٰ منہاج نبوت یعنی نبیوں والی یا الہامی خلافت ہے۔ ہاں جیسا کہ حضرت مہدی و مسیح موعود نے رسالہ ”الوصیت“ میں اس آیت کے مصداق چونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی قرار دیا ہے لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت اختلاف کے مصداق اُمت کے خلفائے راشدین بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ خلافت کے نام پر جو ملکیت اُمتوں یا جماعتوں پر قبضہ جمالیتی ہے ایسے ملک اور مذہبی آمر اس آیت کے ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے۔ اسی سلسلہ میں حضورؐ فرماتے ہیں۔

”افسوس کہ ایسے خیال پر جمنے والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبر سے نہیں سوچتے کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے“ (ایضاً جلد ۶ صفحہ ۳۵۳)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں۔ ”خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانے کے بعد جو تار کی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں ان کو خلیفہ کہتے ہیں۔“ (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۸۳)

یہاں گزارش کرتا ہوں کہ حضورؐ کے بعد وہ انتخابی خلفاء (بظاہر انتخابی لیکن درحقیقت نامزد) جو اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کرتے کرتے آپ کی جماعت کو تاریکی میں دھکیل چکے ہوں وہ اس آیت کے مصداق کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس آیت کریمہ کا مصداق اولین طور پر آپ کا وہ روحانی فرزند ہے جس نے اس تاریکی کو دور کرنے کیلئے روح القدس پا کر کھڑا ہونا ہے۔ طرفہ تماشایہ کہ گمراہی پھیلانے والے یہ انتخابی خلفاء ہی اس آیت استخلاف کے مصداق بن بیٹھے۔ اور جہاں تک کسی مجدد یا مصلح پر ایمان لانے کی بات ہے تو غلام مسیح الزماں پر ایمان لانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا خود حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر کیونکہ بقول حضورؐ غلام مسیح الزماں پیشگوئی مسیح موعود میں شامل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”یہ یاد رہے کہ مجدد لوگ دین میں کچھ کمی بیشی نہیں کرتے ہاں گمشدہ دین کو پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَٰسِقُونَ۔ یعنی بعد اسکے جو خلیفے بھیجے جائیں پھر جو شخص ان کا منکر رہے وہ فاسقوں میں سے ہے۔“ (روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۴۴)

پھر آگے خلیفہ رابع صاحب فرماتے ہیں۔

”اگر کوئی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے تو ہمیشہ انقطاع کے بعد پڑا کرتی ہے اور دراصل تجدید کے وعدے میں

خلافت راشدہ کی دردناک انقطاع کی خبر بھی دی گئی ہے۔ اگر خلافت راشدہ جاری رہتی تو کسی اور مجدد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ورنہ ہر صدی کے سر پر خلافت کیساتھ ایک رقیب اٹھ کھڑا ہوتا اور صدی در صدی امت الہی منشاء کے مطابق منقطع ہو جاتی اور کاٹی جاتی اور متفرق ہو کر بکھر جاتی۔ پس کیسی جاہلانہ سکیم ہے، کیسا جاہلانہ تصور (اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر نعوذ باللہ من ذالک یہ جاہلانہ تصور تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دینے والے ہیں ناقل) ہے جو یہ لوگ اللہ کی طرف منسوب کرتے رہے اور طرح طرح کی دل آزاریوں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دل کو چر کے لگاتے رہے۔ آپ نے بارہا جماعت کو کھلے بندوں سمجھانے کی کوشش کی لیکن یہ فتنہ اسی طرح مقابل پر سراونچا کیے رہا یہاں تک کہ خدانے اس فتنے کا سر توڑ دیا اور خدانے ثابت کر دیا کہ خلیفۃ المسیح الثالث کی تعبیر درست تھی جو تفسیر آپ نے فرمائی تھی اور وہی سچی تفسیر تھی اور پھر خدا کی تائیدی گواہی اور عملی گواہی نے ہمیشہ کیلئے اس فتنے کا سر پچل دیا ان لوگوں کیلئے جن میں ایمان اور شرافت اور تقویٰ ہو۔ جن کے دل ٹیڑھے ہیں ان کیلئے تو کوئی وعدہ نہیں ہے۔ ان کو تو قرآن بھی ہدایت نہیں دے سکتا کیونکہ جو دل تقویٰ سے عاری ہو اس کیلئے کوئی ہدایت نہیں۔ مگر میں جماعت احمدیہ کو مخاطب ہوں جن کی بھاری اکثریت کے متعلق میں جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ تقویٰ پر قائم ہیں۔ اسلئے کہ خدا کا سلوک ان سے وہ ہے جو متقیوں سے کیا جاتا ہے۔ اسلئے کہ خدا کی وہ تائیدات ان کو نصیب ہیں جو متقیوں کو نصیب ہوا کرتی ہیں۔ پس دلوں پر تو میری کوئی نظر نہیں مگر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتیں بتا رہی ہیں کہ وہ متقیوں کی جماعت ہے جس کیساتھ وہ مسلسل اس قدر کثرت کیساتھ احسان اور رحمت اور فضلوں کا سلوک فرماتا چلا جا رہا ہے۔ پس وہ متقی جو میرے مخاطب ہیں وہ اس بات کو خوب سمجھ لیں گے۔ درحقیقت حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جس قدرت ثانیہ کو خدا تعالیٰ نے قائم فرمایا وہ قیامت تک کیلئے ہے اور قیامت تک کیلئے غیر منقطع ہے۔ پس جب وہ قدرت غیر منقطع ہے تو اُسکے ہوتے ہوئے کیا ضرورت ہے کہ ایک اور شخص کسی اور شخص کو بطور مجدد کھڑا کیا جائے؟

خلیفہ رابع صاحب فرما رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جو مجددین کی خبر عطا فرمائی تھی اس میں دراصل خلافت راشدہ کے انقطاع کی خبر موجود تھی۔ (اولاً) میری گزارش ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کی مجددین کی پیشگوئی میں

خلافت راشدہ کے انقطاع کی خبر موجود تھی تو پھر اللہ تعالیٰ نے الہامی پیشگوئی میں حضورؐ کو جس زکی غلام کی خبر بخشی تھی اور حضورؐ نے اپنے الفاظ میں اپنی جماعت کو یہ وصیت فرمائی کہ وہ زکی غلام میرے بعد بطور مصلح موعود روح القدس پا کر کھڑا ہوگا۔ تو پھر کیا اس وعدے میں اس انتخابی خلافت جو آپکے وصال کے بعد شروع ہوئی کے انقطاع کی خبر کیوں موجود نہیں۔؟ یقیناً اس مصلح موعود کی خبر کیساتھ جماعت احمدیہ میں حضورؐ کے بعد جاری ہونے والی انتخابی خلافت کے انقطاع کی خبر موجود ہے اور قیامت تک یہ غیر منقطع کیسے ہو سکتی ہے۔؟ (ثانیاً) یہ کہ وہ غلام مسیح الزماں جس نے روح القدس پا کر کھڑے ہونا ہے۔ کیا یہ انتخابی خلفاء اُس کو اپنا رقیب سمجھ رہے ہیں؟ انتخابی خلافت کو تو یہ لوگ اپنے نفسانی خواہشات کی بدولت ۱۹۱۴ء کے بعد ملوکیت میں بدل کر منقطع کر بیٹھے ہیں اور پھر اس ملوکیت کو دوبارہ خلافت راشدہ میں بدلنے کیلئے جس مصلح موعود نے آنا ہے اُس کو یہ اپنا رقیب بتا رہے ہیں۔ اور عجیب تماشا کی یہ بات کہ ان خلفاء (خلیفہ ثالث اور رابع) کا والد خلیفہ ثانی صاحب جو کہ پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت ہی میں نہیں آتا۔ وہ اپنے دور خلافت میں مصلح موعود کا جھوٹا دعویٰ کر کے اس پیشگوئی کو اپنے زعم میں ہضم کرنے کی ناکام کوشش کر چکا ہے۔ اور یہ ناکام کوشش اسلئے کی گئی تھی تاکہ بعد ازاں خلافت کے نام پر اُسکی اولاد کیلئے حکومت کا راستہ صاف ہو جائے اور وہ موعود مصلح آ کر رنگ میں بھنگ میں نہ ڈال دے۔ (ثالثاً) وہ لوگ جو ان نام نہاد خلفاء (ثانی، ثالث اور رابع) کے ختم مجددیت کے جھوٹے پروپیگنڈے کی ہاں میں ہاں ملائیں وہ تو شریف اور متقی ہیں۔ اور وہ لوگ جو مجددین سے متعلق آنحضرت ﷺ کے مبارک ارشاد اور مہدی مسیح موعود کے فرمودہ غلام مسیح الزماں کا ذکر کریں تو وہ غیر متقی اور ٹیڑھے دلوں والے لوگ ہیں۔ یہ عجیب خلفائے راشدین ہیں جنہوں نے خلافت کے نام پر اپنی حکومت کو دوام دینے کیلئے اللہ تعالیٰ، حضور ﷺ اور مہدی مسیح موعود کے نام کو بطور حربہ غلط رنگ میں بے دریغ استعمال کیا۔ پھر آگے فرماتے ہیں۔

”اور اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی زمانے کی حد نہیں لگائی اسلئے قیامت تک کیلئے اس حدیث کا اثر جاری ہے۔ تو ایسے سوچنے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ قیامت تک کیلئے اس وقت کے خلیفہ کو (بزعم خویش۔ ناقل

(کیوں خدا مجبور نہیں بنا سکتا جو صدی کے سر پر کھڑا ہو اور اس صدی کے غیر معمولی تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے کسی تجدید کی ضرورت سمجھے۔ پس اس حدیث نبوی کا آیت استخلاف سے کوئی ٹکراؤ نہیں بلکہ دراصل آیت استخلاف کے مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے جس طرح پانی کے بعد تیمم کا ذکر کیا جاتا ہے۔“

یہ نام نہاد انتخابی خلفائے مہدی معبود اس بات کیلئے تو تیار تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو تجدید اور اصلاح کیلئے چن لے تو پھر آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعود کے مجددین کے آنے سے متعلق ارشادات ٹھیک ہیں۔ اور ایسی صورت میں اس حدیث اور آیت استخلاف میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ ان الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح ان لوگوں نے ایک غیر اسلامی اور جبری نظام کیساتھ معصوم احمدیوں کو جکڑ لیا ہے اسی طرح یہ مذہبی بھیڑیے اللہ تعالیٰ کو بھی ہائی جیک کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ان کی نفسانی خواہشوں کا پابند ہو جائے۔ لیکن اگر ان کے ہوتے ہوئے کسی اور وجود کو اللہ تعالیٰ تجدید اور اصلاح دین کیلئے کھڑا کر دے تو یہ بات انکی برداشت سے باہر ہے۔ ان لوگوں نے عجیب و غریب الٹا پیمانہ بنایا کہ وہ لوگ جو انتخاب کے نتیجے میں خلیفہ بنیں وہ جو قدم قدم پر اپنے نفس کا شکار ہو سکتے ہیں وہ تو پانی کی طرح ہیں اور پانی کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن وہ مصفا و وجود جس کو اللہ تعالیٰ الہام کیساتھ کھڑا کرے وہ تیمم کے حکم میں ہے یعنی تیمم کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں ان نام نہاد انتخابی خلفاء سے پوچھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعود الہام کیساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ الہام کے ساتھ کھڑے ہونے والے وجود کیا تیمم کی حیثیت رکھتے تھے؟ اور انکے بعد انکے جانشین بننے والے کیا پانی کی حیثیت رکھتے تھے؟ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اگر یہ جانشین بننے والے وجود پانی کی حیثیت رکھتے تھے تو پھر یہ پانی تو آنحضرت ﷺ کے تیس (۳۰) سال بعد ہی ختم ہو گیا تھا اور حضرت مہدی و مسیح موعود کے بعد یہ پانی چھ (۶) سال کے بعد ختم ہو گیا۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ بعد ازاں ملوک اور بادشاہ آگئے تھے۔ امر واقع یہ ہے کہ الہام کیساتھ کھڑے ہونے والے پانی کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ یہ لوگ نفس سے کھوئے جاتے ہیں اور مصفا کیے جاتے ہیں جبکہ انکے جانشین بننے والے انتخابی خلفاء کیساتھ ان کا نفس بھی ہوتا ہے اسلئے وہ تیمم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت مہدی و مسیح موعود نے اپنی کتب میں جگہ جگہ یہ ذکر فرمایا ہے کہ جب بارش کو ہونے

دیر ہو جائے تو کنوؤں کا پانی بھی گندلا اور کڑوا ہو جاتا ہے۔ لیکن بارشوں کے بعد انکا پانی نہ صرف صاف بلکہ بلند بھی ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہے یہی حال انسانوں کا ہے۔ جب تک کسی دل پر الہامی بارش نہیں ہوتی اس وقت تک انسان اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور جب کسی دل پر الہام کی بارش ہو جاتی ہے تو پھر عام انسانوں کے دلوں میں بھی نیکی کی تحریک پیدا ہونے لگتی ہے۔ خلیفہ رابع صاحب آگے فرماتے ہیں۔

”اگر خلافت قائم نہ رہے تو خدا اس امت کو چھوڑے گا نہیں اور تسلسل نہیں تو کم از کم صدی کے سر پر ضرور کوئی ایسا ہدایت یافتہ وجود بھیج دیگا جو اس وقت تک جمع ہوئی گمراہیوں کا ازالہ فرمائے گا یا ایک سے زائد ایسے وجود بھیج دے گا جو مختلف جگہوں پر تجدید دین کا کام کرینگے۔ جب خلیفہ موجود ہو تو پھر خلافت سے الگ کسی تجدید کی ضرورت نہیں اور وہ خلافت جس کا مسیح موعود سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اتنی نمایاں طور پر الہی تائید یافتہ خلافت ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے اگر آپؐ تجدید کا تصور کریں تو یہ ماننا لازم ہوگا کہ خلافت ہلاک ہو چکی ہے۔ اس میں کوئی تقویٰ کی روح باقی نہیں رہی ایسی صورت میں پھر کوئی الگ مجدد اگر کھڑا کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ کے کام جب ظاہر ہوتے ہیں تو خود اپنا ثبوت اپنی ذات میں رکھتے ہیں کسی بحث کے محتاج نہیں ہیں۔“

میں عرض کرتا ہوں کہ خلافت راشدہ تو ۱۹۱۴ء کے بعد ہلاک کر دی گئی تھی۔ وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ جس مصلح موعود کی اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعود کو خبر دی تھی۔ یہ مصلح موعود ہونے کا دعویٰ تو خلیفہ ثانی نے جھوٹے طور پر کر دیا۔ حالانکہ خلیفہ ثانی صاحب اس پیش خبری کے وعدہ ہی میں نہیں آتے۔ اور یہ جھوٹا دعویٰ بھی اس لئے کیا تاکہ اپنی اولاد یا کم از کم اپنے خاندان کیلئے خلافت کے نام پر اقتدار کا راستہ صاف ہو جائے۔ اگر جماعت احمدیہ کا کوئی فرد یہ ثابت کر دے کہ خلیفہ ثانی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں آتے ہیں یا وہ سچے مصلح موعود تھے تو میں ہر قسم کا جرمانہ دینے کیلئے تیار ہوں۔ اور اگر کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا تو پھر یہ بات ثابت ہوگئی کہ خلیفہ ثانی نے جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کر کے ۱۹۱۴ء کے بعد احمدی خلافت راشدہ کو ہلاک کر دیا تھا۔ اور پھر خلیفہ ثانی کے بعد اسکی اولاد یعنی خلیفہ ثالث اور رابع نے ختم مجددیت کا ٹھپہ لگا کر اس ہلاکت کو کمال تک

پہنچا دیا۔ اسکے بعد ضرورت تھا کہ اللہ تعالیٰ اس موعود مصلح یا مجدد کو اصلاح جماعت کیلئے روح القدس کیساتھ کھڑا کرتا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو اس موعود رحمت کا مصداق ہونے کی خبر دی جس کا وعدہ اس نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں فرمایا تھا۔

اور پھر مجھے ”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کر نیوالا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْآوَلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“ بنا کر اس الہامی پیشگوئی کا مجھے الہامی

ثبوت بخشا۔ مارچ ۱۹۹۳ء میں میں نے اپنا یہ دعویٰ اور اس کا الہامی ثبوت خلیفہ رابع کے سامنے رکھ دیا۔ خلیفہ رابع صاحب نے میرے اسی دعویٰ کے جواب میں یہ خطبہ جمعہ دیا اور اپنی موت تک افراد جماعت کو میرے دعویٰ اور اسکے الہامی ثبوت سے لاعلم رکھا۔ کیا خلفائے راشدین کا یہی طرز عمل ہوا کرتا ہے۔؟ لیکن جہاں آپ نے انتخابی خلافت کو الہی تائید یافتہ کہا ہے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ انہیں پہلے یہ واضح کرنا چاہیے تھا کہ ان کی یہاں الہی تائید یافتہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ پہلے الہی تائید کی تعریف تو کرتے؟ اگر خلیفہ صاحب کی اس الہی تائید سے مراد نظام اور مال کی طاقت تھا تو پھر مثلاً حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کے مقابلہ میں اُنکے وقت کے ظالم اور جابر فرعون کو بھی زیادہ تائید یافتہ سمجھنا پڑے گا۔ کیا یہ ظالم فرعون تائید یافتہ تھا؟

آج سے دو ہزار سال پہلے منظم یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو صلیب پر کھینچوایا تھا۔ یہ یہودی بھی اپنے آپ کو الہی تائید یافتہ ہی سمجھتے تھے۔ میرا احباب جماعت سے سوال ہے کہ کیا یہ یہودی الہی تائید یافتہ تھے؟ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مشرکین مکہ بھی اپنے آپ کو الہی تائید یافتہ سمجھتے تھے اور آپ ﷺ کو نعوذ باللہ جنون اور جادو گر خیال کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کو ان مشرکوں نے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کیا یہ مشرکین مکہ بھی الہی تائید یافتہ تھے؟ ایک صدی قبل مخالفین مہدی و مسیح موعود بھی اپنے آپ کو الہی تائید یافتہ اور دین اسلام کے نمائندے سمجھتے تھے۔ میرا خلیفہ رابع کے جانشین سے سوال ہے کہ کیا وہ الہی تائید یافتہ اور دین اسلام کے نمائندے تھے؟ ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے جو

عوام کی منتخب اور نمائندہ اسمبلی تھی نے افراد جماعت احمدیہ کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ یہ منتخب اسمبلی بھی اپنے آپ کو الہی تائید یافتہ ہی سمجھتی تھی۔ کیا یہ منتخب اسمبلی بھی آپ کے خیال میں الہی تائید یافتہ تھی؟ آپ کی منطق کے مطابق تو یہ منتخب اسمبلی بھی الہی تائید یافتہ لگتی تھی۔ ۱۹۸۴ء کے آغاز میں پاکستان کے فوجی ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق نے ایک آرڈیننس نافذ کر کے افراد جماعت احمدیہ کا پاکستان میں عرصہ حیات تنگ کر دیا اور وہ بھی اپنے آپ کو الہی تائید یافتہ ہی سمجھتا تھا۔ کیا وہ بھی الہی تائید یافتہ تھا؟ آج امریکی صدر ریش جس نے دین اسلام اور عالم اسلام کو مٹانے کا عزم کر رکھا ہے۔ وہ بھی اپنے آپ کو الہی تائید یافتہ ہی سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے آسمان سے احکامات مل رہے ہیں۔ کیا وہ بھی الہی تائید یافتہ ہے؟ خلیفہ رابع کی الہی تائید سے بھی یہی مراد تھی اور ہے۔ خلیفہ ثانی نے بھی ایک غیر اسلامی اور جبری نظام کیساتھ افراد جماعت احمدیہ سے آزادی ضمیر کا حق چھین کر انہیں قابو میں کر لیا ہے۔ کیا یہ الہی تائید ہے؟ اگر یہ الہی تائید ہے تو پھر دنیا میں ہر طاقتور کو الہی تائید یافتہ ہی ماننا پڑے گا۔

میرا دوسرا سوال ہے کہ افراد جماعت احمدیہ سے آزادی ضمیر کا، غور و فکر کا، سوچ اور سوال کا حق چھین کر انہیں اخراج اور مقاطعہ کی تلوار کیساتھ اندھی اطاعت پر مجبور کرنا کیا یہ اسلام ہے؟ میرے خیال میں یہ اسلام تو ہو نہیں سکتا کیونکہ دین اسلام میں جبر نہیں۔ ہاں شاید یہ محمودی برانڈ اسلام ہو جو خلیفہ ثانی نے متعارف کروایا ہے۔ کیا یہ الہی تائید ہے؟ اطاعت ہوتی ہے سچ کی نہ کہ جھوٹ کی۔ آپ لوگوں نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی روحانی اولاد کو جس طاغوتی طاقت اور سیاست کا شکار بنایا اسی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاکستانی ملائوں کے ہاتھوں غیر مسلم قرار دلوادیا۔ حضورؐ کی روحانی ذریت کو تو آپ لوگوں نے ایک فرعونی بلکہ اس سے بھی بدتر نظام کیساتھ ریغمال بنا لیا ہے اگر طاقت رکھتے ہو تو ان ملائوں کا بھی کچھ بگاڑ کر دکھاؤ؟ یہ تھا معصوم احمدیوں کی آہ کا نتیجہ اور یہ تھی اللہ تعالیٰ کی لاٹھی اور مکافات عمل۔ اب ان الفاظ کے بعد شاید مجھ پر ملائوں کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگا دیا جائے کیونکہ ہر دور میں آمروں نے خدا تعالیٰ کے چنیدہ بندوں پر ایسے ہی جھوٹے الزام لگائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس بے آواز لاٹھی کے نتیجے میں آج آپ انگلستان میں پناہ لے کر بیٹھے ہو اور ہم مظلوم احمدی

یہودیوں کی طرح یورپ اور امریکہ میں در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ کم از کم اب بھی عقل سے کام لو اور یورپ کے جمہوری طریق کار سے ہی سبق سیکھ لو۔ ان مغربی قوموں نے سب سے پہلے پاپائیت سے جان چھڑائی اور پھر اپنے عوام کو سوال کا حق دیا اور آج یہ اسکے نتیجے میں ستاروں پر کمندیں ڈال رہے ہیں اور آپ لوگ ہیں جو یورپ میں آ کر بھی اس جھوٹی اطاعت کو نہیں چھوڑ پارہے۔ پچھلی صدی کے ایک مایہ ناز جرمن سائنسدان البرٹ آئن سٹائن نے کیا خوبصورت الفاظ کہے ہیں۔

"Wichtig ist, dass man nicht aufhört zu fragen."

(اہم بات یہ ہے کہ انسان کو سوال کرنا نہیں چھوڑنا چاہیے)

لیکن ہم احمدیوں پر سب سے پہلا اور بڑا ظلم ہی یہ کیا گیا ہے کہ ہم سے اطاعت کے نام پر سوال کا حق چھین لیا گیا۔ اب ہم ایک مخصوص خاندان کی اندھی ہوس اقتدار کی بدولت اندھیروں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ سب ظلم ہم پر حقیقی اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ ضمناً۔ یہاں کسی مرید بصدفا کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ”مجلس عرفان“ میں سوال و جواب ہی تو ہوتے تھے۔ تو اس کا مختصراً جواب یہ ہے کہ مذکورہ ”مجالس عرفان“ درحقیقت عام لوگوں کی ذہنی سطح اور شعور کے مطالعہ کیلئے سجائی جاتی تھیں۔ اور یہ بطور خاص ”صاحب صدر“ کے لیے ”حصول عرفان“ کا ایک ذریعہ ثابت ہوتی تھیں۔ اس سے وہ لوگ اپنے اقتدار اور داخلی استحکام پر ایسے ہی نظر رکھتے تھے جیسے حکومتی انٹیلی جنس ادارے رکھتے ہیں۔ پھر ان مجالس میں یہ بھی دیکھا جاتا کہ لوگوں کا رجحان کیا ہے؟ اگر وہ سو سوالوں کا ایک سوال کر رہے ہیں تو انہیں موڑا اور دبایا جا سکے۔ نظام کو انکے خلاف حرکت میں لایا جائے۔ ایسی فضا اور ماحول میں بھلا کوئی کیا سوال کرتا اور کیا پوچھتا جب کہ مقاطعہ اور اخراج کی لگتی ہوئی تلواریں سروں پر منڈلا رہی ہوں؟ (یہ تو ایسے ہی ہے کسی بھیڑ کے پاس بھیڑ یا بٹھا کر اسے گھاس کھانے کو کہا جائے) اور اُسکے باوجود جب اصل سوال یا سوالات اپنے اپنے مقام اور محل پر اُٹھے یا اُٹھنے شروع ہوئے تو جواب نداد۔ (اور بادی النظر میں آئندہ بھی ”کوئی امید بر نہیں آتی“)

اور میرا اخراج اور مقاطعہ بھی دراصل اسی سلسلہ ہی کی کڑی ہے نہ کہ غیر اسلامی حرکات میں ملوث ہونے کا

شاخسانہ۔ میں کہتا ہوں اگر ایسی سبھی مجالس ٹھوس علمی اور حقیقی سوالوں کیلئے مخصوص ہوتیں تو میرا خیال یہ کہ کسی خلیفہ کو جھوٹے دعویٰ (یاد عوؤں) کی ضرورت پیش آتی یا کسی کو مجددیت کا راستہ روکنے کی۔ وغیرہ وغیرہ۔ انہی ڈرتے اور لرزتے ہوئے سانلوں کے مجموعی ردیوں کی وجہ سے ہی انتخابی خلافت کو ایسی ایسی جسارتیں کرنی پڑیں اور ایسی حدیں پھلانگیں پڑیں کہ الامان الحفیظ۔ یہ سب کچھ دیکھ سن اور پڑھ کر بلکہ انکے تصور سے ہی ایک مرد صالح کی روح کانپ جاتی ہے۔ خیر اس ”سوال“ پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر خوف طوالت دامنگیر ہے تاہم ”عاقلاً را اشارہ کافی است“۔

خلیفہ رابع صاحب مزید فرماتے ہیں۔

”مگر خدا کے کام خدا کے وعدوں کے خلاف نہیں ہوا کرتے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ہمارا خدا وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی ہے۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔ پھر فرمایا تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ پھر فرمایا اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ پس اگر خدا سچا ہے اور لازماً خدا سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں۔ اگر مسیح موعود سچے ہیں اور لازماً اس زمانے کے امام کے طور پر اس زمانے میں آپ سے بڑھ کر اور کوئی سچا نہیں تو لازماً وہ جھوٹے

ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ خلافت احمدیہ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور کسی خلافت سے باہر کسی تجدید کی محتاج ہوگی۔ پھر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت آپ کے سامنے ہے۔ دیکھیں صدی گزر گئی جس صدی کے سر پر یہ پراپیگنڈے کئے جا رہے تھے۔ لیکن کوئی مجدد ظاہر نہیں ہوا۔ دوسری صدی شروع ہو گئی اور اسکے تیرہ سال گزر چکے ہیں اور چودھویں میں داخل ہو رہے ہیں لیکن خلافت احمدیہ سے باہر کوئی مجدد ظاہر نہیں ہوا۔ پس خدا کی اس گواہی نے

ہمیشہ کے لیے ان لوگوں کے پراپیگنڈے کو جھٹلا دیا ہے جو یہ کہا کرتے تھے کہ اب خلافت کے آخری سانس ہیں۔ اور تجدید کے دن آرہے ہیں۔ کسی مجدد کی تلاش کرو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے لوگ اگر سو سو سال کی عمر میں بھی پائیں اور مرجائیں تو نامرادی کی حالت میں مریں گے اور کسی مجدد کا منہ نہیں دیکھیں گے۔ اُنکی اولادیں بھی لمبی عمریں پائیں اور مرتی چلی جائیں، اُن کی اولادیں بھی لمبی عمریں پائیں اور مرتی چلی جائیں۔ خدا کی قسم خلافت احمدیہ کے سوا کہیں اور مجددیت کا منہ نہ دیکھیں گی۔ یہی وہ تجدید دین کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے جو ہر صدی کے سر پر ہمیشہ جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرتا چلا جائے گا۔“

یہاں میری عرض ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا اور اب بھی اس نے ایسا ہی کیا ہے۔ خلیفہ رابع صاحب نے جماعت کے آگے جھوٹی قسمیں کھا کر اُنہیں بہکایا کہ اب کوئی مجدد نہیں آئے گا۔ جبکہ نئی صدی کا موعود مجدد اُسکے آگے آکر کھڑا تھا۔ یہ ایسی ہی جھوٹی قسمیں تھیں جیسی جھوٹی قسمیں اُسکے باپ نے اپنے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کیلئے کھائی تھیں۔ اگر خلیفہ رابع اپنے ختم مجددیت کے موقف میں سچا تھا اور میرا دعویٰ جھوٹا تھا تو اس نے میرے دعویٰ مصلح موعود کو کیوں چھپایا؟ بلکہ جلسہ سالانہ جرمنی اگست ۲۰۰۱ء کے موقع پر اس نے افتتاحی تقریر جو کہ خطبہ جمعہ پر مشتمل تھی میں جماعت کو باقاعدہ اور شعوری طور پر یہ کہہ کر گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ”کہ میرے علم کے مطابق جرمنی میں بھی ایک شخص ہے جو کہ بیچارہ دماغی فتور میں مبتلا ہے۔ وہ بھی اپنے آپ کو زمانے کا مصلح سمجھتا ہے۔ حالانکہ اُسکے چار مرید بھی نہیں۔ دو چار ایجنٹ ہونگے باتیں کرنے والے۔ جماعت جرمنی گواہ ہے کہ اُسکی کسی کو کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہے وغیرہ“ اب سوال یہ ہے کہ ایک جھوٹے دعویٰ کا اس کو کیا ڈر تھا؟ میرے دعویٰ کو اپنی زندگی میں احباب جماعت کے آگے رکھتے پھر لوگ بھی اس دعویٰ کو دیکھتے اور اس پر غور کرتے۔ لیکن چونکہ میں اپنے دعویٰ میں سچا تھا۔ اسلئے اُسے میری سچائی کا خوف لاحق تھا۔ میں نے اپنا دعویٰ صرف الہامی ثبوت کیساتھ ہی نہیں پیش کیا بلکہ خلیفہ رابع صاحب کی تصدیقی مہر بھی اُسکے آگے رکھ دی تھی۔ یہ تصدیقی مہر اُسکے درج ذیل اشعار میں موجود ہے۔ ربوہ میں جلسہ

سالانہ دسمبر ۱۹۸۳ء کی افتتاحی تقریر سے پہلے پڑھی گئی اپنی نظم میں وہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

دو گھڑی صبر سے کام لوسا تھیو! آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی  
**آہ مومن** سے ٹکرا کے طوفانِ کارخ پلٹ جائے گارت بدل جائے گی

یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اڑدھا

آج بھی دیکھنا **مرد حق کی دعا**، سحر کی ناگنوں کو نکل جائے گی

عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا

**اے غلام مسیح الزماں** ہاتھ اٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

جلسہ سالانہ یو کے ۱۹۸۶ء کے موقع پر آپ اپنی نظم میں فرماتے ہیں۔

بساط دنیا اُلٹ رہی ہے۔ حسین اور پائدار نقشے - جہان نو کے اُبھر رہے ہیں بدل رہا ہے نظام کہنا

**کلید فتح و ظفر** تمہاری تمہیں خدا نے اب آسماں پر - نشانِ فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

مشتے نمونہ از خردارے کے طور پر میں نے یہ چند اشعار درج کیے ہیں جبکہ انکی پوری تفصیل میری کتاب غلام مسیح

الزماں میں موجود ہے۔ اگر میں جھوٹا تھا تو خلیفہ رابع کو کیا خوف تھا؟ خوف تو اُسکی نظر میں نعوذ باللہ جھوٹے کو

ہونا چاہیے تھا۔ اگر خلیفہ رابع میرا دعویٰ مصلح موعود جماعت احمدیہ پر اپنی زندگی میں ظاہر کر دیتا تو میرے دعویٰ کا

انکی زندگی میں ہی کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو جاتا اور اس طرح وہ بری الزمہ بھی ہو جاتے۔ لیکن چونکہ میرا دعویٰ سچا تھا

اور ہے اور خدا تعالیٰ نے اس نام نہاد محمودی شیر کو بھی میری سچائی کا گواہ بنا دیا تھا اور اس طرح اس کے لیے

بھاگنے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ لہذا وہ اپنی زندگی میں میرے سچے دعویٰ کو چھپا کر نہ صرف اپنے پر بلکہ جماعت

احمدیہ پر بھی ایک ظلم عظیم کر کے انہیں ابتلاء کے گڑھے میں دھکیل گئے ہیں۔ یہ تو حال تھا اب اور تیمم کی باتیں

کرنے والوں کا۔ اب وہ فوت ہو چکے ہیں اور انکا معاملہ خدا کیساتھ ہے۔ خلیفہ رابع کی ذہنی کیفیت کے پس منظر میں ایک دوست نے مجھے کہا تھا کہ خلیفہ رابع مرنا قبول کر لیں گے مگر اس حق کا جو اُن پر اب خوب کھل چکا ہے اظہار نہیں کریں گے۔ اور بالآخر وہی ہوا۔ میں اُنکی زندگی میں اگر خاموش رہا ہوں تو اسلئے کہ افراد جماعت کو میرے دعویٰ سے آگاہ کرنا اُنکی ذمہ داری تھی۔ اور اسی طرح فکری انتشار سے بچانا اور بدلتے ہوئے عالمی حالات کے تناظر میں اُن کی راہنمائی کرنا بھی۔ اب میں جماعت احمدیہ کو پکارتا ہوں کہ میں وہی ”موعود“ کی غلام ہوں۔ جس کا وعدہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں دیا گیا تھا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ خاکسار اپنے دعویٰ میں غلطی خوردہ ہے تو آؤ میرے دعویٰ کو جھٹلا کر دکھاؤ۔ لیکن تم میرے دعویٰ کو جھٹلا نہیں سکتے کیونکہ میں سچا ہوں۔ جماعتی ارباب و اختیار ایک نظام کے سہارے میری سچائی کو کب تک روکے رکھیں گے۔ میں جس کا موعود غلام ہوں اُسکی سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں تھا۔ یقیناً تمہاری تقدیر اور احمدیت کا غلبہ مذکورہ ”رک کی غلام“ کیساتھ وابستہ ہے۔ خلیفہ رابع صاحب آگے فرماتے ہیں۔

”لیکن یاد رکھو حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ تمہارے ساتھ رہنے کیلئے یہ دوسری قدرت دکھلائی جائے گی۔ میں الفاظ پڑھ کر سناتا ہوں۔ دوسری قدرت تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ ساتھ اُنکے رہے گی جو اسکے ساتھ رہیں گے۔ اُنکے ساتھ نہیں رہے گی جو اسکے ساتھ نہیں رہیں گے۔ پس قیامت تک کیلئے خلافت سے اپنا دامن اس مضبوطی سے باندھ لیں کہ جیسے عروۃ الوثقی پر ہاتھ پڑھ گیا ہو جس کا ٹوٹنا مقدر نہیں ہے۔ ہو نہیں سکتا۔ پس آپ اگر خلافت کیساتھ رہیں گے تو خلافت لازماً آپکے ساتھ رہے گی اور یہی دونوں کا ساتھ ہے جو توحید پر منتج ہوگا۔ اسی کے نتیجے میں تمام دنیا کی قوموں کو امت واحده بنایا جائیگا اور ایک خدا اور ایک رسول اور ایک دین اور اس کے تابع تمام وہ خدمت کرنے والے ہوں گے جو اس سلسلہ پر منتج ہوں گے جس کا آغاز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہوا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے جیسا کہ آیت استخلاف میں بالآخر توحید کے مضمون پر بات ختم کی تھی اس قدرت ثانیہ کے مضمون کو بھی توحید پر ختم فرمایا۔ فرمایا خدا تعالیٰ چاہتا ہے ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک

فطرت رکھتے ہیں تو حید کی طرف کھینچے۔ اور وہ جو پہلے قدرت ثانیہ کا بیان ہے اور کس طرح توحید کے مضمون کیساتھ جوڑ دیا اور توحید پر اس مضمون کو ختم فرما دیا۔ توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے، یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے کیساتھ۔ (حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباس کا آخری فقرہ ”اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔“ یہاں پھر چھوڑ دیا گیا جو اس نام نہاد انتخابی خلافت کا پول کھولتا ہے۔ ناقل) پس یہی میرا پیغام ہے۔“

میرا یہاں سوال ہے کہ اگر اس انتخابی خلافت جو حضورؑ کی وفات کے معاً بعد جاری ہوئی تھی کے نتیجہ میں تمام دنیا کی قوموں کو اُمت واحدہ بنانا تھا تو پھر اس نتیجہ خلافت کے ہوتے ہوئے آپؑ نے یہ کیوں فرمایا ”**اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔**“ کیا نعوذ باللہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے یہ فقرہ غلطی سے لکھ دیا تھا جو آج آپ کے انتخابی خلفاء یہ فقرہ ”نہ پڑھ کر اور نہ لکھ کر“ آپ کی اس غلطی کی درستگی فرما رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ توحید پر دنیا کو کیسے اکٹھا کرے گا اور غلبہ اسلام کیسے ممکن ہوگا؟ حضورؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

”خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اسکے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کروں۔ سواب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھا دے۔ سواب دونوں مر گئے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مر گئی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اسکے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کیونکہ داخل ہونیوالے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے

مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کندہ ہوگا جب تک دَجا لیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔

“ (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۰۵ )

میں معذرت کیساتھ کہتا ہوں کہ نبوت یا مجددیت جیسی روحانی نعمتوں پر خاتمیت کی مہریں لگانے والے دراصل محروم اور مایوس قسم کے لوگ تھے۔ اے محروم! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔ یہی روحانی نعمتیں تو انسان کو روحانی زندگی بخشتی ہیں۔ تم ہر وہ کام کرو اور ہر اس راہ پر چلو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ نجانے کس راہ سے قبول کیے جاؤ۔ اللہ کی راہ میں موت اختیار کر لو تا آپ کو ایک لازوال زندگی ملے۔ کسی نیکی کو حقیر مت جانو، ہو سکتا ہے اسی کے بدلے بخشے جاؤ۔ جو لوگ اپنی نام نہاد انتخابی خلافتوں کو بچانے کیلئے حضورؐ کی مقدس تحریروں میں کمی بیشی کرتے پھریں انہوں نے کس اسلام کو غالب کرنا ہے؟ ان لوگوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر آج حضورؐ کی جماعت کو ایک قید خانہ میں بدل دیا ہے۔ آزاد دنیا کے لوگ کیا اس قید خانہ میں داخل ہونگے؟ خلفائے راشدین کا طرز عمل تو ”سَبَّ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ“ کی عملی تصویر پیش کرتا ہے۔ میں یہاں خلفائے راشدین کا اجمالی خاکہ اسلئے پیش کرتا ہوں تاکہ افراد جماعت خلفائے راشدین اور مغلیٰ خلفاء کے درمیان تقابلی موازنہ کر کے مغلیٰ خلفاء کی حقیقت سے آگاہ ہو سکیں۔

### خلفائے راشدین کا طرز عمل

حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفۃ الرسول اول منتخب ہوئے حالانکہ آپؓ چاہتے تھے کہ میں خلیفہ نہ بنوں۔ خلافت کو اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حکم چلانے کا ذریعہ بنا لیا جائے تو اس میں رسوائی اور بربادی ہے۔ اور اگر اسے

امانت سمجھ کر رضائے الہی کے مطابق قوم کی خدمت کی جائے تو پھر یہ ایسا بوجھ ہے کہ اسے اٹھانے سے آسمان اور زمین بھی کانپ جاتے ہیں۔

## خلیفۃ الرسول اولؓ

خلیفۃ الرسول اولؓ نے ایک دن تقرر کرتے ہوئے فرمایا۔

”لوگو! میں تو یہی چاہتا تھا کہ اس بوجھ کو کوئی دوسرا اٹھاتا، اور میں اس سے فارغ رکھا جاتا۔ اب اگر تم مجھ سے اپنے پیغمبر ﷺ کی بالکل ٹھیک ٹھیک پیروی کا مطالبہ کرو گے تو میں عاجز ہوں۔ سوچتا ہوں کہ انکی سنت کی اتباع مجھ سے کیسے ہوگی؟ وہ تو شیطان اور اُسکے فریب سے محفوظ تھے، اور ان ﷺ پر آسمان سے وحی آتی تھی۔ ان ﷺ کو ہر ضرورت پر اللہ سے ہدایت مل جاتی تھی۔“ (بحوالہ۔ اصحاب رسول ﷺ اور اُنکے کارنامے صفحہ ۶۷ مطبوعہ فیروز سنز لاہور، مصنف نبی احمد سہا)

اپنے انتخاب کے بعد بیعت کے وقت آپؐ نے درج ذیل تقریر فرمائی۔

”صاحبو! میں تم پر حاکم مقرر کر دیا گیا، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو ان میں میری مدد کرو، اور اگر دیکھو کہ میں برائی کی طرف جا رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ اے لوگو! تم میں سے جو ضعیف ہے، وہ میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ میں اُس کا حق دلا دوں۔ انشاء اللہ۔ اور بظاہر زور و قوت رکھنے والا آدمی بھی میرے نزدیک کمزور ہے۔ یہاں تک کہ میں بے سہارا کمزور آدمی کا حق اُس سے دلا دوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے، اس کو خدا خوار اور ذلیل کر کے چھوڑتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جائے، خدا اُسکی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے۔ میں خدا اور اُسکے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلوں تو تم لوگ میری اطاعت کرو۔ لیکن اگر میں خدا اور اُسکے رسول ﷺ کے راستے کو چھوڑ دوں، تو تم میں سے کسی ایک پر بھی میرا حکم نہیں چل سکتا۔ اچھا، اب نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔“ (ایضاً صفحہ ۶۳ تا ۶۴)

مرض الموت میں جب آپؐ کو اپنے جانشین کا خیال آیا تو آپؐ نے جید اور کبار صحابہؓ سے مشاورت کے بعد اہل مدینہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

”لوگو! کیا تم راضی ہو گے اس بات سے کہ میں ایک شخص کو تمہارے لیے اپنا جانشین بنا دوں؟ اللہ گواہ ہے کہ میں نے غور و فکر کر کے رائے قائم کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، اور میں نے اپنے کسی رشتے دار کو مقرر نہیں کیا ہے، بلکہ میں خطاب کے بیٹے عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ پس تم اُنکی سنو اور اطاعت کرو۔“ (ایضاً صفحہ ۱۰۱)

بعد ازاں اپنے نامزد جانشین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

”اے عمر! میں نے تم کو رسول اللہ ﷺ کی امت پر اپنا نائب بنایا ہے۔ پس تمہاری ذات میں ظاہری و باطنی طور پر تقویٰ ہونا چاہیے۔ عمر! اللہ سے لوگاؤ کہ اس طرح وہ متوجہ ہو جاتا ہے اور جب وہ توجہ فرمائے تو پھر اسباب اور وسیلے خود روگھاس کی طرح اُگ آتے ہیں۔ کسی طاقت پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ جو طاقتیں کام بناتی ہیں، اگر ان کو اللہ کے ہاں سے اجازت نہ ملے تو پھر وہ پلٹ پڑتی ہیں اور بننے والے کام بھی بگڑ جاتے ہیں۔ اے عمر! جب اہل نارا کا ذکر آئے تو کہنا کہ اے خدا! تو مجھے ان میں شامل نہ کچھو۔ اور جب اہل جنت کا حال پڑھو تو التجا کرنا کہ اللہ تو مجھے ان سے ملادے۔ اے عمر! ان باتوں کے علاوہ اللہ کی مرضی پر چلنے کیلئے نفس کو قابو میں رکھنے کی بہت ضرورت ہے۔ اور اے ابن خطاب! نفس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اسکی خواہش پوری کر دی جائے تو اسکی ہمت جوان ہو جاتی ہے اور وہ اس سے زیادہ بری خواہشوں کیلئے اور زیادہ زور کیساتھ ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے۔ اے عمر! جب تم میری ان نصیحتوں پر عمل کرو گے تو مجھے گویا اپنے پاس بیٹھا ہوا پاؤ گے۔ اللہ نیک اعمال میں تمہاری مدد کرے۔“ (ایضاً صفحہ ۱۰۲)

اپنا جانشین نامزد کرنے کے بعد اپنے بعض ذاتی معاملات کے متعلق چند نصائح فرمائیں۔ وفات سے چند روز پہلے فرمایا۔

”میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میرا انتقال ہوتے ہی یہ امانت عمرؓ کو دے دی جائے۔“ (ایضاً صفحہ ۱۰۳)

مسند خلافت پر بیٹھنے کے چھ ماہ بعد صحابہ کرامؓ نے بڑے اصرار کیساتھ آپؐ کا ڈیڑھ ہزار روپے سالانہ وظیفہ مقرر کرایا تھا۔ اسکے متعلق فرمایا کہ ”میری فلاں زمین بیچ کر وہ ساری رقم بھی عمر کو واپس کر دی جائے، جو آج تک میں نے وصول کی ہے۔“ (ایضاً)

اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق اپنی بیٹی عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا۔

”اس وقت جو کپڑا میرے بدن پر ہے، اسکے علاوہ دو کپڑے اور لے کر دھو لینا۔ یہ تین کپڑے ہو جائیں گے، جو میرے کفن کیلئے مناسب رہیں گے۔“ (ایضاً)

آپؐ کی صاحبزادیؓ نے کہا۔ ”یہ تو پرانے کپڑے ہونگے۔ میں نئے کپڑے دے دوں گی۔“ (ایضاً صفحہ ۱۰۴)

آپؓ نے جواب میں عائشہؓ سے فرمایا۔ ”نئے کپڑوں کے تو زندہ زیادہ مستحق ہیں۔ تمہارے باپ کیلئے یہی بھٹی پرانی چادریں کافی ہیں۔“ (ایضاً)

### خلیفۃ الرسول ثانیؓ

حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت صدیق اکبرؓ کی وفات کے دوسرے دن شروع ہوئی۔ نماز فجر کے بعد بیعت ہوئی اور آپؓ بیعت سے فارغ ہو کر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔

”عرب کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو اپنے ساربان کا مطیع ہو۔ میں سمجھتا ہوں، آپکی اطاعت میں خلوص ہوگا، اور میں یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے خدمت میں کانٹے پر تلا ہوا انصاف ملے گا۔ ہر رہنما کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ جماعت کو کس طرف، کس راہ پر لے جا رہا ہے؟ میں ربؐ کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سب کو سیدھی راہ پر چلاؤں گا۔“ (بحوالہ، اصحاب رسول ﷺ اور اُنکے کارنامے، صفحہ ۱۳)

مشاہرہ اور ذاتی حالات۔

اپنی مشہور زمانہ کتاب ”طبقات“ میں ابن سعدؒ لکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اپنے اور اپنے اہل و عیال کیلئے بہت کم گزارہ لیتے تھے اور حالات یہ تھے کہ جب کپڑے گرمیوں میں بناتے تھے تو یہ کپڑے اس وقت تک استعمال

میں رکھتے تھے جب تک وہ بوسیدہ ہو کر پاش پاش نہیں ہو جاتے تھے۔ جب کبھی موسم بدلتا تو آپؐ کو سخت اذیت پہنچتی۔ آپؐ کی غذا جو کی روٹی اور زیتون کا سالن تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عثمانؓ اور حضرت زبیرؓ آپؐ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہمارا نام نہ لینا اور ہماری نمائندگی کرتے ہوئے اپنے باپ سے کہیں کہ جو وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کیلئے گزارہ لیتے ہیں۔ اس سے تو بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں ہو سکتیں۔ لہذا کچھ اضافہ کر لیجیے۔ حضرت ام المومنینؓ نے اپنے باپ سے یہ کہا تو فرمانے لگے۔ ”وہ کون لوگ ہیں جو اس کام کی ترغیب دے رہے ہیں؟ میں ضرور انکی خبر لوں گا۔“ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا۔ ”میں نے وعدہ کیا ہے کہ نام نہیں بتاؤں گی۔“ فرمایا ”اچھا، تم میرے اور ان لوگوں کے درمیان ہو بتاؤ، کیا رسول اللہ ﷺ نے فاتحے نہیں کیے تھے؟ پیوند لگے ہوئے کپڑے نہیں پہنے؟ پھر جب آپ ﷺ نے دنیا کی طرف توجہ نہیں کی تو مجھے ایسے مشورے کیوں دیے جا رہے ہیں؟“

حضرت عمرؓ کی نظر میں عدل و انصاف حدود و خلافات کے چپہ چپہ پر بلاتا خیر، بروقت اور بلا تمیز محل اور جھونپڑی یکساں پہنچنا چاہیے تھا۔ کسی صوبے کا گورنر ہو یا ایک عام شہری آپؐ کی نظر میں برابر تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ کے کان میں آواز آئی۔ ”مصر کے عامل عیاض تو باریک کرتا پہنتے اور دروازے پر دربان رکھتے ہیں۔“ فوراً لوٹ آئے اور ابن مسلمہ کو حکم دیا کہ مصر پہنچو اور عیاض کو جس حالت میں وہ ہو، اپنے ساتھ مدینہ لے آؤ۔ جب ابن مسلمہ وہاں پہنچے تو انہوں نے دروازہ پر ملازم کو موجود پایا۔ عیاض نے بھی باریک کرتہ (جو عام طور پر لوگوں کو میسر نہیں تھا) پہن رکھا تھا۔ انکی پیشی ہوئی تو آپؐ نے اس کا کرتہ اتروا کر سب کے سامنے کبل کی قمیض اُسے پہنائی۔ اسکے بعد بکریوں کا ریوڑ منگا کر حکم دیا کہ صحرا میں لے جاؤ اور شام تک چراؤ۔ اسی طرح حضرت سعدؓ ابن وقاص نے کوفہ شہر میں رہنے کیلئے ایک مکان بنوایا۔ مکان کا دروازہ دوہرا تھا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو کہا۔ ”ایسے دروازے سے اہل حاجت کی آواز پہنچنے میں روکاٹ ہوگی۔“ حکم دیا۔ ”دروازے کو آگ لگا دو۔“

اپنی رعایا کی ضروریات کا دھیان رکھنے کیلئے راتوں کو اٹھ کر مدینہ میں گشت کیا کرتے تھے۔ ایک رات اپنے غلام اسلم کیساتھ مدینہ کے قریب صرار کے مقام سے گزر رہے تھے کہ دیکھا ایک بوڑھی عورت خیمے میں کچھ پکا

رہی تھی اور چند بچے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ جب نزدیک پہنچے تو سنا کہ بچے رورہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ بڑھیا نے بتایا کہ یہ بھوکے ہیں۔ اسلئے روتے ہیں۔ آپ نے پوچھا ہانڈی میں کیا پک رہا ہے؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں۔ صرف پانی چڑھا دیا ہے تاکہ بچے بہل جائیں اور پھر سو جائیں۔ یہ سن کر آپ ”کانپ اٹھے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اسلم کو لے کر شہر لوٹے۔ بیت المال کا دروازہ کھولا۔ آٹے کا ایک تھیلا اور روغن زیتوں کا ایک برتن اٹھا لیا۔ اسلم نے کہا میرے کندھے پر رکھ دیجئے۔ فرمایا، کیا قیامت کے روز بھی تم میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟ آپ نے یہ سامان لا کر بڑھیا کے سامنے رکھ دیا۔ وہ کھانا پکانے میں مصروف ہو گئی اور آپ اُسکی آگ پھونکنے لگے۔ بڑھیا نے کہا ”اللہ تمہیں جزا دے۔ خلیفہ تو تمہیں ہونا چاہیے تھا۔ نہ کہ عمرؓ کو۔“ فرمایا ”اللہ عمر کو معاف فرمائے۔ خیر کل تم بچوں کو لے کر خلیفہ کے پاس آؤ۔ انشاء اللہ میں بھی وہاں ملوں گا اور تمہارا وظیفہ مقرر ہو جائے گا۔“

حضرت عمرؓ کا عدل آج تک ضرب المثل ہے۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ آپؓ انسانوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ عدل کے معاملہ میں اپنے اور غیر کا فرق نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد کو بھی معاف نہیں کیا۔ آپکے صاحبزادے عبدالرحمنؓ مصر میں تھے۔ ایک دن انہوں نے ابوسرعہ کیساتھ بنیذپی لی اور ان پر نشہ طاری ہو گیا۔ اگرچہ والی مصر حضرت عمرو بن عاصؓ نے اپنے گھر میں ان پر حد لگا دی تھی لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو مدینہ طلب کیا۔ جب آپکے صاحبزادے آپؓ کے سامنے پہنچے تو انی عبائے نکلے جسم پر تھی اور سواری کی تکلیف کی وجہ سے وہ چل نہیں سکتے تھے۔ ان کے والد نے پوچھا ”عبدالرحمن! تم نے یہ یہ حرکت کی ہے؟“ عبدالرحمنؓ بن عوف نے اُن کی سفارش کی اور کہا ”اے امیر المؤمنین! ان پر حد لگائی جا چکی ہے۔“ لیکن عمرؓ نے اُنکی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور عبدالرحمنؓ بن عمرؓ چلانے لگے۔ ”میں بیمار ہوں۔ آپ مجھے قتل کر رہے ہیں۔“ روایت ہے کہ اسکے باوجود حضرت عمرؓ نے ان پر دوبارہ حد لگائی اور انہیں قید کر دیا۔ پہلے وہ بیمار ہوئے اور بعد ازاں فوت ہو گئے۔ اسکے باوجود خشیتِ الہی کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ اگر اس وقت آسمان سے آواز آئے کہ سب لوگ بخشے جائیں گے اور جنت میں چلے جائیں گے مگر ایک کے سوا۔ فرمانے لگے شاید

وہ ایک میں ہی ہونگا۔ شہادت۔ ذی الحجہ ۲۳ ہجری کو ایک دن ابو لولؤ ایک غیر مسلم عجمی غلام نے کسی ذاتی رنجش کی بنا پر فجر کی نماز میں حضرت عمرؓ پر حملہ کر دیا اور چھ مہلک زخم لگائے۔ لوگوں نے نام بتایا تو کہا۔ ”میں اللہ کی بارگاہ میں شکر کرتا ہوں کہ میرا قاتل کوئی مسلمان نہیں۔“ عبدالرحمنؓ بن عوف نے نماز فجر پڑھائی۔ گھر لے جا کر لوگوں نے آپؓ کو دوائی پلائی تو وہ زخم کے راستے باہر نکل آئی۔ اسلئے یقین ہو گیا کہ جانبر نہیں ہو سکیں گے۔ آپؓ کی درخواست کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے آپؓ کو حضور ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دی اور آپؓ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ ”میری سب سے بڑی آرزو یہی تھی۔“

جانشینی کا مسئلہ۔ جب صحابہؓ نے محسوس کیا کہ آپؓ کا جانبر ہونا محال ہے تو آپؓ سے درخواست کی کہ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپؓ متردد تھے۔ کہنے لگے۔ ”اگر میں کسی کو خلیفہ بنا دوں تو یہ بے جا نہ ہوگا کیونکہ ابو بکرؓ جو مجھ سے بہتر تھے ایسا کر چکے ہیں۔ اور اگر نہ بناؤں تو بھی نامناسب نہیں ہے، اسلئے کہ حضور ﷺ نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ البتہ اگر ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو ان کو جانشین بنا دیتا۔ یا پھر اگر ابو حذیفہؓ کا غلام سالمؓ زندہ ہوتا تو اس کو خلیفہ بنا دیتا۔ مجھے ان دونوں پر اعتماد تھا۔ کہا گیا۔ ”اے امیر المؤمنینؓ! آپؓ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے کیوں گریز فرماتے ہیں؟“ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ ”خدا تجھے غارت کرے! واللہ! میں خدا کی رضا نہ چاہوں گا کہ ایسے شخص کو خلیفہ بناؤں جو اپنی بیوی کو اچھی طرح طلاق بھی نہ دے سکتا ہو، معاملہ چونکہ بہت اہم تھا اسلئے صحابہؓ نے پھر آپؓ سے درخواست کی۔ آپؓ نے فرمایا۔ ”میں نے ارادہ تو کیا کہ کسی شخص کو منتخب کر دوں، لیکن میرے مرنے کے بعد بھی اس کام کی ذمہ داری مجھ پر رہے گی، اسلئے خوف خداوندی سے میرا ارادہ فوت ہو گیا۔ بہر حال یہ چھ آدمی ہیں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف، حضرت سعدؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ۔ ان میں سے ایک کو منتخب کر لیا جائے۔ یہ وہ اصحابؓ ہیں جن سے حضور ﷺ خوش تھے۔ اور میں خلافت کا مستحق ان لوگوں سے زیادہ کسی کو نہیں سمجھتا جن سے رسول ﷺ اپنی وفات تک خوش رہے۔“ آپؓ زخم لگنے کے تیسرے دن بدھ کے روز شام کو فوت ہوئے اور جمعرات کے دن صبح کو اپنے آقائے نامدا ﷺ

کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

## خليفة الرسول الثالثؓ

حضرت عمرؓ کی نامزد کردہ انتخابی کمیٹی نے بالآخر خلیفۃ الرسول الثالث کے طور پر حضرت عثمانؓ کا انتخاب کر لیا۔ عبدالرحمنؓ بن عوف نے بذات خود خلافت سے دستبردار ہو کر اس انتخابی عمل کو سرانجام دیا۔ آپؓ نے فرمایا۔ ”میں نے نامزد بزرگوں میں سے کسی ایک کے انتخاب پر پوری طرح غور کیا، اور جہاں تک میری طاقت میں تھا میں نے ہر طبقے کے لوگوں سے بھی مشورہ لیا۔ نامزد ارکان سے میں اپنے فیصلے پر رضامندی کیلئے سب سے پہلے عہد لے چکا ہوں اس لیے اب کسی کیلئے بھی مخالفت و انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔“ اس کے بعد انہوں نے تشہد پڑھا اور پھر روئے سخن حضرت علیؓ کی طرف کر کے فرمایا۔

”اے علیؓ! میں نے لوگوں کیلئے خلیفہ کے تقرر کے واسطے استصواب کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ عثمانؓ کے برابر کسی کو بھی نہیں سمجھتے، اسلئے تم اپنے نفس کیلئے کوئی راستہ نہ نکالنا۔“

پھر حضرت عثمانؓ سے کہا۔ ”میں تم سے سنت اللہ، سنت رسول ﷺ اور سنت خلفائے سلفؓ پر جو حضور ﷺ کے بعد ہو چکے ہیں، بیعت کرتا ہوں“ (اصحاب رسول اور اُنکے کارنامے) بیعت کے بعد حضرت عثمانؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر ایک مختصر اور جامع تقریر فرمائی۔ حضور ﷺ نے حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کی دل جوئی کیلئے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ کو آپکے نکاح میں دے دیا تھا۔ اسی وجہ سے آپؓ ذوالنورین کہلوائے۔ آپؓ نے اسلام کی خاطر بے دریغ مال خرچ کیا۔ اکثر غزوات کی تیاری میں دل کھول کر چندے دیئے اور مدینہ کا مشہور کنواں رومہ آپ ہی نے آٹھ ہزار دینار میں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا۔ آپؓ کا تب وحی بھی رہے اور عہد صدیقی اور فاروقی میں معتمد خاص اور مشیر اعلیٰ رہے۔ حضرت عثمانؓ حسن و سیرت، دانائی و فراست، حیا اور عبادت اور تقویٰ میں ممتاز تھے۔ عدل و انصاف اور حقوق میں برابری کے بھی عمر فاروقؓ کی طرح قائل تھے۔ آپؓ میں حد درجہ حیا تھی۔ آپؓ کی اس خوبی کا احساس حضور ﷺ کو بھی

تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے مطابق ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ایک ایسی جگہ تشریف فرما تھے جہاں کافی پانی تھا۔ آپ ﷺ نے دونوں یا ایک زانو کھول لیا تھا۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے اندر آتے ہی اس کو ڈھانپ لیا۔ حالانکہ آپؓ سے پہلے ابو بکرؓ اور عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ میرے باپؓ سے تو نہیں شرماتے، مگر عثمانؓ سے شرم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”عائشہؓ! عثمانؓ سے تو فرشتے بھی شرماتے ہیں۔“

امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی طبیعت میں فطری نرمی، رافت اور درگزر تھا۔ طاقتور ہوتے ہوئے باغیوں کے خلاف طاقت استعمال نہیں کی۔ آپؓ کی شہادت کا واقعہ بہت دردناک ہے۔ آپؓ کی شہادت کے بعد امت مسلمہ میں باہمی خون خرابے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور دین اسلام دن بدن کمزور ہوتا چلا گیا۔

خليفة الرسول الرابعؓ۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک کوئی خلیفہ منتخب نہ ہو سکا۔ مدینہ میں عجیب افراتفری تھی۔ انتظام بحال کرنے کیلئے ضروری تھا کہ کسی کا بطور خلیفہ انتخاب ہو۔ انصار و مہاجرین نے اکٹھے ہو کر حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ وہ خلافت کا عہدہ قبول فرمائیں لیکن آپؓ نے بارہا انکار کیا۔ لیکن بالآخر مان گئے۔ ذی الحجہ ۳۵ھ میں عام بیعت ہوئی اور اس طرح آپؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کو بہت پیارے تھے۔ آپؓ کے پیارے چچا ابوطالب کے بیٹے ہونے کے علاوہ آپ ﷺ کی پیاری لخت جگر حضرت فاطمہؓ کے خاوند بھی تھے۔ آپؓ کو بہادری کیساتھ ساتھ علم و فضل میں بھی کمال حاصل تھا۔ فقیہہ کی حیثیت سے آپؓ کا درجہ بہت بلند تھا۔ آپؓ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ ”میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔“ آپؓ کا مختصر چار سالہ دور خلافت بھی جنگوں اور شورشوں کو ختم کرنے میں گزر گیا۔ آپؓ کو نظام حکومت کی اصلاح کیلئے بہت کم وقت ملا۔ آپؓ کی شہادت ایک خارجی عبدالرحمان بن ملجم کے ہاتھوں ہوئی۔ حملہ کے تیسرے روز ۲۰ رمضان ۴۰ھ ہجری کو رحلت فرما گئے۔ انتقال سے پہلے وصیت کی کہ میرے قصاص میں صرف

قاتل کو ہی قتل کیا جائے۔ آپ کی شہادت کے بعد عراقیوں نے آپ کے بڑے بیٹے امام حسنؑ کو خلیفہ چن لیا۔ حضرت امام حسنؑ کی خلافت کا یہ مختصر دور خط و کتابت اور مشوروں میں ہی گزر گیا۔ اور بعد ازاں آپؑ خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق خلافت راشدہ کا یہ تیس سالہ دور ختم ہو گیا۔ یہ تھا خلافت راشدہ یا خلافت محمدیہ کا تیس سالہ دور۔ یہ خلفائے راشدین اگر چاہتے تو کوئی نظام بنا کر خلافت کو اپنے خاندان یا قبیلے تک محدود کر سکتے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی ایسا مکر نہیں کیا کیونکہ وہ سب ہدایت یافتہ تھے۔ اور بعد میں یہ خلافت پہلے اموی اور بعد میں عباسی ملوکیت میں بدل گئی۔ امویوں اور عباسیوں نے بھی اپنے لیے لفظ خلیفہ ہی استعمال کیا۔ حالانکہ درحقیقت وہ ظالم اور جابر بادشاہ تھے۔ یہ تھا خلافت محمدیہ کا جمالی خاکہ اور جہاں تک خلافت احمدیہ کا تعلق ہے تو اس میں صرف حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کی خلافت، خلافت راشدہ کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ بعد ازاں اموی اور عباسیوں کی طرح مغلیٰ خلافت (خلیفہ خدا بناتا ہے) کے جھوٹ کے سہارے چل رہی ہے۔ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء کا قصروں سے کیا جوڑ؟ وہ تو خاک نشین ہوا کرتے ہیں۔ کیا کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کسی خلیفہ راشد نے بھی کروڑوں روپے کے قصر بنوائے، نذرانے قبول کیے اور اپنے ہاتھ چومائے وغیرہ۔ ہرگز نہیں۔ خلیفہ ثانی اور اُسکے جانشینوں نے یہ سب دھندے کیے اور ان کو رواج دیا اور پھر اسکے باوجود وہ سب خدا کے بنائے ہوئے خلیفے“ تھے؟ اے احمدی حضرات! تم کب تک اس قدرت ثانیہ کے فریب کے پیچھے چلتے رہو گے؟ اور کب تک محمودی غلامی کا جوا اٹھائے رکھو گے؟ یاد رکھنا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی۔ نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت بدلنے کا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ منتخب یا نامزد خلفاء دیر تک راشدین رہ نہیں سکتے۔ اور اگر رہ سکتے ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے بعد کم از کم ایک صدی تک تو خلافت راشدہ ضرور رہتی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت راشدہ کا تیس سال کی مختصر مدت تک جاری رہ کر پہلے ملوکیت اور بعد ازاں بادشاہت میں بدل جانا بتاتا ہے کہ خلافت راشدہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ جب آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت راشدہ کا یہ حال ہوا تو پھر حضرت مہدیؑ مسیح

موعود کے بعد انتخابی خلفاء کی کیا حیثیت ہے؟ کیا حضرت مہدی و مسیح موعود کی جماعت آنحضرت ﷺ کی جماعت سے بھی تقویٰ و طہارت میں بڑھ گئی ہے؟ کیا حضرت مہدی و مسیح موعود نے اپنی جماعت اور اپنے اصحاب کی آنحضرت ﷺ سے بھی زیادہ تربیت کی تھی جو آپ کے بعد آپ کے انتخابی خلفاء رشد و ہدایت سے نہیں بھٹکیں گے؟ یہ کس طرح ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ سے روحانی فیض اور برکت پانے والے تو رشد و ہدایت پر قائم نہ رہ سکے اور آپ ﷺ کی رحلت کے تیس سال بعد ہی انہوں نے تو ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنی شروع کر دیں لیکن آپ ﷺ کے موعود غلام یعنی حضرت مہدی و مسیح موعود نے اپنی جماعت کی ایسی شاندار تربیت فرمائی کہ وہ قیامت تک رشد و ہدایت پر قائم رہے گی؟ کیا اس میں بانئے اسلام ﷺ اور آپ کے اصحاب کی سخت توہین نہیں ہوتی؟ بانئے احمدیت تو ساری عمر اپنی تحریر اور تقریر میں بار بار یہ اعلان کرتے رہے کہ میں نے سراج منیر یعنی آنحضرت ﷺ کی برکت اور پیروی میں غلام نبوت ایسی نعمت پائی۔ بارہا آپ نے فرمایا کہ اگر میں آنحضرت ﷺ کا پیروکار نہ ہوتا تو اگر میرے اعمال پہاڑوں کے برابر بھی ہوتے تب بھی میں یہ نعمت نہیں پا سکتا تھا؟ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خلفائے محمدیہ کے برخلاف انتخابی خلفائے احمدیہ قیامت تک رشد و ہدایت پر قائم رہتے؟ حقائق کو تسلیم کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ یہ کام صرف سچے اور جرأت مند لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ افسوس ہم بحیثیت جماعت سچائی اور اخلاقی جرأت سے بہت دور جا چکے ہیں۔ تلخ حقائق کی نشاندہی کرنیوالوں کو اپنا دشمن سمجھنا اور انکے اخراج اور مقاطعہ کے جال بچھانا ہمارا وتیرہ ہے۔ ہم سچائی کے مقابل پر جھوٹ و منافقت کیساتھ ڈٹے رہنے کو حالات کا تقاضا قرار دیکر اپنے دل کو جھوٹی تسلی دے لیتے ہیں۔ امر واقع یہ ہے کہ ہمارے پیارے آقا ﷺ کی وفات کے تیس سال بعد خلافت راشدہ ختم ہو کر ملوکیت میں بدل گئی تھی اور آپ ﷺ کے روحانی فرزند حضرت مہدی و مسیح موعود کے بعد خلافت راشدہ چھ سال رہ کر ازاں بعد ملوکیت میں بدل دی گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس مغلیٰ ملوکیت کو یوم مصلح موعود اور خلیفہ خدا بنانا ہے کی ڈگڈگی بجا کر طول دیا جا رہا ہے۔ اب حضرت مہدی و مسیح موعود کے ہی فرمان کے مطابق آپ کے روحانی فرزند زکی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) نے روح القدس کیساتھ کھڑے ہو کر آپ کی روحانی ذریت کو محمودی چنگل

سے چھڑوانا اور از سر نو خلافت احمدیہ کو جاری کرنا ہے۔ آخر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ نظام جماعت جس میں بعض بندے خدا کی مرضی کے مالک بن جائیں اور خدا کے بندوں کو اپنے بندے بنانا شروع کر دیں کیا روحانی کہلانے کا حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ خلافت کے نام پر ایسا نظام یقیناً کوئی تاغوتی نظام ہے جس میں بعض مخصوص افراد کے مفادات کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ جب تک ہم ایسے نظام کو تنقیدی نقطہ نظر سے نہیں دیکھیں گے اور اسکے جھوٹے تقدس کو پارہ پارہ نہیں کریں گے تو اس وقت تک افراد جماعت کس طرح آزاد ہو سکتے ہیں؟ اور جب کچھ لوگ کسی جماعت یا قوم کو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر کسی برائی یا مصیبت میں مبتلا کر دیں تو اس برائی یا مصیبت سے نکلنے کیلئے اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ۔

**افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر - ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ**

عبدالغفار جنبہ

مورخہ ۳۱۔ مارچ ۲۰۰۴ء

☆☆☆☆☆☆☆☆



قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تادین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تاحق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُسکے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجب سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اُس کیساتھ فضل ہے۔ جو اُسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۃ تجمید سے

بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنْ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مَسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَ كَأَنَّ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔“

(تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲ بحوالہ اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء)

## چند گزارشات بسلسلہ الہامی پیشگوئی

- (۱) مندرجہ بالا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی دراصل دو پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں دونشانوں یا دو موعود وجود کی بشارات دی گئی ہیں۔ یعنی ایک موعود لڑکا اور دوسرا موعود غلام۔
- (۲) موعود غلام سے متعلق مبشر الہامات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا سلسلہ نزول حضورؐ کے کسی فرزند کی پیدائش کے بعد منقطع نہیں ہوا بلکہ تقریباً آچکے وصال تک جاری رہتا ہے۔ اگر ”موعود غلام“ کا مصداق حضورؐ کے کسی جسمانی بیٹے کو ٹھہرائیں تو مبشر وجود کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی بشارت پر مشتمل الہامات کا نازل ہونا بے معنی بن جاتا ہے حالانکہ کلام اللہ تو انتہائی حکیمانہ کلام ہوتا ہے۔ ایسی غلطی تو کسی معقول انسانی کلام میں بھی نہیں پائی جاتی چہ جائیکہ کلام اللہ میں ہو۔ موعود غلام سے متعلق

الہاماتِ الہی کا سلسلہ حضورؐ کے کسی جسمانی فرزند کی پیدائش کے بعد منقطع نہ ہونا بلکہ آپؐ کی وفات تک جاری رہنا اس امر پر قطعی دلیل ہے کہ **موعود غلام** حضورؐ کا کوئی جسمانی فرزند نہیں تھا بلکہ یہ کوئی اور ہے جس نے آپکا غلام ہونے کی نعمتِ عظمیٰ کو پانا تھا۔ حضورؐ کا اجتہادی طور پر اپنا یہ خیال تھا کہ غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) آپکا کوئی لڑکا ہوگا لیکن زکی غلام سے متعلق وہ تمام مبشر الہامات جو آپکے وصال تک نازل ہوتے رہے آپکے اس اجتہادی خیال کی نفی کرتے ہیں۔

(۳) وہ کلامِ الہی جو آنحضرت ﷺ کے مبارک اور حسین دل پر نازل ہوا تھا۔ وہ جو قیامت تک کیلئے نوع انسان کے واسطے **ہدایت، نور، فرقان اور حکم** کی حیثیت رکھتا ہے وہ بھی اسی امر کی تصدیق کرتا ہے کہ الہی بشارت ہمیشہ پہلے ہوا کرتی ہے اور مبشر وجود بشارت کے بعد کسی وقت پیدا ہوا کرتا اور ظاہر ہوا کرتا ہے۔ یہ حقیقت قرآن مجید کے مطالعہ سے بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ وہ قرآن جس نے ماضی قریب میں حیات مسیح ناصریؑ کے باطل عقیدہ کو رد کیا تھا، وہی قرآن آج غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) کے متعلق غلط عقیدہ، کہ وہ حضرت مہدیؑ و مسیح موعودؑ کا جسمانی بیٹا تھا، کو رد کر رہا ہے۔ یہ فیصلہ قرآن کا ہے اور کوئی بھی اس قرآنی فیصلہ کو چیلنج نہیں کر سکتا۔

(۴) قرآن پاک کی روشنی میں جب ہم غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) سے متعلق حضورؐ پر نازل ہونے والے مبشر کلامِ الہی کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں درج ذیل دو نتائج پر پہنچاتا ہے۔

(۱) کوئی بھی ایسا شخص جو زکی غلام سے متعلق نازل ہونے والے آخری مبشر الہام جو ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو نازل ہوا تھا، سے پہلے پیدا ہوا، خواہ وہ حضرت مہدیؑ و مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی ذریت میں داخل تھا یا دونوں روحانی اور جسمانی ذریت میں داخل تھا، غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود سے متعلق الہامی پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ اس طرح حضورؐ کی زریں اولاد بشمول خلیفۃ المسیح الثانی زکی غلام کی

بشارت کے دائرہ سے باہر نکل جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی مصلح موعود کی الہامی پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا۔

(دوم) ہر وہ احمدی جو زکی غلام مسیح الزماں سے متعلق نازل ہونے والے آخری مبشر الہامی (جو ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو نازل ہوا تھا) کے بعد پیدا ہوا، خواہ وہ حضورؐ کی روحانی ذریت میں داخل ہو یا دونوں روحانی اور جسمانی ذریت میں داخل ہو، غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) سے متعلق الہامی پیشگوئی کا مصداق ہو سکتا ہے۔

(۵) ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں حضورؐ کو جو دو نشان بخشے گئے تھے جب ہم الہامات کو بنظر غور دیکھتے ہیں تو ہم پر ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں نشانوں سے متعلق پیشگوئیاں اپنے اپنے اصل کی بجائے اپنے مشیلوں میں پوری ہو رہی ہیں۔

(۶) جہاں تک خلیفۃ المسیح الثانی کا تعلق ہے تو ممکن ہے آپ الہامی پیشگوئی کے ”موعود لڑکا“ سے متعلق حصہ کے مصداق ہوں لیکن ”موعود غلام“ کے نہیں۔ یہ بھی واضح ہو کہ حضورؐ نے موعود لڑکے کی بجائے موعود غلام کو مصلح موعود کا نام دیا ہے۔ ان چند امور کا یہاں اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے جبکہ ان کی تفصیل میری کتاب ”غلام مسیح الزماں“ میں موجود ہے۔

(۷) پیشگوئیوں کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے اور جیسا کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے بھی متعدد بار فرمایا ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی پیشگوئی کی سبب علامتیں موعود و وجود میں ایک ہی وقت میں پوری ہو جائیں۔ لیکن ایسا بھی کبھی نہیں ہوتا کہ کسی موعود و وجود میں پیشگوئی کی سبب علامتوں کو استعارہ یا تاویل کے رنگ میں پورا کرنا پڑے۔ پیشگوئی کے سلسلہ میں یہ یقینی بات ہے کہ اس کی مرکزی اور قطعی علامتیں صرف پیشگوئی کے اصلی مصداق میں ہی پوری ہوتی ہیں نہ کہ کسی غیر میں۔ بقول حضورؐ اگر لوگ

قبل از وقت کسی پیشگوئی کے ظہور کے متعلق اتفاق بھی کر لیں تب بھی اس اتفاق کی کوئی حیثیت نہیں۔  
 وجہ یہ کہ اتفاق یا اجماع ان امور پر ہوتا ہے جنکی حقیقت بخوبی سمجھی گئی اور دیکھی گئی اور دریافت کی گئی ہو۔  
 لیکن پیشگوئی تو مخفی امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے جو بات مخفی ہو اس پر اتفاق یا اجماع کیونکر ہو سکتا ہے؟

**نو (۹) سالہ مدت کی حقیقت**۔ ایشہمار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿﴾ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الہی نو برس کے عرصہ تک ضرور

پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ ﴿﴾

۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء سے ۲۱ مارچ ۱۸۹۵ء تک کا عرصہ نو سال بنتا ہے۔ اب کچھ لوگ حضورؐ کے ان الفاظ پر بڑی شدت سے پنجہ مارتے ہیں اور دلیل دیتے ہیں کہ نو سال کے اس عرصہ میں اُس لڑکا نے ضرور پیدا ہونا تھا۔ چونکہ وہ غلام (جسے حضور اجتہادی طور پر اپنا لڑکا سمجھتے رہے) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے رنگ میں نو سال کے اندر (۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء) پیدا ہو گیا تھا لہذا وہی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) کی پیشگوئی کا مصداق تھا۔ اس ضمن میں خاکسار کی دو (۲) گذارشات ہیں۔

**(اول)** یہ کہ حضورؐ کے الفاظ ﴿﴾ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے ﴿﴾ الہامی نہیں بلکہ اجتہادی ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح حضورؐ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں زکی غلام کیساتھ بریکٹ (لڑکا) میں لفظ لڑکا لکھ کر اجتہاد فرمایا تھا۔

**(دوم)** یہ کہ اگر وہ موعود زکی غلام مرزا بشیر الدین محمود احمد کے رنگ میں پیدا ہو گیا تھا تو پھر آپکی پیدائش کے بعد بھی، اور نو سال کے عرصہ (یعنی ۲۱ مارچ ۱۸۹۵ء) کے بعد بھی اس زکی غلام کی بشارات (انہی

علامات کے ساتھ جو کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں درج ہیں (حضور پر آپ کی وفات تک کیوں نازل ہوتی رہیں؟ لہذا اس طرح قطعی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ زکی غلام مسیح الزماں حضور کا جسمانی بیٹا نہیں تھا بلکہ روحانی بیٹا تھا۔ اگر خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود تھے تو علمائے جماعت اس کا ثبوت پیش کریں لیکن میں عرض کرونگا کہ قیامت تک علمائے جماعت اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ آپ کا دور خلافت، آپ کا علم قرآن، آپ کی خدمت دین اور آپ کی خدمت انسانیت آپ کے ”موعود لڑکا“ ہونے کا ثبوت تو ہو سکتا ہے لیکن مصلح موعود ہونے کا نہیں کیونکہ مصلح موعود کا الہامی ثبوت تو اس عاجز کے پاس ہے

### باون (۵۲) علامتوں کا فریب

اگر کوئی بات کسی انسان میں قطعی طور پر ثابت نہ ہو سکے یا مشاہدہ نہ ہو سکے تو ہم اسے علامت کیوں کر ٹھہرا سکتے ہیں؟ مندرجہ بالا پیشگوئی کے الہامی الفاظ میں کوئی باون (۵۲) علامتیں نہیں ہیں اور نہ ہی پیشگوئی بیان فرمانے والے (حضرت مہدی و مسیح موعود) نے ان باون علامتوں کا ذکر فرمایا تھا تو پھر خلیفۃ المسیح الثانی ان باون علامتوں کو کہاں سے لے آئے؟ آپ کی تقریر جو آپ نے دسمبر ۱۹۴۴ء بر موقع جلسہ سالانہ قادیان ارشاد فرمائی تھی اور بعد ازاں یہ کتابی شکل میں شائع ہوئی اور اس کا نام ”الموعود“ رکھا گیا۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ ”الموعود“ ایک سحر ہے۔ اسے لکھنے والے نے اپنی سحر بیانی سے لوگوں کو مرعوب کرنے کی کوشش کی اور لوگ مرعوب ہو بھی گئے کیونکہ تاریخ احمدیت میں یہ بات لوگوں کے ذہن میں پختہ کی گئی ہے کہ خلیفہ وقت کی بات سے اختلاف کرنا گناہ ہے۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ اسکی درج ذیل دو وجوہات ہیں۔

(۱) حضرت مہدی و مسیح موعود کے بعد احمدی انتخابی یا انتظامی خلفاء کا مقام محمدی خلفائے راشدین

سے بڑھ کر نہیں ہے۔ عالم اسلام کے پہلے خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ الرسول ﷺ بیعت

کے فی الفور بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿صاحبو! میں تم پر حاکم مقرر کر دیا گیا، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو ان میں میری مدد کرو، اور اگر دیکھو کہ میں برائی کی طرف جا رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ اے لوگو! تم میں سے جو ضعیف ہے، وہ میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ میں اس کا حق دلا دوں۔ انشاء اللہ۔ اور بظاہر زور و قوت رکھنے والا آدمی بھی میرے نزدیک کمزور ہے۔ یہاں تک کہ میں بے سہارا کمزور آدمی کا حق اس سے دلا دوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے، اس کو خدا خوار و ذلیل کر کے چھوڑتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جائے، خدا اسکی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے۔ میں خدا اور اسکے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلوں تو تم لوگ میری اطاعت کرو۔ لیکن اگر میں خدا اور اسکے رسول ﷺ کے راستے کو چھوڑ دوں، تو تم میں سے کسی ایک پر بھی میرا حکم نہیں چل سکتا۔ اچھا، اب نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔﴾

**(دوم)** بقول حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پیشگوئی کے تعین کے سلسلہ میں بعض اوقات نبی سے بھی اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے تو پھر انکے خلفاء کی کیا حیثیت ہے؟ میں احباب جماعت احمدیہ سے پوچھتا ہوں کہ خاکسار کی کتاب (غلام مسیح الزماں) کے دوسرے حصہ یعنی ”الہامی پیشگوئی کی حقیقت“ میں کیا ان باون علامتوں کا سحر توڑا نہیں گیا؟ اب خاکسار اختصار کے ساتھ چند باتیں پیشگوئی میں بیان فرمودہ علامتوں کے متعلق عرض کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا﴾ یہاں علوم ظاہری سے مراد ہے کہ زکی غلام کو حقائق الاشیاء کا بدرجہ اتم علم دیا جائے گا۔ اور علوم باطنی سے مراد ہے کہ اسے اس نور کا کامل عرفان بخشا جائے گا جو کہ محیط کل ہے یا الفاظ دیگر اُسے ”ظاہر“ اور ”باطن“ کا خاص علم دیا

جائے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اُسے کامل علم اور کامل معرفت عطا کرونگا۔ علم کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو جو دعائیں الہامیہاں سکھائیں گئیں تھیں ان میں یہ دو دعائیں بھی شامل ہیں۔

(۱) رَبِّ اَرِنِي اَنْوَارَكَ الْكَلِيَّةَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۳۴) اے میرے رب! مجھے اپنے وہ تمام انوار دکھلا جو محیط کل ہیں۔

(۱۱) رَبِّ اَرِنِي حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ۔ (تذکرہ صفحہ ۶۱۳) اے میرے رب! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

ان الہامی دعاؤں کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ ان الہامی دعاؤں کو غلام مسیح الزماں کے حق میں بھی قبول فرماتا اور اُسے اپنی ذات کا کامل علم بخشتا اور ایسا ہی اس نے کیا۔ ایک اور علامت ہے کہ ﴿اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا﴾ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) ﴿اس علامت کے ضمن میں بھی عرض ہے کہ کسی انسان کا اپنے بھائیوں میں چوتھے نمبر پر پیدا ہو جانا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ ہماری جماعت میں اور باقی دنیا میں لاکھوں اور کروڑوں انسان ایسے ہونگے جو اپنے بھائیوں میں چوتھے نمبر پر پیدا ہوئے ہونگے۔ خاکسار خود تین بھائیوں کے بعد چوتھے نمبر پر پیدا ہوا ہے اس میں میرے لیے کیا عجیب بات ہے؟ اصل میں اس علامت کا مطلب یہ ہے کہ دنیائے علم میں کسی تصور یا نظریہ کے سلسلہ میں علماء کا تین پر اتفاق ہوگا اور وہ موعودؑ کی غلام اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس تصور یا نظریہ کو تین کی بجائے چار میں بدل دے گا۔ اور اس طرح وہ دنیائے علم میں تین کو چار کرنے والا ہو جائیگا۔ پیشگوئی میں بیان فرمودہ ایک اور علامت یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ ﴿دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند۔

مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ ﴿

دراصل الہامی پیشگوئی میں موعودؑ غلام مسیح الزماں کی یہی مرکزی علامت ہے۔ اس علامت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ موعودؑ غلام کو اپنی ان صفات یعنی **اول**، **آخر**، **حق** اور **علی** کا بطور خاص علم بخشے گا اور اس طرح

وہ ان الہی صفات کیساتھ علماء کے سامنے ایسا فلسفہ یعنی علم و حکمت پیش کریگا جو کہ قدیم وجدید فلسفہ کا منہ بند کر دیگا۔ دوسری خاص بات یہ کہ موعود غلام ایک ”اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر نظریہ“ کی شکل میں مذاہب کی بحث کو کھینچ کر دنیا کے علم میں لے آئے گا۔ اور یہی وہ آسمانی حربہ ہے جو دین اسلام کو باقی ادیان پر غلبہ بخشنے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جو شخص بھی تعصب سے خالی ہو کر تقویٰ کے ساتھ خاکسار کی کتاب کا دوسرا حصہ (یعنی الہامی پیشگوئی کی حقیقت) کا بغور فکر مطالعہ فرمائے گا تو یہ حقیقت اس پر روشن ہو جائے گی۔

آزادی ضمیر اور آزادی اظہار انسانوں کا بنیادی حق ہے اور دین اسلام اسکی ضمانت دیتا ہے۔ یہ شرف انسانی ہے جسے انسانوں کو دلانے کیلئے ہمارے سید و مولا آنحضرت ﷺ نے مخالفوں سے جہاد کیے۔ اگر کسی جماعت یا گروپ میں کسی نظام کیساتھ انسانوں سے ان کے بنیادی حقوق کو سلب کر لیا جائے تو پھر ایسے نظام کو ہم اسلامی نظام کیونکر کہہ سکتے ہیں؟ مزید برآں ہر مدعی پر فرض ہے کہ وہ اپنا دعویٰ دلیل کے ساتھ پیش کرے۔ بے دلیل دعویٰ پیش کرنا اور پھر اسے جبر کیساتھ لوگوں سے منوانا، اس سے بڑھ کر اور کوئی ظلم نہیں۔ مذہب میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں لیکن عجیب بات ہے کہ بعض لوگ مذہب کے نام پر ہی لوگوں پر جبر کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جبر جسمانی ہی ہو بلکہ یہ روحانی بھی ہو سکتا ہے کیونکہ فی زمانہ جبر کی بہت ساری اقسام پیدا کر لی گئی ہیں۔ آج بھی اگر کوئی انسان آزادی ضمیر اور آزادی اظہار کی راہ میں روکاؤ بنتا ہے تو وہ شخص دراصل انسانوں کا بنیادی حق چھینتا ہے۔ وہ شرف انسانی پر حملہ کرتا ہے اور ہر ایسے شخص کے خلاف آج بھی آنحضرت ﷺ کا جہاد واجب ہو جاتا ہے جو کہ آپ ﷺ نے شرف انسانی کو قائم کرنے کیلئے کیا تھا۔

دنیا کے تقریباً سبھی مذہبی راہنماؤں اور مذاہب کے بانیوں کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا مرکزی واقعہ ضرور ملتا ہے جس نے اپنے روحانی اثرات کی بنا پر صاحب واقعہ کی زندگی کو دو مختلف حصوں میں تقسیم کر

دیا۔ ایک اس واقعہ سے پہلے کی زندگی اور ایک اسکے بعد کی۔ پھر ایسے تمام واقعات کا یہ بھی خاصہ رہا ہے کہ اس شخصیت کی اس واقعہ کے بعد کی پوری زندگی اسی مرکزی واقعہ کے اثرات کے تابع رہی ہے۔ خواہ وہ ذات حضرت نوح علیہ السلام کی تھی یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ حضرت محمد ﷺ کی تھی یا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی۔ ان تمام شخصیتوں اور ان کے علاوہ اور دوسرے مذہبی راہنماؤں کی سوانح حیات کسی نہ کسی ایک ایسے مرکزی روحانی تجربہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جسکے بعد انکی زندگی یکسر بدل گئی۔ اس روحانی تجربہ یا واقعہ کو کسی روایت میں گیان، کسی میں عرفان، کسی میں مشاہدہ اور کسی میں وحی اور الہام کا نام دیا گیا۔ اگر اس روحانی تجربہ کو ایک دوسرے رخ سے دیکھا جائے تو یہ انسان کیلئے اُسکی وجودی تنہائی کے مداوے کا تجربہ ہے۔ تنہائی اور بے بسی کا یہ احساس انسان کو عموماً اس وقت شدت سے ہوتا ہے جب وہ زندگی میں کسی بحران میں مبتلا ہو جائے یا اسکو کوئی ایسا دھک لگے جو اسکی زندگی کے نظام کو درہم برہم کر دے۔ انسان کی اس وجودی تنہائی اور لا چاری کی کیفیت میں ایسا واقعہ اُس انسان کی زندگی کی کا یا پلٹنے کا موجب بن جاتا ہے۔ یہ شعور کہ کائنات کی ان بے کراں وسعتوں میں انسان تنہا اور بے سہارا نہیں ہے بلکہ انتہائی بنیادی اور مرکزی اعتبار سے اسکو ایک ایسی حقیقت کا ساتھ حاصل ہے جو کہ اس کے تمام دکھوں کا مداوا اپنے پاس رکھتی ہے، انسان کے روحانی تجربہ کی روح اور اس کا مغز ہوتا ہے۔ خاکسار بھی الحمد للہ ایسے ہی روحانی تجربہ سے گزرا ہے اور اسکی قدرے تفصیل کتاب کے مقدمہ میں موجود ہے۔ اور اسی روحانی واقعہ کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے عاجز کو حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی موعود غلامی سے نوازا ہے اور بطور دلیل اس کا الہامی ثبوت بخشا ہے۔ دنیا میں فساد اور جھگڑا اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کچھ لوگ یا کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کو اپنی جاگیر سمجھ لیتی ہے۔ حالانکہ ایسا سوچنا غلط ہے۔ کیونکہ اللہ کا فضل اور

اسکی رحمت اسکی عطا ہے۔ وہ جب چاہے اور جس کو چاہے عطا کر دے۔ آخر میں بطور خلاصہ میں معذرت کیساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا اپنا دعویٰ مہدویت اور مسیحیت اگر سچا ہے تو خلیفۃ المسیح الثانی کا دعویٰ مصلح موعود سچا نہیں ہے۔ یہ دونوں دعاوی ایک وقت میں سچے نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک سچا ہے تو دوسرا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جماعت احمدیہ کا کوئی بھی فرد، خلیفۃ المسیح الثانی کے دعویٰ مصلح موعود جو کہ غلط فہمی پر مبنی تھا کی خاطر حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے سچے دعویٰ کی تکذیب کرنا پسند نہیں کرے گا۔ علمائے جماعت اور افراد جماعت خوب اچھی طرح سوچ لیں کہ انہوں نے ایک سچے دعویٰ کو جھٹلانا ہے یا کہ ایک غلط فہمی پر مبنی دعویٰ سے دستبردار ہونا ہے؟ فیصلہ آپکے ہاتھ میں ہے۔

دل کی آزادی، شہنشاہی شکم سامان موت فیصلہ تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

خاکسار

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

۱۲۔ دسمبر ۲۰۰۳ء

☆☆☆☆☆☆

مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

**اے فخرِ رسلِ قرب تو معلوم شد - دیر آمدہ ز راہِ دور آمدہ**

اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزدیک مقامِ قرب مجھے معلوم ہو گیا ہے۔

تو دیر سے آیا ہے (اور) دُور کے راستہ سے آیا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۹۱/۱۹۲ حاشیہ)